www.KitaboSunnat.com

المصباح المنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابن کثیر (اردو)

قرآن مجید، صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

سورۂ فاتحہ —— سورۂ آل عمران

امام ابو الفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ
۷۰۱-۷۷۴ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تہذیب، تخریج، تحقیق و نظر ثانی:
شعبہ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دار السلام

دار السلام
DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

المِصباح المُنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابنِ کثیر (اُردو)

قرآنِ مجید صحیح احادیث اور آثارِ سلف کی روشنی میں

5

بسم الله الرحمن الرحيم

المِصباح المُنیر

تہذیب و تحقیق

تفسیر ابنِ کثیر (اردو)

قرآن مجید صحیح احادیث اور آثار سلف کی روشنی میں

5

سورۂ سبا ــــ سورۂ نجم

امام ابو الفدا عماد الدین حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ

۷۰۱ - ۷۷٤ھ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مولانا محمد عبد الجبار حفظہ اللہ

تخریج تحقیق و نظرثانی: شعبۂ تحقیق و تصنیف و ترجمہ دار السلام، لاہور

دار السلام
DARUSSALAM

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الرياض: 11416 سعودی عرب فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

- الرياض۔ العليا فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الرياض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قصیم (بریدہ): فون / فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ۔ موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- ينبع البحر فون / فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 • خمیس مشیط فون / فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ • ہوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

- 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569
- غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0322-4439150
- Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون / فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 5370378 0321
کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمین مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843

ح مكتبة دار السلام، ١٤٣٠ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
الدمشقي، ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير
المصباح المنير في تهذيب تفسير ابن كثير - الجزء الخامس. /
ابي الفداء الحافظ اسماعيل ابن كثير الدمشقي - الرياض، ١٤٣٠ هـ
ص: ٦٥٠ مقاس: ١٧×٢٤ سم
ردمك: ٥-٠٨٩-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨ (النص باللغة الاردية)
١ - القرآن - التفسير بالماثور أ. العنوان
ديوي ٢٢٧,٣٢ ١٤٣٠/٨٥
رقم الإيداع: ٨٥/ ١٤٣٠
ردمك: ٥-٠٨٩-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

اجمالی فہرست

سورۂ سبا............27
سورۂ فاطر..........66
سورۂ یٰس..........95
پارہ:23..........105
سورۂ صٰفّٰت.........135
سورۂ صٓ..........181
سورۂ زمر...........214
پارہ:24..........235
سورۂ مومن.........269
سورۂ حٰمٓ سجدہ.......314
پارہ:25..........339
سورۂ شوریٰ.......344
سورۂ زخرف........376
سورۂ دخان.........408
سورۂ جاثیہ.........427
پارہ:26..........442
سورۂ احقاف.......442
سورۂ محمد............467
سورۂ فتح............492
سورۂ حجرات........533
سورۂ قٓ...........555
سورۂ ذٰریٰت........577
پارہ:27..........585
سورۂ طور...........592
سورۂ نجم...........608

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مِل کر مضبوطی سے اللہ کی رَسّی کو تھامے رہو اور فِرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔
(آل عمران 103:3)

فرمانِ نبوی

فَإِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ سَبَبٌ طَرَفُهُ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهُ بِأَيْدِيكُمْ فَتَمَسَّكُوا بِهِ فَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا وَلَنْ تَهْلِكُوا بَعْدَهُ أَبَدًا

پس یقیناً یہ قرآن رَسّی ہے، اس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور دُوسرا تُمہارے ہاتھ میں ہے، لہٰذا اِسے مضبوطی سے تھام لو پس اس کے ہوتے ہوئے یقیناً تم کبھی نہ گُمراہ ہوگے اور نہ ہلاک ہوگے۔ (صحیح ابن حبان: 122)

گر تو می خواہی مُسلماں زِیستن
نیست ممکن جُز بہ قُرآں زِیستن

فہرست

عنوانات	آیات	صفحہ
سورۂ سبا		
سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے	2,1	27
علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے	2,1	27
روز قیامت ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا	6-3	28
کفار کا حیات بعد الممات کا انکار اور اس پر ان کی تردید	9-7	30
حضرت داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم	11,10	32
حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم	13,12	34
سلیمان علیہ السلام کی وفات کی روشنی میں مسئلہ علم غیب	14	36
قوم سبا کا کفرانِ نعمت اور ان کی سزا	17-15	37
وادیٔ مأرب اور شدید سیلاب	17-15	38
نقشہ: قوم سبا کا مسکن اور وادیٔ مأرب		39
سبا کی تجارت اور اس کا خاتمہ	19,18	42
ابلیس نے کفار کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا	21,20	44
مشرکین کے معبودوں کی عاجزی ودر ماندگی	23,22	45
کسی بھی معاملے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں	27-24	48
ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دے گا	27-24	49
نبی ﷺ کی عالمگیر بعثت	30-28	50

عنوانات	آیات	صفحہ
کفار کا قیامت کے وقت کے بارے میں سوال اور اس کا جواب	30-28	51
کفار کا دنیا میں انکارِ حق پر اتفاق اور روزِ قیامت آپس میں جھگڑا	33-31	52
امرائے وقت کی انبیائے کرام علیہم السلام سے محاذ آرائی	39-34	54
قیامت کے دن فرشتوں کا اپنی پوجا کرنے والوں سے اعلان براءت	42-40	58
انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کافروں کی باتیں اور ان کی تردید	45-43	59
نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنون کے الزام کا فیصلہ	46	60
میں تم سے تبلیغ دین کا کوئی صلہ نہیں مانگتا	50-47	62
روز قیامت کفار ایمان لانے کی خواہش کریں گے لیکن	54-51	64
سورۂ فاطر		
اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر	1	66
اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں	2	67
توحید کی دلیل	3	68
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی کہ سابقہ انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی تھی	6-4	69
قیامت آ کر رہے گی	6-4	69
اپنے ازلی دشمن کو پہچانیے !	6-4	69
روز قیامت کافر اور مومن کا بدلہ	8,7	70
مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل	11-9	71
دنیا و آخرت میں عزت کے طلب گار کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے	11-9	72
عملِ صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے	11-9	72
اللہ تعالیٰ خالق اور علام الغیوب ہے	11-9	73
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نشانیاں	12	75
مشرکین کے معبود کسی چیز کے مالک نہیں	14,13	76
سب لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں	18-15	78

عنوانات	آیات	صفحہ
قیامت کو ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا	18-15	78
مومن اور کافر برابر نہیں	26-19	79
اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان	28,27	81
علماء کی تین قسمیں	28,27	83
مسلمان ہی آخرت کے تاجر ہیں	30,29	83
قرآن مجید اللہ کی سچی کتاب ہے	31	84
قرآن مجید کے وارثوں کی تین قسمیں	32	84
علماء کی فضیلت	32	85
علمائے ربانی فردوسِ بریں میں	35-33	86
جنت میں داخلہ رحمت الٰہی کا مرہون منت ہے	35-33	87
کافروں کی سزا اور جہنم میں ان کا حال	37,36	87
عذر بہانے ختم ہونے کی عمر	37,36	89
اللہ تعالیٰ ہی زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے	39,38	90
شریکوں کا عجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت	41,40	91
رسول کی آمد کے لیے کفار کی تمنا	43,42	92
انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کے برے نتائج	45,44	94
مؤاخذے میں تاخیر کی حکمت	45,44	94
سورۂ یٰسٓ		
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادیٔ اعظم	7-1	95
بدبختوں کا حال	12-8	96
اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی	17-13	101
کیا رسول بشر نہیں ہو سکتے ؟	17-13	102
انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکی دینا	19,18	103

صفحہ	آیات	عنوانات
104	21,20	حبیب نجار کی اپنی قوم کو دعوت
105	25-22	
		پارہ:23
106	29-26	کاش! میری قوم جان لے
110	32-30	تکذیب کرنے والوں پر افسوس
110	32-30	عقیدۂ تناسخ کی تردید
111	36-33	خالق کائنات کا وجود اور حیات بعد الممات کا ثبوت
112	40-37	اللہ تعالیٰ کی قدرت، لیل ونہار اور شمس وقمر جیسی عظیم الشان نشانیاں
115	40-37	چاند کے حساب سے راتوں کے متعدد نام
116	44-41	کشتی کی سواری بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے
118	47-45	مشرکین کی گمراہی
118	50-48	کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا
119	54-51	جب تیسری دفعہ صور میں پھونکا جائے گا
121	58-55	اہل جنت کا عیش ونشاط
121	62-59	حشر میں کافروں کی جگہ
123	67-63	قیامت کے دن مجرموں کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی
126	70-68	اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو شعر گوئی نہیں سکھائی
127	73-71	چوپائے قدرت کی نشانی بھی ہیں اور نعمت بھی
128	76-74	معبودانِ باطلہ مشرکین کی نصرت کی قدرت نہیں رکھتے
128	76-74	رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی
129	80-77	حیات بعد الممات کا انکار اور اس کی تردید
		سورۂ صٰفّٰت
135		فضیلت

صفحہ	آیات	عنوانات
135	5-1	فرشتے اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں
136	5-1	اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے
137	10-6	آسمان کی تزئین وحفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
139	19-11	حیات بعد الممات کا ثبوت
140	26-20	قیامت کے دن کی ہولنا کیاں
142	37-27	روزِ قیامت مشرکین کا باہمی جھگڑا
144	49-38	مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا
147	61-50	اہل جنت کی باہمی میل ملاقات
149	61-50	دو اسرائیلیوں کا قصہ
150	70-62	تھوہر کا درخت
153	74-71	ڈرائے گئے لوگوں کا انجام؟
154	82-75	نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر
155	87-83	ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ
156	98-88	بت شکن؟
159	113-99	ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور آزمائش
163	113-99	ذبیح کون؟
166	122-114	حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کا ذکر
167	132-123	الیاس علیہ السلام کا ذکر
168	138-133	قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر
169	148-139	یونس علیہ السلام کا قصہ
173	160-149	اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید
175	170-161	مشرکین کی بات کو وہی قبول کرسکتا ہے جو ان سے بھی زیادہ گمراہ ہو
175	170-161	فرشتوں کا مقام اور صفیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا

عنوانات	آیات	صفحہ
قریش کی تمنا کہ ان کے پاس کوئی کتاب نصیحت ہوتی!	170-161	176
نصرت کا وعدہ اور قریش سے اعراض کا حکم	179-171	177
اللہ رب العزت کی تسبیح وتحمید اور رسولوں پر سلام	182-180	179
سورۂ ص		
پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں پر کیا گزری؟	3-1	181
مشرکین کا رسالت، توحید اور قرآن سے تعجب	11-4	183
آیات کریمہ :5-11 کا سبب نزول	11-4	184
ہلاک کردہ سابقہ قوموں سے عبرت	16-12	187
حضرت داود علیہ السلام کا تذکرہ	20-17	188
دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ	25-21	191
سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کا سجدہ	25-21	192
حکام اور سلاطین کو وصیت	26	193
دنیا کے پیدا کرنے میں حکمت	29-27	194
سلیمان بن داود علیہما السلام کا ذکر	33-30	195
حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش	40-34	198
حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ	44-41	201
چند منتخب انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ	49-45	204
سعادت مندوں کا عمدہ مقام	54-50	205
بدبختوں کے انجام کا بیان	64-55	207
اہلِ دوزخ کا جھگڑنا	64-55	208
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عظیم الشان خبر ہے	70-65	209
قصۂ آدم و ابلیس	85-71	211
”کیوں نہ الگ تھلگ رہوں بزم تکلفات سے“	88-86	212

عنوانات	آیات	صفحہ
کچھ وقت کے بعد تم خود ہی جان لو گے	88-86	213
سورۂ زمر		
سورۂ زمر کی فضیلت		214
توحید کا حکم اور شرک کی تردید	4-1	214
اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کے دلائل	6,5	217
اللہ کفر سے ناراض اور شکر سے راضی ہوتا ہے	8,7	219
سختی میں اللہ کا ذکر اور کشادگی میں شرک	8,7	220
فرماں بردار و نافرمان برابر نہیں	9	221
تقویٰ، ہجرت اور اخلاصِ عبادت کا حکم	12-10	222
اللہ کے عذاب سے ڈر	16-13	223
نیک لوگوں کے لیے بشارت	18,17	224
جنت کے بالا خانے کیسے لوگوں کے منتظر ہیں؟	20,19	225
دنیاوی زندگی کی مثال	22,21	227
اہل حق اور اہل باطل برابر نہیں	22,21	228
قرآن مجید کی تعریف	23	228
تکذیب کرنے والوں کا انجام	26-24	232
شرک کی مثالیں	31-27	233
رسول اللہ ﷺ کی وفات اور قریش.....؟	31-27	234
پارہ:24		
جھوٹے اور سچے لوگوں کا بدلہ	35-32	236
اللہ اپنے بندے کو کافی ہے	40-36	237
مشرکین کا توحید ربوبیت کا اعتراف	40-36	238

عنوانات	آیات	صفحہ
اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے	42,41	240
سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے	45-43	241
دعا کا طریقہ	48-46	242
روز قیامت کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا	48-46	243
انسان کی مختلف حالتیں	52-49	244
عذاب کے آنے سے قبل توبہ کی دعوت	59-53	246
مایوسی کی ممانعت کے بارے میں احادیث	59-53	249
اللہ کو جھٹلانے والوں اور ماننے والوں کا انجام	61,60	251
اللہ تعالیٰ ہی خالق و متصرف ہے	66-62	252
مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی نہ کی	67	253
صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان	70-68	255
کفار کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا	72,71	259
گروہ در گروہ جنت میں داخلہ اور نبی ﷺ کے شرف و فضل کا ایک عظیم پہلو	74,73	261
جنت کے دروازوں کی وسعت اور دربان	74,73	265
اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے	74,73	266
حمد ہی سے افتتاح اور حمد ہی پر اختتام	75	267

سورۂ مومن

عنوانات	آیات	صفحہ
حوامیم کی فضیلت		269
حٰمٓ کی ایک اور فضیلت	3-1	269
بخشنے میں بھی بے مثل اور عذاب دینے میں بھی لاثانی	3-1	270
کفار کی نشانی، اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑنا	6-4	271
حاملین عرش اللہ کی حمد اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں	9-7	272
دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کفار کی ندامت	14-10	275

صفحہ	آیات	عنوانات
277	14-10	ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم
278	17-15	وحی الٰہی کا مقصد
281	20-18	قیامت کے دن کا ڈر
283	22,21	جھٹلانے والوں کا انجام
284	27-23	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ
286	29,28	آلِ فرعون کے ایک مومن شخص کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تائید
290	35-30	آلِ فرعون میں سے ایمان لانے کے بعد قوم کا درد رکھنے والا شخص
291	37,36	فرعون کا ربِ کائنات سے استہزا
292	40-38	مومن آلِ فرعون کے خطاب کی چند اور باتیں
293	46-41	خطاب کا اختتام اور فریقین کا انجام
295	46-41	عذاب قبر کا ثبوت
297	50-47	اہل دوزخ کا باہمی جھگڑا
298	56-51	رسولوں اور مومنوں کی مدد
300	56-51	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی کامیابی کی طرف اشارہ
301	59-57	موت کے بعد زندگی
302	60	دعا کا حکم
304	65-61	اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں
306	68-66	شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم
307	76-69	انکار اور تکذیب کرنے والوں کا انجام
309	78,77	صبر کا حکم اور فتح کی بشارت
311	81-79	چار پائے بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات و آیات میں سے ہیں
312	85-82	سابقہ لوگوں کے حال سے عبرت

عنوانات	آیات	صفحہ
سورۂ حٰم سجدہ		
قرآن مجید کی شان اور اعراض کرنے والوں کے اقوال	5-1	314
دعوتِ توحید	8-6	315
تخلیقِ کائنات کی بعض تفصیلات	12-9	317
تکذیب کرنے والوں کو سرزنش	18-13	321
حشر کے دن مجرموں کے اعضاء گواہی دیں گے	24-19	324
مشرکین کے ہم نشین انھیں برے اعمال خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں	29-25	327
کفار کی قرآن نہ سننے کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت	29-25	327
استقامت سے سرشار موحدین کے لیے خوشخبری	32-30	329
دعوت الی اللہ کی فضیلت	36-33	331
دعوت و تبلیغ میں حکمت	36-33	332
اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں	39-37	334
کج روی کرنے والوں کی سزا	43-40	336
قرآن کا انکار، عناد اور سرکشی ہے	45,44	337
موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے تسلی دینا	45,44	338
ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا	46	338
پارہ:25		
قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے	48,47	339
تنگ دستی کے بعد خوش حالی سے انسان میں تبدیلی	51-49	340
قرآن مجید کی صداقت کے دلائل	54-52	342
سورۂ شوریٰ		
وحی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت	6-1	344

عنوانات	آیات	صفحہ
قرآن مجید ڈرانے اور تنبیہ کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے	8,7	346
اللہ تعالیٰ ہی کارساز، حاکم اور خالق ہے	12-9	349
تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے	14,13	350
اختلاف کا سبب	14,13	351
دس (10) اوامر واحکام پر مشتمل آیت مبارکہ	15	352
دین میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ	18-16	353
دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا رزق عطا فرمانا	22-19	356
بندوں کی دین سازی شرک ہے	22-19	357
میدان حشر میں مشرکین کی گھبراہٹ	22-19	358
اہل ایمان کے لیے جنت کی نعمتوں کی بشارت	24,23	358
﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ﴾ کا مفہوم	24,23	358
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر از خود قرآن بنانے کا الزام اور اس کی تردید	24,23	359
اللہ تعالیٰ توبہ اور دعا کو قبول فرماتا ہے	28-25	360
رزق کی عدمِ فراخی میں حکمت	28-25	362
آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے	31-29	362
مصیبتوں کا سبب نافرمانی ہے	31-29	363
سمندر کی تسخیر اور اس میں بحری جہازوں کا چلنا	35-32	364
اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے مستحق لوگوں کی صفات	39-36	365
ظالم کو معاف کرنا یا اس سے بدلہ لینا	43-40	367
قیامت کے دن ظالموں کا حال	46-44	369
قیامت سے قبل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب	48,47	370
بیٹیاں اور بیٹے عطا کرنے یا ان سے محروم رکھنے والا کون ہے؟	50,49	373
وحی کی کیفیت	53-51	373

عنوانات	آیات	صفحہ
سورۂ زخرف		
قرآن مجید نصیحت و موعظت کی عمدہ ترین کتاب	8-1	376
قریش کی تکذیب پر نبی ﷺ کو تسلی	8-1	377
توحید خلق کے بارے میں مشرکین کا اعتراف	14-9	379
اللہ تعالیٰ کی اولاد مقرر کرنے پر مشرکین کی تردید	20-15	380
مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہیں	25-21	383
خلیل اللہ کا اعلانِ توحید	35-26	385
اہل مکہ کا رسول اللہ ﷺ پر اعتراض	35-26	385
مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت نہیں	35-26	386
شیطان رحمان سے منہ موڑنے والے کا دوست ہے	45-36	389
اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے دشمنوں سے ضرور انتقام لے گا	45-36	390
وحی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین	45-36	390
موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کی قوم کی طرف توحید کے ساتھ بعثت	50-46	391
فرعون کا اپنی قوم سے خطاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مواخذہ	56-51	393
قریش کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین و تحقیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ	65-57	396
قیامت اچانک آئے گی	73-66	401
اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کی گئی رفاقت دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی	73-66	401
پرہیزگاروں کے لیے روز قیامت بشارت اور جنت میں داخلہ	73-66	401
بدبختوں کا برا انجام	80-74	403
اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں	89-81	405
رب تعالیٰ کی توحید کا بیان	89-81	405
بتوں کی شفاعت کی نفی	89-81	406
مشرکین کا اعتراف کہ خالق صرف اللہ ہی ہے	89-81	406

صفحہ	آیات	عنوانات
406	89-81	نبی ﷺ کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور
		سورۂ دخان
408		سورۂ دخان کی فضیلت
408	8-1	قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا
410	16-9	مشرکین کو اس دن سے ڈرانا جس میں آسمان سے دھواں نکلے گا
415	16-9	﴿ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ﴾ کی تفسیر
415	33-17	بنی اسرائیل کی نجات
419	37-34	منکرین قیامت کی تردید
419	37-34	تُبَّع کون تھا؟
421	42-38	دنیا بے مقصد نہیں پیدا کی گئی
422	50-43	قیامت کے دن مشرکین کے لیے عذاب
423	59-51	پرہیز گاروں کے لیے جنت کی نعمتیں
		سورۂ جاثیہ
427	5-1	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور وفکر کی طرف راہنمائی
428	11-6	جھوٹے گناہ گار کی علامات اور سزا
430	15-12	تسخیر دریا وغیرہ میں بھی نشانی ہے
430	15-12	مشرکین کی ایذا پر صبر کا حکم
432	20-16	اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر فضل
432	20-16	بنی اسرائیل کے طریقے پر چلنے کی ممانعت
433	23-21	مومن اور کافر کی موت وحیات برابر نہیں
434	23-21	خواہشات کے پجاری
434	26-24	کافر کا عقیدہ، دلیل اور اس کی تردید
437	29-27	قیامت کے دن کے ہولناک مناظر

عنوانات	آیات	صفحہ
روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کا مجرمین کے ساتھ مکالمہ	37-30	439
سورۂ احقاف		
پارہ:26		
قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے	6-1	442
مشرکین کی تردید	6-1	443
قرآن وصاحب قرآن کے بارے میں مشرکین کے اقوال اوران کی تردید	9-7	444
قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے	14-10	447
اللہ تعالیٰ کی والدین کے بارے میں وصیت	16,15	450
نافرمان اولاد کا انجام	20-17	453
قومِ عاد کا قصہ	25-21	456
ہلاک شدہ اقوام کا تذکرہ اس لیے ہے کہ لوگ پلٹ آئیں	28-26	459
جنوں کے قرآن سننے کا قصہ	32-29	460
نقشہ: نصیبین سے جِنّوں کی آمد اور وادیٔ نخلہ		461
حیات بعد الممات کی دلیل	35-33	465
نبیٔ اکرم ﷺ کو صبر کا حکم	35-33	465
سورۂ محمد		
کافروں اور مومنوں کی جزا	3-1	467
کفار کی گردنیں اڑانے کا حکم	9-4	469
شہداء کی فضیلت	9-4	470
نقشہ: شام (عہد نبوی میں)		471
تم اللہ کی مدد کرو، وہ تمھاری مدد کرے گا	9-4	473
جہنم کفار کے لیے اور جنت ابرار کے لیے	13-10	474

عنوانات	آیات	صفحہ
حق تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور خواہش نفس کا پجاری برابر نہیں	15,14	477
جنت اور اس کی نہریں	15,14	477
منافقین کا حال، نیز توحید و استغفار کا حکم	19-16	479
حکم جہاد کے وقت مومنِ صادق اور بیمار دل انسان کا حال	23-20	482
صلہ رحمی احادیث کی روشنی میں	23-20	483
قرآن مجید میں تدبر کا حکم	28-24	485
ارتداد کی مذمت	28-24	486
منافقین کی پردہ دری	31-29	487
کفار کے عمل کو اکارت کر دینا	35-32	488
دنیا کے حقیر ہونے کا بیان	38-36	490
سورۂ فتح		
سورۂ فتح کی فضیلت		492
سورۂ فتح کا سبب نزول	3-1	492
مومنوں کے دلوں پر سکینت کا نزول	7-4	496
رسول اللہ ﷺ کی صفات	10-8	498
بیعت رضوان	10-8	498
حدیبیہ کی تفصیل	10-8	499
نقشہ: حدیبیہ		450
اس عظیم الشان بیعت کا سبب	10-8	501
حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کا جھوٹا عذر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید	14-11	507
آیت مبارکہ میں ﴿ كَلٰمَ اللّٰهِ ﴾ سے کیا مراد ہے؟	15	508
ایک اور جہاد کی خبر جس سے مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے گا	17,16	509
ترک جہاد کے لیے شرعی عذر	17,16	510

صفحہ	آیات	عنوانات
510	19,18	اہل بیعت رضوان کے لیے خوشنودی اور غنیمتوں کی بشارت
512	24-20	بہت سی غنیمتوں کا وعدہ
512	24-20	قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت
513	24-20	کفارِ مکہ حدیبیہ میں لڑائی کرتے تو بھاگ جاتے اور نہ ٹھہرتے
514	26,25	صلح حدیبیہ کی مصلحتیں
515	26,25	قصہ صلح حدیبیہ، احادیث کی روشنی میں
525	28,27	نبی ﷺ کے خواب کی صداقت
529	28,27	دنیا پر مسلمانوں کے غلبے کی بشارت
530	29	مومنین کی صفات

سورۂ حجرات

صفحہ	آیات	عنوانات
533	3-1	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی کی ممانعت
534	3-1	آیت کا سبب نزول اور تعظیم نبی ﷺ
535	3-1	تعظیم نبی ﷺ کا ایک اور پہلو
535	3-1	تعظیم نبی ﷺ کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں
536	5,4	نبی ﷺ کو حجروں کے باہر سے آواز دینے والوں کی مذمت
537	8-6	بدکردار کی خبر کی تحقیق کا حکم
539	8-6	نبی ﷺ کا حکم ہی سب سے زیادہ بہتر ہے
539	8-6	اسلام اور ایمان میں فرق
541	10,9	لڑنے والے مومنوں میں صلح کرا دینے کا حکم
543	10,9	اخوت اس کو کہتے ہیں
544	11	تمسخر کرنے اور حقیر جاننے کی ممانعت
545	11	برے نام رکھنے اور پکارنے کی ممانعت
545	12	بدگمانی کی ممانعت

عنوانات	آیات	صفحہ
غیبت اور چغلی کرنے والے کی توبہ کا طریقہ	12	549
تمام انسان آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں	13	549
اللہ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے	13	550
ایک اور حدیث	13	550
ایک اور حدیث	13	550
مومن اور مسلم میں فرق	18-14	552
سورۂ ق		
مفصل سورتوں کا آغاز		555
سورۂ ''ق'' کی فضیلت		555
ایک اور حدیث		555
کفار کا رسالت وآخرت پر تعجب اور ان کی تردید	5-1	556
اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا بیان جو آخرت سے بھی بڑی ہے	11-6	558
سابقہ امتوں کی ہلاکت اور قریش کو نصیحت	15-12	560
دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے	15-12	561
انسان کے پاس جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ وحفاظت کیے ہوئے ہے	22-16	562
سکرات موت، نفخ صور اور حشر کے ساتھ نصیحت	22-16	563
فرشتے کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کا کافر کو جہنم میں گرانے کا حکم	29-23	566
اللہ تعالیٰ کے پاس انسان اور شیطان کا جھگڑا	29-23	567
جنت وجہنم کے حالات	35-30	568
دوسری حدیث	35-30	568
ایک اور روایت	35-30	569
کفار کو عذاب کی دھمکی اور نبی ﷺ کو صبر اور نماز کا حکم	40-36	570
روز قیامت کے بعض حقائق کے ساتھ نصیحت	45-41	574

عنوانات	آیات	صفحہ
نبی ﷺ کو تسلی	45-41	575
سورۂ ذریٰت		
آخرت اور حساب کی خبر کی صداقت	14-1	577
مشرکین کی باتوں میں اختلاف	14-1	578
پرہیز گاروں کی جزا اور ان کی صفات	23-15	580
زمین اور نفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں	23-15	583
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ	30-24	584
پارہ:27		
قوم لوط کی تباہی کے لیے فرشتوں کی آمد	37-31	586
باعثِ عبرت واقعات	46-38	587
توحید باری تعالیٰ کے دلائل	51-47	589
ہر قوم نے اپنے رسول کی ایک ہی طرح تکذیب کی ہے	60-52	590
جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے	60-52	590
سورۂ طور		
فضیلت		592
عذاب کے وقوع پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم	16-1	593
یوم عذاب، یعنی روز قیامت کا حال	16-1	594
سعادت مندوں کا انجام	20-17	595
مومن کی اولاد بھی اسی کے ہم مرتبہ ہوگی	28-21	597
گناہ گاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عدل	28-21	598
جنت کی شراب اور اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ	28-21	598
مشرکین کی بہتان بازیوں سے رسول اللہ ﷺ کی براءت	34-29	600

عنوانات	آیات	صفحہ
توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور مشرکین کی حیلہ سازیوں کی نفی کے بارے میں چند سوالات	43-35	602
مشرکین کے سرکشی کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہونے کا بیان	49-44	604
رسول اللہ ﷺ کو تسبیح اور صبر کا حکم	49-44	605
سورۂ نجم		
یہ پہلی سورت ہے جس میں سجدۂ تلاوت نازل کیا گیا		608
رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم	4-1	608
رحمۃ للعالمین ﷺ خواہشِ نفس سے گفتگو نہیں فرماتے	4-1	609
رسول امین ﷺ کے مُعلّم روح الامین	18-5	610
﴿ قَابَ قَوْسَيْنِ ﴾ کی تفسیر	18-5	611
کیا نبی ﷺ نے شبِ معراج اپنے رب کا دیدار کیا؟	18-5	613
جبریل علیہ السلام کے کتنے پر ہیں؟	18-5	614
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیدارِ الٰہی کے متعلق موقف	18-5	614
محمد رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو کتنی دفعہ دیکھا؟	18-5	615
سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتوں، روشنیوں اور رنگوں کا جمگھٹ	18-5	615
بتوں کے پجاریوں کی تردید اور لات، عزّیٰ اور منات کا بیان	26-19	617
ہر ایک قبیلے کا صنم خانہ	26-19	618
معبودانِ باطلہ کو مذکر اور فرشتوں کو مؤنث قرار دینے پر مشرکین کی تردید	26-19	619
خواہشات سے خیر حاصل نہیں ہوتی	26-19	620
اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں	26-19	620
فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے پر مشرکین کی تردید	30-27	621
اہل باطل سے اعراض کا حکم	30-27	621
اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز کو جانتا ہے	32,31	622
محسنین کے اوصاف	32,31	622

عنوانات	آیات	صفحہ
توبہ کی ترغیب اوراپنے آپ کو پاک قرار دینے کی ممانعت	32,31	623
اطاعت سے روگردانی اور بخل کرنے والے کی مذمت	41-33	625
صحف موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کا بیان	41-33	626
قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا	41-33	627
اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر	55-42	628
انذار وتنبیہ اور سجدہ وخضوع کا حکم	62-56	630
تحقیق وتخریج کے مصادر ومراجع		633

تفسیر سُوْرَۃُ سَبَا

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور آخرت میں بھی حمد اسی کے لیے ہے، اور وہ نہایت

الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ

حکمت والا، خوب باخبر ہے① وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں

وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②

چڑھتا ہے، اور وہ نہایت رحم کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے②

تفسیر آیات: 2،1

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ دنیا و آخرت میں حمدِ مطلق کا مستحق صرف وہی ہے کیونکہ دنیا و آخرت میں حقیقی منعم اور فضل و کرم سے نوازنے والا بھی ہے اور حاکمِ مطلق بھی وہی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (القصص 70:28) ''اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کے لیے فرماں روائی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''تمام تعریفیں اُس اللہ ہی کے لیے ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔'' سب مخلوقات اس کے مملوک اور غلام ہیں اور ان میں صرف اسی کا غلبہ و تصرف کارفرما ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ○ ﴾ (الّیل 13:92) ''اور یقیناً آخرت اور دنیا (دونوں ہی) ہماری ہیں۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ ﴾ ''اور آخرت میں بھی اس کی تعریف ہے۔'' یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معبود بھی وہی ہے اور محمود بھی۔

علم غیب صرف اللہ ہی جانتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الْحَكِيْمُ ﴾ ''اور وہ حکمت والا ہے۔'' اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں، ﴿ الْخَبِيْرُ ① ﴾ ''خبر رکھنے والا ہے۔'' یعنی اس سے کوئی چیز مخفی ہے نہ غائب۔

امام مالک رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے بارے میں خبردار ہے اور

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ

اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے عالم الغیب رب کی قسم! بلاشبہ وہ تم پر ضرور آئے گی، آسمانوں میں اور نہ

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ

زمین میں، ذرہ برابر کوئی چیز بھی اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، اور اس (ذرے) سے کوئی چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب (لوح محفوظ) میں (درج)

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ ③ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

نہ ہو③ تاکہ اللہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، وہی لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور باعزت روزی ہے④ اور

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤

جن لوگوں نے ہماری آیتوں میں (ہمیں) عاجز کرنے کی کوشش کی، انھی لوگوں کے لیے سخت ترین، دردناک عذاب ہے⑤ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطِ

وہ دیکھتے (یقین رکھتے) ہیں کہ جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے، اور وہ غالب، تعریف والے (اللہ) کے

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥

راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے⑥

اپنے امر میں حکیم ہے۔[1] اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ''جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے، سب اس کو معلوم ہے۔'' حتی کہ زمین کے ذرات پر نازل ہونے والے بارش کے قطرات اور زمین میں بوئے جانے والے دانوں کی تعداد کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ ان بوئے جانے والے دانوں سے کتنے دانے پیدا ہوں گے اور ان کی کیفیات وصفات کیا ہوں گی، ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ﴾ ''اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے (وہ سب اس کو معلوم ہے۔)'' آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور رزق کو اور آسمان پر چڑھنے والے اعمال صالحہ اور اس کے علاوہ کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②﴾ ''اور وہ مہربان (اور) بخشنے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، اس لیے نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والوں اور اپنے پر بھروسا کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

تفسیر آیات:3-6

روز قیامت ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا: یہ ان تین آیات میں سے ایک ہے، اور اس مفہوم کی چوتھی آیت نہیں ہے، جن میں اس چیز کا بیان ہے کہ جب اہل کفر وعناد نے آخرت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو اپنے عظیم رب کی قسم کھا کر بیان کریں۔ ان میں سے پہلی سورۂ یونس کی درج ذیل آیت ہے: ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ○﴾ (یونس 53:10) ''اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا وہ (قیامت کے دن کا عذاب) واقعی سچ ہے؟ کہہ دیجیے: ہاں! اللہ کی قسم! بے شک وہ سچ ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکو گے۔'' اور دوسری آیت یہ ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ

① تفسیر الطبری: 73/22 عن قتادة رحمه الله.

لَتَاْتِيَنَّكُمْ﴾ ”اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی ہم پر نہیں آئے گی، کہہ دیجیے: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔“ اور تیسری سورۂ تغابن کی حسب ذیل آیت ہے: ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (التغابن 64:7) ”جو لوگ کافر ہیں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، کہہ دیجیے: ہاں ہاں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں بتائے جائیں گے اور یہ (بات) اللہ پر بہت آسان ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ﴾ ”کہہ دیجیے: کیوں نہیں! وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کچھ صفات کا یہاں ذکر فرمایا ہے جن سے قیامت کے آنے کی مزید توثیق و تاکید ہو جاتی ہے، چنانچہ فرمایا ہے: ﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”(وہ پروردگار) غیب کا جاننے والا (ہے) ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز اس سے چھوٹی یا بڑی نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔“ مجاہد اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ﴾ کے معنی ہیں کہ اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔[1] یعنی سب کچھ اس کے علم میں ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، ہڈیاں خواہ گل سڑ کر بکھر جائیں، ذرہ ذرہ ہو جائیں، وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور ان کے ذرات کہاں کہاں بکھرے ہوئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کا اسی طرح اعادہ فرمائے گا جس طرح اس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا کیونکہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پیدا کرنے اور قیامت برپا کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ﴾ ”اس لیے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے انھیں بدلہ دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ اور جنھوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی کہ ہمیں ہرا دیں۔“ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے کی کوشش کی ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ”یہی لوگ ہیں جن کے لیے سخت درد دینے والے عذاب کی سزا ہے۔“ تاکہ وہ سعادت مند مومنوں کو خوش و خرم رکھے اور بد بخت کافروں کو عذاب دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (الحشر 59:20) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ (صٓ 38:28) ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے کیا انھیں ہم ان کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ﴾ ”اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔“ پہلی بات پر عطف کی یہ

[1] تفسير الطبري: 75/22.

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ

اور کافروں نے کہا: کیا ہم تمھیں ایک ایسا شخص بتائیں جو تمھیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ہی پارہ پارہ کردیے جاؤ گے تو بے شک

خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ⑦ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

تم البتہ ازسرنو پیدا کیے جاؤ گے؟ ⑦ کیا اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے یا اسے جنون (لاحق) ہے؟ (قطعاً نہیں!) بلکہ جو لوگ آخرت پر

فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

ایمان نہیں رکھتے (وہ) عذاب اور دور کی گمراہی میں پڑے ہیں ⑧ کیا پھر انھوں نے اپنے آگے اور پیچھے آسمان و زمین کی طرف نہیں

وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

دیکھا؟ اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، بلاشبہ اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے

لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۚ ⑨ ع 1/9/7

کے لیے ضرور ایک نشانی ہے ⑨

دوسری حکمت بیان کی جارہی ہے کہ رسولوں پر نازل کیے جانے والے دین و شریعت پر ایمان لانے والے جب قیامت کے برپا ہونے اور نیکوکاروں اور بدکاروں کے انجام کو دیکھیں گے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کی روشنی میں دنیا ہی میں معلوم تھا اور اب جب اسے یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو پکار اٹھیں گے: ﴿ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ ﴾ (الأعراف 43:7) ''بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔'' یہ بھی کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○ ﴾ (یٰسٓ 52:36) ''یہ وہی تو ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔'' اور ﴿ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ ﴾ (الروم 56:30) ''اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو اور یہ قیامت ہی کا دن ہے۔'' ﴿ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥ ﴾ ''اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور نہایت غالب (اور) لائق تعریف (اللہ) کا رستہ بتاتا ہے۔'' ﴿ الْعَزِيْزِ ﴾ وہ ذات جو اس قدر غالب ہو کہ اسے کوئی مغلوب نہ کر سکے اور نہ اس کے حکم کو ٹال سکے بلکہ اس نے ہر چیز پر تسلط جما کر اسے مغلوب و مقہور کر رکھا ہو۔ اور ﴿ الْحَمِيْدِ ⑥ ﴾ وہ ذات اقدس جو اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں قابل تعریف ہو۔ اور اللہ جل و علا بلاشبہ تمام امور میں قابل ستائش ہے۔

تفسیر آیات: 7-9

کفار کا حیات بعد الممات کا انکار اور اس پر ان کی تردید: اللہ عزوجل نے ان آیات کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ کفار اور ملحدین قیامت کے برپا ہونے کا انکار کرتے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دینے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ ﴾ ''اور کافروں نے کہا کہ بھلا ہم تمھیں وہ آدمی بتائیں جو تمھیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل پارہ پارہ کردیے جاؤ گے۔''

یعنی تمھارے جسم کے ذرات خاک میں مل جائیں گے ﴿ اِنَّكُمۡ ﴾ ''بے شک تم''اس حالت کے بعد ﴿ لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۞ ﴾ ''نئے سرے سے پیدا ہو گے''یعنی دوبارہ زندہ کر دیے جاؤ گے اور تم کھاؤ پیو گے۔ اور وہ یہ بات جو کر رہے ہیں تو یہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا تو رسول اللہ ﷺ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کذب وافترا پر مبنی اس بات کو منسوب کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی ہے یا وہ جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کر رہے لیکن ایک دیوانے اور مجنون شخص کی طرح ان پر معاملہ خلط ملط ہو گیا ہے، اسی لیے ان کفار نے کہا: ﴿ اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ ﴾ ''کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے جنون (لاحق) ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ بَلِ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ فِی الۡعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِیۡدِ ۞ ﴾ ''(قطعاً نہیں!) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور پرلے درجے کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔''یعنی بات اس طرح نہیں جو یہ کہتے ہیں کیونکہ حضرت محمد ﷺ تو صادق، نیکوکار اور ہادیٔ برحق ہیں جس بات کو پیش فرماتے ہیں وہ حق ہے اور یہ کافر ہی کاذب، جاہل اور نادان ہیں ﴿ فِی الۡعَذَابِ ﴾ ''عذاب میں (مبتلا) ہیں۔''یعنی اس کفر میں جس کی وجہ سے یہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جائیں گے ﴿ وَالضَّلٰلِ الۡبَعِیۡدِ ۞ ﴾ ''اور پرلے درجے کی گمراہی میں (پڑے) ہیں۔'' آخرت میں یہ عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا میں حق وہدایت سے دور ہو کر پرلے درجے کی جہالت اور گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

اس جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں اپنی قدرت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ﴾ ''کیا پھر انھوں نے اپنے آگے اور پیچھے آسمان وزمین کی طرف نہیں دیکھا؟''یعنی یہ جہاں بھی جائیں اور جس طرف کا بھی رخ کریں آسمان کو اپنے اوپر اور زمین کو اپنے نیچے پائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰهَا بِاَیۡىدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ○ وَالۡاَرۡضَ فَرَشۡنٰهَا فَنِعۡمَ الۡمٰهِدُوۡنَ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 51:47,48) ''اور آسمانوں کو ہم ہی نے قوت سے بنایا اور بلاشبہ ہم بہت وسعت والے ہیں اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو!) ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَیۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔''یعنی اگر ہم چاہیں تو ان کے ظلم اور ان پر اپنی قدرت کی وجہ سے ہم ایسا کر دیں لیکن عفو ودرگزر اور حلم وبردباری کی وجہ سے ہم نے ان کی سزا کو مؤخر کر دیا ہے، پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِیۡبٍ ۞ ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ایک نشانی ہے۔''معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ مُّنِیۡبٍ ۞ ﴾ کے معنی توبہ کرنے والے کے ہیں۔[1] اور قتادہ ہی سے روایت ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے کے ہیں۔[2] یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی طرف دیکھنے والے ذہین وفطین اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہر انسان کے لیے انسانوں کے دوبارہ زندہ کیے جانے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی دلیل موجود ہے،

① تفسیر الطبری :80/22. ② فضائل القرآن لأبی عبید، ص:163.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

اور یقیناً ہم نے داود کو اپنی طرف سے فضیلت عطا کی، (ہم نے حکم دیا:) اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح دہراؤ، اور (اے) پرندو! (تم بھی) اور ہم نے اس

الْحَدِيْدَ ⑩ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ

کے لیے لوہا نرم کر دیا⑩ کہ تو کامل کشادہ (زرہیں) بنا اور کڑیاں جوڑنے میں (مناسب) اندازہ رکھ، اور تم (سب) نیک عمل کرو، تم جو کرتے ہو بلاشبہ

اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑪

اسے میں خوب دیکھنے والا ہوں ⑪

یعنی جو ذات پاک ان بلند و بالا آسمانوں اور اس وسیع و عریض اور پست زمین کے پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ بلاشبہ اس بات پر بھی قدرت تامہ رکھتا ہے کہ جسموں کو دوبارہ پیدا کر دے اور خاک میں بکھری ہوئی ہڈیوں کے ذرات میں دوبارہ جان پیدا کر دے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ ﴾ (یٰس 81:36) ''کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کرے؟ کیوں نہیں!'' اور فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 57:40) ''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بہت بڑا (کام) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

تفسیر آیات: 11,10

حضرت داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت داود علیہ السلام کو جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا، ان آیات کریمہ میں ان کا ذکر ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا بے حد فضل و کرم فرمایا، انھیں نبوت اور بادشاہت سے سرفراز کیا اور ایسے لشکر عطا فرمائے جن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اور جن کے پاس ساز و سامان بھی بہت تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت خوب صورت آواز بھی عطا فرمائی تھی کہ جب وہ خوش الحانی کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تو بلند و بالا پہاڑ اور مضبوط و مستحکم چٹانیں بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنا شروع کر دیتی تھیں حتی کہ فضا میں اڑنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے والے پرندے بھی رک جاتے اور مختلف بولیوں میں ان کے ساتھ گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز کو سنا جبکہ وہ رات کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، آپ نے کھڑے ہو کر ان کی قراءت کو سننا شروع کر دیا، پھر فرمایا: [لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ علیہ السلام] ''اس شخص کو تو آل داود کی سی خوش الحانی عطا کی گئی ہے۔''① ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے کسی طبلے، باجے یا کسی تانت کی آواز نہیں سنی جو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز سے زیادہ خوب صورت ہو۔② اور ﴿ اَوِّبِيْ ﴾ کے معنی ہیں: تسبیح بیان کرو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے۔③ تأویب کے لغوی معنی لوٹانے کے ہیں، پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا گیا تھا

① تفسیر الطبری: 80/22. ② سنن النسائی، الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت، حدیث: 1022. ③ تفسیر الطبری: 81,80/22.

وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهۡرٌ‌ۚ وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ‌ؕ

اور ہوا کو سلیمان کے (تابع کیا)، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ (کی مسافت) تھا اور اس کا شام کا چلنا بھی ایک ماہ (کی مسافت) تھا، اور ہم نے اس کے لیے

وَمِنَ الۡجِنِّ مَنۡ يَّعۡمَلُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ‌ؕ وَمَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ

پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور بعض جن (اس کے تابع کر دیے) جو اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو

اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ ⑫ يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَتَمَاثِيۡلَ

ہمارے حکم سے سرکشی کرتا تو ہم اسے خوب بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے ⑫ جو وہ (سلیمان) چاہتا وہ (جن) اس کے لیے وہی بنا دیتے، عالی شان

وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ‌ؕ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا‌ؕ وَقَلِيۡلٌ

عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں جیسے (بڑے بڑے) لگن اور ایک ہی جگہ (چولہوں پر) جمی ہوئی دیگیں، اے آل داود! شکرانے کے طور پر (نیک) عمل کرو، اور

مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ ⑬

میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہی ہیں ⑬

کہ داود علیہ السلام کی آواز سن کر وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ پڑھیں۔

﴿ وَاَلَنَّا لَهُ الۡحَدِيۡدَ ⑩ ﴾ ”اور ان کے لیے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا۔“ امام حسن بصری، قتادہ، اعمش اور دیگر کئی علماء رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ انھیں اس بات کی ضرورت نہ ہوتی تھی کہ وہ لوہے کو آگ میں داخل کریں یا اسے ہتھوڑے کے ساتھ کوٹیں بلکہ اسے ہاتھ سے اسی طرح استعمال میں لے آتے تھے جیسے ہاتھ سے دھاگوں کو بٹ لیا جاتا ہے۔① اس لیے ارشاد فرمایا: ﴿ اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ ﴾ ”کہ کامل کشادہ (زرہیں) بناؤ۔“ ﴿ سٰبِغٰتٍ ﴾ زرہوں کو کہتے ہیں، امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساری مخلوق میں سب سے پہلے حضرت داود علیہ السلام ہی نے زرہیں بنائی تھیں، ان سے پہلے لوہے کی صرف تختیاں استعمال کی جاتی تھیں۔② ﴿ وَّقَدِّرۡ فِى السَّرۡدِ ﴾ ”اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو۔“ زرہوں کی صنعت سکھانے کے سلسلے میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی داود علیہ السلام کے لیے رہنمائی تھی اور امام مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ اس قدر آہستہ نہ ٹھونکو کہ وہ حلقے میں ہلتا رہے اور نہ اس قدر زور سے ٹھونکو کہ وہ اسے پھاڑ دے بلکہ اسے ایک محتاط اندازے کے ساتھ ٹھونکو۔③ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ وَّقَدِّرۡ فِى السَّرۡدِ ﴾ میں ”سرد“ سے مراد لوہے کے حلقے ہیں④ اور بعض نے کہا ہے کہ درع مسرودۃ اس صورت میں کہا جاتا ہے، جب اس کے حلقوں میں کیل لگائے گئے ہوں اور انھوں نے شاعر کے درج ذیل شعر کو بطور استشہاد پیش کیا ہے:

وَ عَلَيۡهِمَا مَسۡرُوۡدَتَانِ قَضَاهُمَا دَاوُدُ أَوۡ صَنَعَ السَّوَابِغَ تُبَّعُ

”ان دونوں پر کیلوں اور میخوں سے ٹھونکی ہوئی دو زرہیں ہیں جنھیں داود نے بنایا ہے یا شاید ان زرہوں کو تبع (یمن کے بادشاہ) نے بنایا ہے۔“⑤

① تفسیر الطبری: 82/22 و تفسیر القرطبی: 266/14. ② تفسیر الطبری: 82/22. ③ تفسیر الطبری: 83/22.
④ تفسیر الطبری: 83/22. ⑤ تفسیر الطبری: 83/22.

اور فرمایا: ﴿ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ ﴾ ”اور تم سب نیک عمل کرو۔“ ان نعمتوں کے سلسلے میں جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں نوازا ہے۔ ﴿ اِنِّیۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ⑪ ﴾ ”جو عمل تم کرتے ہو بلاشبہ اسے میں خوب دیکھنے والا ہوں۔“ تمھارا نگہبان ہوں، تمھارے اعمال واقوال کو دیکھنے والا ہوں اور تمھاری کوئی بات بھی مجھ سے مخفی نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 13,12

حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم: حضرت داود علیہ السلام پر اپنے انعامات کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے ان کے صاحبزادے سلیمان علیہ السلام کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی، امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کے وقت دمشق سے اپنے تخت پر سفر شروع کرتے اور دوپہر کا کھانا اصطخر میں تناول فرماتے، پھر اصطخر سے سفر شروع کرتے تو رات کابل میں بسر فرماتے۔[1] یاد رہے کہ دمشق اور اصطخر کے درمیان اور اصطخر اور کابل کے درمیان تیز رفتار سواری ہو تو پورے ایک ایک مہینے کی مسافت ہے۔[2]

﴿ وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ ؕ ﴾ ”اور اس کے لیے ہم نے (پہاڑوں سے) تانبے کا چشمہ بہا دیا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطاء خراسانی، قتادہ، سدی، مالک از زید بن اسلم، عبدالرحمن بن زید بن اسلم اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ قِطر کے معنی تانبے کے ہیں۔[3] قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ چشمہ یمن میں تھا۔[4] اب لوگ جس قدر بھی تانبا استعمال کرتے ہیں، اس کا تعلق اسی تانبے سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لیے نکالا تھا۔ ﴿ وَمِنَ الۡجِنِّ مَنۡ يَّعۡمَلُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ؕ ﴾ ”اور جنوں میں سے ایسے تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام کرتے اور سلیمان علیہ السلام جن عمارتوں کو بنوانا چاہتے وہ ان کی خواہش کے مطابق بنا دیتے تھے اور دیگر کئی کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ ﴿ وَمَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا ﴾ ”اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے سرکشی کرتا۔“ یعنی حکم عدولی اور نافرمانی کرتا ﴿ نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ ⑫ ﴾ ”تو ہم اسے خوب بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے۔“ سعیر کے معنی آگ کے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَتَمَاثِيۡلَ ﴾ ”وہ (سلیمان) جو کچھ چاہتا یہ (جن) اس کے لیے وہی بناتے، عالی شان عمارتیں اور مجسمے۔“ ﴿ مَحَارِيۡبَ ﴾ سے مراد خوبصورت عمارت ہے، سکونت کے لیے قلعے چونکہ سب سے اشرف ونمایاں ہوتے ہیں، جبکہ ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد رہائشی مکانات ہیں۔[5] عطیہ عوفی، ضحاک اور سدی کا قول ہے کہ ﴿ تَمَاثِيۡلَ ﴾ کے معنی تصویریں ہیں۔[6] اور فرمایا: ﴿ وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ ﴾ ”اور (بڑے بڑے)

---

① تفسیر الطبری: 85/22. ② اصطخر سے دمشق اور اصطخر سے کابل دونوں کا فضائی فاصلہ قریباً سترہ سترہ سو (1700) کلومیٹر ہے۔ اصطخر ساسانی سلطنت کا پہلا دارالحکومت تھا۔ اب اس کے کھنڈر ایران کے صوبہ فارس کے دارالحکومت شیراز کے شمال مشرق میں 66 کلومیٹر کے فاصلے پر پائے جاتے ہیں۔ ③ تفسیر الطبری: 85/22 و تفسیر القرطبی: 270/14. ④ تفسیر الطبری: 85/22.
⑤ تفسیر الطبری: 86/22. ⑥ تفسیر الطبری: 87/22 و تفسیر الماوردی: 438/4.

حوضوں کی طرح ٹب اور ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔'' جواب، جابیة کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ حوض ہے جس میں پانی جمع کیا جائے اور القدور الراسیات سے مراد دیگیں ہیں جو اپنی جگہ ہی پر رہیں اور اتنی بڑی ہوں کہ انھیں ان کی جگہ سے ہلایا اور ہٹایا نہ جاسکے۔ مجاہد، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ ①

﴿ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ﴾ ''اے داود کی اولاد! شکرانے کے طور پر (نیک) عمل کرو۔'' یعنی ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دین اور دنیا کی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے ان پر شکر ادا کرو۔ ﴿ شُكْرًا ﴾ غیر فعل سے مصدر ہے، یا مفعول لہٗ ہے، دونوں صورتوں میں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شکر فعل کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور قول و نیت کے ساتھ بھی، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَآءُ مِنِّي ثَلَاثَةً   يَدِي وَلِسَانِي وَالضَّمِيرَ الْمُحَجَّبَا

''تمھارے احسانات نے میری طرف سے تمھیں تین چیزوں کا فائدہ دیا ہے، یعنی میرے ہاتھ، میری زبان اور میرے پوشیدہ دل کا (کہ ان تینوں سے میں تمھارا شکر گزار رہوں۔)''

ابو عبدالرحمٰن حُبلی کہتے ہیں کہ نماز شکر ہے، روزہ شکر ہے، ہر نیکی جسے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے شکر ہے اور افضل شکر حمد ہے۔ اسے ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ ②

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَحَبَّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَأَحَبَّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَّ يُفْطِرُ يَوْمًا (وَّلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى)] ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داود علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات سوتے اور (رات کا) تیسرا حصہ قیام کرتے، پھر اس (رات) کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے سے بھاگتے نہیں تھے۔'' ③

ابن ابوحاتم نے فضیل سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ داود علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تیرا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں جبکہ شکر ادا کرنا بھی تو تیری نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا جب تمھیں یہ معلوم ہوگیا کہ تمام نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔ ④ ﴿ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾ ''اور میرے بندوں میں سے شکر گزار بہت ہی تھوڑے ہیں۔'' اور یہ امر واقع کو بیان کیا گیا ہے۔

---

① تفسير الطبري: 89/22. ② تفسير الطبري: 89/22. ③ صحيح البخاري، التهجد، باب من نام عند السحر، حديث:1131 وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به......، حديث: (189)-1159 واللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الصوم، باب صوم داود علیہ السلام، حديث:1979 وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر......، حديث: (187)-1159 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما میں ہیں۔ ④ الدر المنثور: 430/5.

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ (نافذ) کیا تو ان (جنوں) کو زمین کے کیڑے (دیمک) کے سوا کسی چیز نے بھی سلیمان کی موت کی اطلاع نہ دی،

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۟ؕ ⑭

وہ اس کی لاٹھی کو کھاتا رہا، پھر جب وہ گر پڑا تو جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ اس رسوا کن عذاب (مشقت) میں مبتلا نہ رہتے ⑭

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ

سبا (قوم) کے لیے ان کی بستی میں یقیناً ایک عظیم نشانی تھی، دائیں اور بائیں طرف دو باغ تھے، (ہم نے کہا:) تم اپنے رب کے رزق سے کھاؤ، اور اس کا

وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ⑮ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ

شکر ادا کرو، (یہ) پاکیزہ شہر ہے، اور رب بڑا بخشنے والا ہے ⑮ پھر انھوں نے (جب ہدایت سے) منہ موڑا تو ہم نے ان پر بند (ڈیم) کا سیلاب بھیج دیا، اور

بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ⑯ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ

ان کے دونوں باغوں کے بدلے میں ہم نے انھیں دو ایسے باغ دیے جو بدمزہ پھل، (بکثرت) جھاؤ اور کچھ بیریوں والے تھے ⑯ یہ ہم نے انھیں ان کی

وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ⑰

ناشکری کی سزا دی، اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیتے ہیں ⑰

تفسیر آیت: 14

سلیمان علیہ السلام کی وفات کی روشنی میں مسئلہ علم غیب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اس نے کس طرح ان کی موت سے ان جنوں کو بے خبر رکھا جو سخت مشقت کے کام سر انجام دینے کے لیے ان کے تابع فرمان تھے۔ سلیمان علیہ السلام اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ مِنْسَاَةٌ کے معنی لاٹھی ہی کے ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے۔[1] اور آپ قریباً ایک سال کی طویل مدت تک عصا کے ساتھ ٹیک لگائے رہے، جب عصا کو گھن نے کھا لیا تو عصا کمزور ہو کر زمین پر گر گیا اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ تو بہت مدت قبل وفات پا گئے تھے اور اس سے جنوں اور انسانوں کے سامنے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے اور ان کا جو یہ وہم ہے جس میں انھوں نے دوسرے لوگوں کو بھی مبتلا کر رکھا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ وہ قطعاً غیب نہیں جانتے اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۟ؕ﴾ ''ان (جنوں) کو زمین کے کیڑے (دیمک) کے سوا کسی چیز نے بھی اس (سلیمان) کی موت کی اطلاع نہ دی، وہ اس کے عصا کو کھاتا رہا، پھر جب وہ گر پڑا تب جنوں نے جان لیا (اور کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔'' اور لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ جو کہتے تھے کہ وہ غیب جانتے ہیں تو یہ جھوٹ بولتے تھے (کیونکہ اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات طویل عرصے تک ان سے مخفی نہ رہتی۔)

---

[1] تفسير الطبري: 22/90.

تفسیر آیات:15-17

قوم سبا کا کفرانِ نعمت اور ان کی سزا: سبا یمن کے بادشاہ اور وہاں کے رہائشی تھے، قومِ تُبّع کا تعلق انھی سے ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والی ملکہ بلقیس بھی سبا کی رہنے والی تھی۔ قوم سبا کو پھلوں کی بہتات اور رزق کی فراوانی حاصل تھی اور انھیں اپنے علاقے میں ہی خوشحالی اور عیش و عشرت کی زندگی میسر تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی طرف کئی رسولوں کو مبعوث فرمایا جنھوں نے انھیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا رزق کھائیں، اس کا شکر بجالائیں، اس کی توحید کے گیت گائیں اور اس کی بندگی کو اختیار کریں، کچھ عرصہ یہ لوگ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے لیکن پھر انھوں نے اس سے منہ موڑ لیا تو انھیں یہ سزا دی گئی کہ ایک بہت بڑا اسیلاب بھیج کر ان کا شیرازہ منتشر کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ إن شاء اللّٰه.

ابن جریر نے فروہ بن مُسَیک غُطَیفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! سبا کے بارے میں بتائیں کہ وہ کسی جگہ کا نام ہے یا عورت کا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَيْسَ بِأَرْضٍ وَّلَا امْرَأَةٍ وَّلٰكِنَّهُ رَجُلٌ وَّلَدَ عَشَرَةً مِّنَ الْعَرَبِ، فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَّتَشَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ، فَأَمَّا الَّذِينَ تَشَاءَمُوا: فَلَخْمٌ وَّجُذَامٌ وَّغَسَّانُ وَعَامِلَةُ، وَأَمَّا الَّذِينَ تَيَامَنُوا فَالْأَزْدُ وَالْأَشْعَرُونَ وَحِمْيَرُ وَكِنْدَةُ وَمَذْحِجٌ وَّأَنْمَارُ، فَقَالَ رَجُلٌ يَّارَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا أَنْمَارُ؟ قَالَ: اَلَّذِينَ مِنْهُمْ خَثْعَمُ وَ بَجِيلَةُ] ''وہ کسی جگہ یا عورت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ عربوں میں سے ایک آدمی کا نام ہے جس کے دس بیٹے تھے جن میں سے چھ یمن میں اور چار شام میں آباد ہو گئے تھے۔ شام میں آباد ہونے والے لخم، جُذام، عاملہ اور غسان تھے اور یمن میں آباد ہونے والے کندہ، اشعری، ازد، مَذحج، حِمیر اور انمار تھے۔ اس شخص نے عرض کی: انمار کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انمار وہ ہیں جن سے خثعم اور بجیلہ خاندان تعلق رکھتے ہیں۔''[1] اسے امام ترمذی نے جامع میں اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔[2]

علمائے نسب، جن میں امام محمد بن اسحاق بھی شامل ہیں، کہتے ہیں کہ سبا کا نام عبد شمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے، اسے سبا نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ یہی وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے عربوں میں لوگوں کو قیدی بنایا تھا۔ اسے رائش بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے جنگ میں مال غنیمت حاصل کیا تھا، اس نے اپنی قوم کو بھی مال غنیمت میں سے حصہ دیا اور عرب مال کو ریش اور ریاش بھی کہتے ہیں۔ قحطان کے بارے میں تین اقوال ہیں: (1) یہ ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہے اور تین واسطوں سے اس کا ان کے ساتھ نسب ملتا ہے۔ (2) یہ عابر کی نسل سے ہے اور عابر سے مراد حضرت ہود علیہ السلام ہیں اور ہود علیہ السلام سے بھی ان کا تین واسطوں سے نسب ملتا ہے۔ (3) یہ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہے اور ان سے بھی آپ کا نسب تین واسطوں سے ملتا ہے۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر نمری رحمہ اللہ نے اسے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب

---

[1] تفسير الطبري: 94/22. [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة سبا، حديث: 3222.

الإنباه علی ذکر أصول القبائل الرواۃ میں بیان فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: [كَانَ رَجُلًا مِّنَ الْعَرَبِ] ''وہ عربوں میں سے ایک شخص تھا۔''① کے معنی ہیں کہ وہ ان عرب عاربہ میں سے تھا جو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے تھے اور جن کا تعلق سام بن نوح کی نسل سے تھا، تیسرے قول کے مطابق اس کا تعلق حضرت خلیل علیہ السلام کی نسل سے تھا لیکن یہ بات اہل نسب کے ہاں مشہور نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاندان اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: [اِرْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ! فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا] ''اے بنی اسماعیل! تیراندازی کرو، تمھارا باپ بھی تیرانداز تھا۔''② اسلم ایک انصاری قبیلہ ہے اور اوس وخزرج دونوں انصاری قبائل غسان، یعنی سبا کے عرب یمن میں سے ہیں، جب سبا کے لوگ شدید سیلاب کی وجہ سے مختلف علاقوں میں پھیل گئے تو یہ یثرب میں آ بسے تھے، ان میں سے ایک جماعت نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی، انھیں غسان پانی کے اس چشمے کی وجہ سے کہا گیا جس کے پاس انھوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ غسان نامی پانی کا یہ چشمہ یمن میں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مُشَلَّل کے قریب تھا جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:

إِمَّا سَأَلْتَ فَإِنَّا مَعْشَرٌ نُّجُبٌ ‏ ‏ ‏ ‏ اَلْأَزْدُ نِسْبَتُنَا وَالْمَآءُ غَسَّانُ

''اگر تم نے ہمارے بارے میں پوچھا ہے تو ہم بہت معزز لوگ ہیں، ہماری نسبت ازدی ہے اور ہمارے پانی (کے چشمے) کا نام غسّان ہے۔''③

آپ نے جو یہ فرمایا: [وَلَدَ عَشَرَةً مِّنَ الْعَرَبِ] یعنی عرب یمن کے یہ دس قبائل ان کی نسل سے ہیں جو قبائل عرب کی اصل ہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس کی صُلب سے پیدا ہوئے ہیں کہ ان کے اور اس (عبد شمس بن یشجب) کے مابین کم وبیش دو یا تین واسطے ہیں جیسا کہ کتب نسب میں اس کی تفصیل موجود ہے اور آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا: [فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَّتَشَاءَمَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ] ''ان میں سے چھ یمن میں اور چار شام میں بس گئے۔'' تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید سیلاب بھیجا تو ان میں سے کچھ تو اپنے علاقے ہی میں رہے اور کچھ وہاں سے چلے گئے اور دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

وادئ مأرب اور شدید سیلاب: اس وادی میں پانی دو پہاڑوں کے درمیان سے آتا تھا، علاوہ ازیں یہاں سیلابوں، بارشوں اور وادیوں سے آنے والا پانی بھی جمع ہو جاتا تھا۔ قدیم بادشاہوں نے یہاں ایک عظیم اور بہت مضبوط ڈیم بنا دیا تھا حتی کہ پانی کی سطح بلند ہو کر ان دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئی، انھوں نے یہاں بہت سے درخت بھی اُگا دیے جن میں بہت

① المعجم الكبير للطبراني: 245/22، حديث: 639 ومجمع الزوائد، التفسير، سورة سبا: 94/7، حديث: 11287.

② صحيح البخاري، المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسمٰعيل......، حديث: 3507 عن سلمة بن الأكوع ﷺ.

③ مروج الذهب، ذكر ملوك الشام من اليمن: 116/2.

قوم سبا (یمن)

﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ﴾

"سبا (قوم) کے لیے ان کی بستی میں یقیناً ایک عظیم نشانی تھی۔" (سبا 15:34)

● وادئ مارب

خوبصورت اور بڑی کثرت سے پھل لگنے لگے جیسا کہ کئی ایک ائمۂ سلف نے، جن میں امام قتادہ رحمہ اللہ بھی ہیں، یہ ذکر کیا ہے کہ عورت اپنے سر پر ایک خالی ٹوکرا رکھ کر جب ان درختوں کے نیچے چلتی تو پکے ہوئے پھل اس قدر کثرت سے گرتے کہ ٹوکرا بھر جاتا اور پھلوں کو خود توڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی، اس سے اندازہ لگائیے کہ پھل کس قدر کثرت سے ہوتے اور کتنی عمدگی کے ساتھ پکتے تھے۔ ① یہ ڈیم مأرب نامی جگہ میں تھا جس میں اور صنعاء میں تین مراحل کا فاصلہ تھا اور یہ سد مأرب کے نام سے معروف تھا۔ کچھ دیگر ائمۂ سلف نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس شہر میں مکھی، مچھر، پسو اور اس طرح کے دیگر موذی جانور نہ تھے کیونکہ ہوا معتدل اور موسم خوشگوار تھا اور اللہ تعالیٰ کی یہ سب عنایات ان کے شامل حال اس لیے تھیں تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کریں اور اس کی بندگی میں اپنی زندگی صرف کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ﴾ ''(قوم) سبا کے لیے ان کے مقام بود و باش میں ایک نشانی تھی۔'' اور پھر اس نشانی کی وضاحت اس طرح فرمائی: ﴿ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ﴾ ''(یعنی) دو باغ ایک دائیں طرف اور (ایک) بائیں طرف۔'' یعنی دونوں پہاڑوں کی طرف دو باغ تھے اور ان کے درمیان شہر تھا ﴿ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ⑮ ﴾ ''اپنے پروردگار کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو (یہاں تمھارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور (وہاں بخشنے کو) رب غفار۔'' یعنی اگر تم اس کی توحید کو اختیار کیے رکھو گے تو وہ تمھیں بخش دے گا۔ ﴿ فَاَعْرَضُوْا ﴾ ''تو انھوں نے منہ پھیر لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی عبادت اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری سے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انھوں نے سورج کی پوجا شروع کر دی جیسا کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تھی: ﴿ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ○ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ○ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (النمل 27:22-24) ''اور میں آپ کے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں، میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت بھی ہے، میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال انھیں آراستہ کر دکھائے ہیں اور ان کو رستے سے روک رکھا ہے پس وہ رستے پر نہیں آتے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ ﴾ ''پس ہم نے ان پر بند (ڈیم) کا سیلاب چھوڑ دیا۔'' عرم سے مراد پانی ہے اور یہ اسم کی اپنی صفت کی طرف اضافت کے باب سے ہے جیسا کہ مسجد الجامع اور سعید کرز کہا جاتا ہے، یہ سُہیلی نے بیان کیا ہے۔ جبکہ کئی ایک ائمۂ تفسیر نے، جن میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہب بن منبہ، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ بطور خاص قابل ذکر ہیں، یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انھیں سیلاب کی صورت میں سزا دینے کا ارادہ فرمایا تو ڈیم پر زمین کا ایک جانور بھیج دیا، جسے چوہا کہا جاتا ہے، اس نے ڈیم میں سوراخ کر دیا۔ ② وہب بن منبہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ان

① تفسیر الطبری: 95/22. ② تفسیر الطبری: 98,97/22.

لوگوں کی کتابوں میں بھی یہ لکھا ہوا تھا کہ اس ڈیم کی تباہی کا سبب چوہا ہوگا، لہٰذا کچھ عرصے تک وہ وہاں بلیاں رکھتے رہے لیکن جب تقدیر آ گئی تو چوہے بلیوں پر غالب آ گئے، وہ ڈیم کے اندر داخل ہو گئے، انھوں نے اس میں سوراخ کر دیا اور وہ اس کو ان پر لے گرے۔ ①

امام قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ چوہے سے مراد چھچھوندر ہے جس نے ڈیم کے نچلے حصے میں سوراخ کر دیے تھے جس کی وجہ سے اس کی دیواریں کمزور ہو گئیں اور جب سیلاب کے دن آئے اور سیلاب کا پانی زور سے ڈیم کی دیواروں کے ساتھ ٹکرایا تو وہ گر گئیں اور وادی کے زیریں حصے میں زوردار سیلاب آ گیا جس کی زد میں جو بھی عمارتیں یا درخت وغیرہ آئے، سب تباہ و برباد ہو گئے۔ ② اور جب پانی خشک ہوا تو دونوں پہاڑوں کے دائیں اور بائیں طرف کے تمام درخت خشک ہو گئے اور گل سڑ چکے تھے اور وہ درخت جو کبھی بڑے ثمر بار، پر بہار اور سر سبز و شاداب تھے، اب اس طرح تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ ﴾ ''اور انھیں ان کے باغوں کے بدلے دو کسیلے (بدمزہ) میوے والے باغ دیے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطاء خراسانی، حسن، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پیلو کے درخت اور ان کے بدمزہ پھل ہیں۔ ③ ﴿ وَّاَثْلٍ ﴾ ''اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا۔'' عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿ اَثْلٍ ﴾ کے معنی جھاؤ کے ہیں۔ ④ کچھ دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسا درخت ہے جو جھاؤ کے مشابہ ہے۔ ⑤ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ببول (کیکر) کا درخت ہے۔ ⑥ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ⑯ ﴾ ''اور تھوڑی سی بیریاں۔'' تباہ و برباد کیے جانے والے درختوں کے بدلے میں ملنے والے درختوں میں سب سے بہتر بیری کے درخت تھے، اسی وجہ سے ان کا یہاں بطور خاص ذکر کیا گیا ہے، بہرحال ان دو باغوں کا حشر یہ ہوا کہ ان کے عمدہ و شیریں پھلوں، حسین و جمیل نظاروں، ٹھنڈے اور گھنے سایوں اور ان میں رواں دواں نہروں کو پیلو، جھاؤ اور بیری کے ایسے درختوں سے بدل دیا گیا جن میں کانٹے زیادہ اور پھل کم ہوتے ہیں اور یہ سب ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک، حق کی تکذیب اور باطل کی طرف مائل ہو جانے کی وجہ سے تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ⑰ ﴾ ''یہ ہم نے انھیں ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔'' یعنی ہم نے انھیں ان کے کفر کی سزا دی۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر ہی کو سزا دی جاتی ہے۔ ⑦ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ عظیم نے سچ فرمایا ہے کہ کافر اور ناشکرے ہی کو اس کے فعل کے مثل سزا دی جاتی ہے۔ ⑧

---

① تفسير القرطبي : 285/14 . ② تفسير الطبري : 98/22 و تفسير القرطبي : 285/14. ③ تفسير الطبري : 99/22 . ④ تفسير الطبري : 100/22 . ⑤ تفسير القرطبي : 288,287/14 . ⑥ تفسير القرطبي : 287/14 .
⑦ تفسير القرطبي : 288/14 و تفسير الطبري : 101/22 مختصراً. ⑧ تفسير القرطبي : 288/14 .

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا

اور ہم نے ان (اہل سبا) کے اوران بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی، کئی بستیاں باہم متصل (سرِ راہ آباد) رکھی تھیں، اوران میں ہم نے

السَّيْرَ ط سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ⑱ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا

چلنے (آنے جانے) کی منزلیں مقرر کردی تھیں، (ہم نے کہا:) تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن سے سفر کرو⑱ پھر انھوں نے کہا: اے ہمارے رب!

وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ہمارے سفروں میں دوری پیدا کردے، اور انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، چنانچہ ہم نے انھیں افسانے بنا ڈالا اور انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا،

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑲

بلاشبہ اس میں ہر صابر وشاکر کے لیے عظیم نشانیاں ہیں⑲

تفسیر آیات: 19،18

سبا کی تجارت اور اس کا خاتمہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس نعمت، شادکامی، خوش وخرم زندگی، ترقی یافتہ علاقے، پرامن مقامات اور ان کی ان شاد وآباد بستیوں کا ذکر کیا ہے جن کا وسیع پیمانے پر جال بچھا ہوا تھا، پھر انھیں بہت سے درختوں، فصلوں اور پھلوں سے بھی نواز دیا گیا تھا، خوش حالی وفراوانی کا اس قدر دور دورہ تھا کہ مسافر کو کسی قسم کے زادِراہ اور پانی کو اپنے ہمراہ لے جانے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ وہ جہاں بھی پڑاؤ ڈالتا، اسے پانی اور پھل میسر آ جاتے تھے۔ ایک بستی میں اگر وہ دوپہر گزارتا تو رات ہونے تک وہ دوسری بستی میں پہنچ جاتا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا﴾ ''اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی (متصل بستیاں) بنا دیں۔'' مجاہد، حسن، سعید بن جبیر، مالک از زید بن اسلم، قتادہ، ضحاک، سدی، ابن زید اور دیگر بہت سے ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ان سے شام کی بستیاں مراد ہیں، یعنی جب وہ یمن سے شام کی طرف سفر کرتے تو ان کے رستے میں مبارک اور مسلسل بستیوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔[1]

عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان بابرکت بستیوں سے مراد بیت المقدس ہے۔[2] ﴿قُرًى ظَاهِرَةً﴾ ''ایک دوسرے کے متصل دیہات۔'' جو بہت نمایاں اور واضح تھے، مسافر انھیں جانتے پہچانتے تھے، اگر وہ ان میں سے کسی ایک بستی میں دوپہر گزارتے تو رات ہونے تک دوسری بستی میں پہنچ جایا کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ﴾ ''اوران میں ہم نے آمد ورفت کی منزلیں مقرر کر دی تھیں۔'' یعنی ان میں فاصلہ مسافروں کی ضرورت کے مطابق رکھا تھا۔ ﴿سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ﴾ ''تم ان میں رات دن بے خوف وخطر چلتے رہو۔'' یعنی دن ہو یا رات ہر وقت سفر پُر امن ہے۔ ﴿فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''تو انھوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہماری مسافتوں میں بُعد (اور طول پیدا) کردے اور (اس سے) انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔'' کچھ لوگوں نے ان الفاظ کو [بَعِّدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا]

---

① تفسیر الطبری : 103،102/22 وتفسیر القرطبی : 289/14 . ② تفسیر الطبری : 102/22 .

بھی پڑھا ہے، یعنی انھوں نے اس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ [1] اور انھوں نے ایسے صحراؤں اور جنگلوں کو پسند کیا جن میں سفر کے لیے انھیں زادِ راہ اور سواریوں کی ضرورت ہوتی، نیز گرم موسموں اور پرخطر راستوں میں سفر کو پسند کیا ﴿ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ﴾ ''تو ہم نے انھیں مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے افسانے بنا دیا۔'' یعنی ہم نے انھیں نیست و نابود کر کے قصے کہانیوں اور افسانوں کا موضوع بنا دیا اور لوگ ان کے حالات بیان کرنے لگے کہ ان کی اجتماعیت والفت اور خوش حالی وفراوانی کی زندگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے کس طرح انھیں ان کی ناقدری و ناشکری کی سزا دی اور کس طرح ان کے شیرازے کو منتشر کر دیا اور وہ مختلف شہروں اور علاقوں میں تتر بتر ہو کر رہ گئے، اسی لیے لوگوں کے منتشر ہونے کے موقع پر عربوں نے کہنا شروع کر دیا: تَفَرَّقُوا أَيْدِي سَبَأ اسی طرح أَيَادِي سَبَأ اور تَفَرَّقُوا شَذَرَ مَذَرَ ان سب ضرب الامثال کا مطلب یہ ہے کہ فلاں لوگ سبا کے لوگوں کی طرح منتشر اور متفرق ہو گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ ﴾ ''یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔'' یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جس ناراضی اور عذاب میں مبتلا ہونا پڑا اور کفر اور گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے نعمتوں اور خوش حالیوں کے بجائے سزا کا مستحق بننا پڑا، اس میں ہر اس بندے کے لیے عبرت کا سامان ہے جو مصائب پر صبر کرے اور نعمتوں پر شکر بجالائے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَشَكَرَ وَ إِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَصَبَرَ، اَلْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلٰى فِي امْرَأَتِهِ] ''میں نے مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر بہت تعجب کیا ہے کہ اگر اسے کوئی خیر پہنچے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور شکر ادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف ومصیبت پہنچے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے حتی کہ اس لقمہ پر بھی جسے وہ اپنی بیوی کے منہ تک پہنچاتا ہے۔'' [2] اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ [3] اور اس حدیث کا صحیحین میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ شاہد بھی ہے: [عَجَبًا (لِّلْمُؤْمِنِ لَا يَقْضِي اللّٰهُ لَهٗ شَيْئًا إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهٗ) وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ] ''مردِ مومن کا معاملہ بہت ہی تعجب خیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جو بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ بات مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہے، اگر اسے خوشی ومسرت حاصل ہو تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ شکر ادا کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر

---

[1] تفسیر الطبری: 104/22 و تفسیر القرطبی: 291,290/14 . [2] مسند أحمد : 173/1. [3] السنن الکبرٰی للنسائی، عمل الیوم واللیلة، باب ما یقول إذا أصابته مصیبة ؟263/6، حدیث: 10906 .

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿20﴾ وَمَا كَانَ

اور ابلیس نے ان پر اپنا خیال یقیناً سچ کر دکھایا، چنانچہ سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے سب نے اسی کی اتباع کی ﴿20﴾ اور اس (ابلیس) کا ان

لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ

پر کوئی زور نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ ہو کر) جو آخرت کے متعلق شک میں ہے؟ اور آپ کا

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿21﴾ ع 2/12/8

رب ہر چیز پر خوب نگہبان ہے ﴿21﴾

اسے کوئی تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ صبر کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔''①

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿19﴾ ﴾ ''یقیناً اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔'' قتادہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ مطرف کہا کرتے تھے: کیا خوب ہے وہ صابر و شاکر بندہ کہ جب اسے دیا جائے تو وہ شکر بجالائے اور جب اسے تکلیف میں مبتلا کر دیا جائے تو وہ صبر کرے۔②

تفسیر آیات: 21,20

ابلیس نے کفار کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا: اللہ تعالیٰ نے جب سبا کا قصہ ذکر کیا اور قوم سبا کے بارے میں بیان فرمایا کہ انھوں نے نفسانی خواہشات اور شیطان کی پیروی کی تو اب انھی جیسے دیگر لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے ابلیس اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور رشد و ہدایت کی مخالفت کی: ﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ ﴾ ''اور ابلیس نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ یہ آیت اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: ﴿ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ز لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 17:62) ''دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی ضرور جڑ کاٹ دوں گا۔'' اور کہا: ﴿ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7:17) ''پھر میں ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے (غرض ہر طرف سے) ان کے پاس ضرور آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔'' اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں۔③

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴾ ''اور اس کا ان پر کوئی زور نہ تھا۔'' کے بارے

---

① صحیح مسلم، الزهد، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999، جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 24/5 میں ہیں۔ نوٹ: صحیح بخاری میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ② تفسیر الطبری: 106/22. ③ تفسیر الطبری: 107/22 عن ابن زید رحمہ اللہ.

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: انھیں پکارو جنھیں تم نے اللہ کے سوا (معبود) خیال کیا تھا، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے، اور

فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿22﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ

نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار ہی ہے﴿22﴾ اور اس کے ہاں صرف اس شخص کی سفارش نفع دے گی

عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا

جسے اللہ اجازت دے گا، حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو (باہم) کہتے ہیں: تمھارے رب نے کیا کہا ہے؟ وہ کہتے ہیں:

الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿23﴾

حق (سچ کہا) اور وہ بہت بلند، بہت بڑا ہے﴿23﴾

میں فرماتے ہیں کہ سلطان کے معنی حجت کے ہیں۔ ﴿ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ ﴾ ”مگر اس کے لیے کہ ہم جان لیں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ ہو کر) جو آخرت کے متعلق شک میں ہے۔“ یعنی ہم نے اسے ان پر اس لیے مسلط کیا تا کہ ان لوگوں کا معاملہ ظاہر ہو جائے جو آخرت کے قائم ہونے، اس میں حساب کتاب کے ہونے اور جزا و سزا ملنے پر ایمان رکھتے ہیں، پھر اس وجہ سے دنیا میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت احسن انداز میں کرتے ہیں اور اس سے ان لوگوں کا معاملہ بھی واضح ہو جائے جو آخرت کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ﴿ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿21﴾ ﴾ ”اور آپ کا پروردگار ہر چیز پر خوب نگہبان ہے۔“ یعنی اس کی نگہبانی میں ابلیس کے پیروکار گمراہ ہو گئے اور اسی کی حفاظت و نگہبانی کے ساتھ مومن اور انبیائے کرام علیہم السلام کے پیروکار گمراہی سے محفوظ رہے۔

تفسیر آیات: 23,22

مشرکین کے معبودوں کی عاجزی و درماندگی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اکیلا، واحد معبود، یکتا و بے نیاز ہے، جس کا کوئی نظیر اور شریک نہیں، حکم بھی اسی وحدہ لاشریک کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، کوئی تنازع کرنے والا نہیں اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ ﴾ ”کہہ دیجیے: جنھیں تم اللہ کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو انھیں بلاؤ۔“ یعنی ان معبودان باطلہ کو جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ ﴿ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ”وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ ﴾ (فاطر 13:35) ”اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے۔“ ﴿ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ ﴾ ”اور نہ ان کا دونوں میں کوئی حصہ ہے۔“ یعنی وہ نہ تو مستقل طور پر کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ شراکت کے طور پر ﴿ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿22﴾ ﴾ ”اور نہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار ہی ہے۔“ یعنی ان شریکوں میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار بھی نہیں ہے جس سے وہ امور و معاملات میں مدد لے سکے بلکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کی غلام ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ ؕ ﴾ ”اور اللہ کے ہاں (کسی کے لیے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلالت اور کبریائی کی وجہ سے کسی کو بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی چیز کے بارے میں سفارش کی جرأت نہ ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ ﴾ (البقرة 255:2) ”کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں (کسی کی) سفارش کر سکے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡضٰی ۝ ﴾ (النجم 26:53) ”اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی وَهُمۡ مِّنۡ خَشۡیَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ ۝ ﴾ (الأنبياء 28:21) ”اور وہ (اس کے پاس) صرف اس کی سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔“

صحیحین میں کئی ایک سندوں سے رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ساری اولاد آدم کے سردار ہیں اور مقام محمود پر فائز ہونے کے وقت آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑے سفارشی ہوں گے اور ساری مخلوق کے لیے یہ سفارش فرمائیں گے کہ اللہ رب ذوالجلال والإکرام ان کا فیصلہ فرما دیں۔ آپ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [وَقَعْتُ لَهُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَاشَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّدَعَنِي، ثُمَّ يُقَالُ لِي: اِرْفَعْ مُحَمَّدُ! قُلْ يُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَحْمَدُ رَبِّي بِمَحَامِدَ عَلَّمَنِيهَا] ”اور میں اس (اللہ) کے لیے سجدے میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے چھوڑ دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد (ﷺ!) سر اٹھائیں اور کہیں! سنا جائے گا اور مانگیں! وہ آپ کو عطا کیا جائے گا اور سفارش کریں! آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، پھر میں اپنے پروردگار کی حمد وثنا ان کلمات کے ساتھ کروں گا جنھیں وہ مجھے سکھائے گا۔“[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ ﴾ ”یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو وہ (باہم) کہتے ہیں کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ (فرشتے) کہتے ہیں کہ حق (فرمایا ہے۔)“ یہ بھی عظمت کے اعتبار سے ایک بہت بلند مقام ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے جب کلام فرماتا ہے تو آسمانوں والے اس کا کلام سن لیتے ہیں اور سنتے ہوئے ہیبت کی وجہ سے اس طرح لرزنے لگتے ہیں کہ ان پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مسروق اور دیگر ائمہ نے اس کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔[2] ﴿ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ ﴾ یعنی ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے۔

ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، ابوعبدالرحمٰن السُّلَمی، شعبی، ابراہیم نخعی، ضحاک، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ نے اس ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿ فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ ﴾ کے معنی یہ ہیں: گھبراہٹ کو ان کے دلوں سے دور کر دیا جاتا ہے۔[3] بعض

---

[1] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ ﴾ (صٓ 75:38)، حديث: 7410 و صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث: 193 عن أنس رضي الله عنه. [2] تفسير الطبري: 110/22. [3] تفسير الطبري: 113,110,109/22 و تفسير القرطبي: 295/14.

سلف نے[فُرِّغَ]بھی پڑھا ہے۔ [1] اور ایک مرفوع روایت میں بھی یہ قراءت آئی ہے۔ [2] اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں اور جب یہ بات ہوتی ہے تو پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ تو حاملین عرش فرشتے اپنے ساتھ والوں کو یہ بتاتے ہیں اور وہ اپنے سے نیچے کے فرشتوں کو بتاتے ہیں حتی کہ وہ خبر آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَالُوا الْحَقَّ ﴾ ''وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہوتا ہے وہ کسی بھی کمی بیشی کے بغیر اسے بتا دیتے ہیں، ﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴾ ''اور وہ عالی مرتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِّقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا لِلَّذِي قَالَ: الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ۔ وَصَفَهُ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَفَهَا وَ بَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ حَتّٰى يُلْقِيَهَا عَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُّلْقِيَهَا وَ رُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُّدْرِكَهُ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، كَذَا وَكَذَا؟ فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ]

''جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کسی امر کے بارے میں فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے پروں کو جھٹکنے لگتے ہیں اور اس طرح آواز آتی ہے جیسے پتھر پر زنجیر کو مارنے کی آواز ہو اور جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ کو دور کر دیا جاتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں: تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی رتبہ وگرامی قدر ہے۔ اسے بات کو چرانے والا بھی سن لیتا ہے اور بات کو چرانے والے ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہیں، سفیان نے اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کر دیا، اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا، وہ بات کو سن لیتا ہے اور اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے، پھر وہ اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے حتی کہ وہ اسے ساحر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے اور بسا اوقات اسے بات ڈالنے سے قبل ہی شہاب لگ جاتا ہے اور کئی دفعہ شہاب لگنے سے قبل وہ اسے آگے پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ ساحر یا کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ اور بھی ملا لیتا ہے اور کہا جاتا ہے

---

[1] تفسیر القرطبی: 298/14 وتفسیر الطبری: 113/22 میں فُرِغَ ''ر'' مخفف کے ساتھ ہے۔ [2] صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ ﴾......، حدیث: 7481 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ

کہہ دیجیے: تمھیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کہہ دیجیے: اللہ (ہی)، اور بلاشبہ ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ㉔ کہہ دیجیے:

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉔ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉕ قُلْ يَجْمَعُ

جو ہم نے جرم کیا تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور نہ ہم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم عمل کرتے ہو ㉕ کہہ دیجیے: ہمارا رب ہم سب

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ㉖ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ

کو جمع کرے گا، پھر وہ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اور وہی بہتر فیصلہ کرنے والا، خوب جاننے والا ہے ㉖ کہہ دیجیے: تم مجھے وہ (معبود)

اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ㉗

دکھاؤ جنھیں تم نے شریک ٹھہرا کر اس (اللہ) کے ساتھ ملا دیا ہے، (ایسا) ہرگز نہیں! بلکہ وہی اللہ نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ㉗

کہ کیا اس نے فلاں فلاں دن ہمیں وہ بات نہیں بتائی تھی؟ پس اس ایک بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے اسے سچا قرار دیا جاتا ہے۔''[1] اس روایت کو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے امام مسلم نے نہیں، البتہ اسے امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 24-27

کسی بھی معاملے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صرف اسی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا، صرف وہی اپنی ساری مخلوقات کو رزق عطا فرماتا ہے اور الوہیت میں بھی وہی واحد و یکتا ہے۔ مشرکین اعتراف کرتے تھے کہ آسمان و زمین سے اس کے سوا کوئی انھیں رزق نہیں دیتا، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو آسمان سے بارش نازل فرما کر زمین سے فصلوں کو پیدا فرماتا ہو جس طرح وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں، اسی طرح انھیں یہ حقیقت بھی معلوم ہونی چاہیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ﴿ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ㉔ ﴾ ''اور بے شک ہم یا تم یا تو سیدھے رستے پر ہیں یا صریح گمراہی میں۔'' یہ لف ونشر مرتب کے باب سے ہے جس کی رو سے ہدایت کا تعلق ﴿ اِنَّاۤ ﴾ سے اور ضلال کا تعلق ﴿ اِيَّاكُمْ ﴾ سے بنتا ہے۔ یعنی دو فریقوں میں سے ایک باطل پر ہے اور دوسرا حق پر ہے، یہ نہیں ہو سکتا تم اور ہم دونوں ہدایت پر ہوں یا گمراہی پر، بلکہ ہم میں سے ایک حق کو پہنچا ہے، جبکہ ہم نے دلائل قائم کر کے اللہ کی توحید کو ثابت کیا ہے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تم لوگ جس شرک پر ہو وہ باطل ہے۔ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اصحاب محمد ﷺ نے یہ بات مشرکین سے کہی تھی کہ اللہ کی قسم! ہم اور تم ایک ہی بات پر نہیں ہیں بلکہ ہم دونوں میں سے ایک فریق ہی ہدایت پر ہو سکتا ہے۔[3] عکرمہ اور زیاد بن ابو مریم نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر ہیں اور تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔[4]

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ﴾ ...... (سبا 34: 23)، حديث: 4800.
② سنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب، حديث: 3989 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة سبا، حديث: 3223، و سنن ابن ماجه، السنة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 194. ③ تفسير الطبري: 114/22.
④ تفسير الطبري: 114/22.

ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلۡ لَّا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّاۤ اَجۡرَمۡنَا وَلَا نُسۡـَٔلُ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ ''کہہ دیجیے: جو ہم نے جرم کیا تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور نہ ہم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا جو تم عمل کرتے ہو۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ ان سے اظہار براءت کیا جا رہا ہے، یعنی نہ تمھارا ہم سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارا تم سے کوئی تعلق، ہم تو تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اس کی توحید کو اختیار کرو اور صرف اور صرف اس کی عبادت کرو اگر تم ہماری اس دعوت کو قبول کر لو گے تو پھر تم ہمارے اور ہم تمھارے اور اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو تو ہم تم سے بری اور تم ہم سے بیزار جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ‌ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِيۡٓـئُوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ (یونس 10:41) ''اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیں کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ لَـكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ﴾ (الکفرون 109:1-6) ''(اے پیغمبر! ان منکرانِ اسلام سے) کہہ دیجیے کہ اے کافرو! جنھیں تم پوجتے ہو انھیں میں نہیں پوجتا اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت کرنے والے نہیں اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں، تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

ارشاد ربانی ہے: ﴿ قُلۡ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا رَبُّنَا ﴾ ''کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا۔'' یعنی قیامت کے دن وہ تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا، پھر وہ ہمارے مابین عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر عمل برا ہوا تو بری سزا دے گا اور اس دن تم جان لو گے کہ عزت، نصرت اور ابدی سعادت کن لوگوں کو حاصل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يَوۡمَٮِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوۡنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمۡ فِىۡ رَوۡضَةٍ يُّحۡبَرُوۡنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآئِ الۡاٰخِرَةِ فَاُولٰٓـئِكَ فِى الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ۝ ﴾ (الروم 30:14-16) ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز لوگ (کافر اور مومن) الگ الگ ہو جائیں گے، پھر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ (بہشت کے) باغ میں خوش حال ہوں گے اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِيۡمُ ﴾ ''اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' یعنی وہ حاکم عادل اور امور کے حقائق کا علم رکھنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلۡ اَرُوۡنِىَ الَّذِيۡنَ اَلۡحَقۡتُمۡ بِهٖ شُرَكَآءَ ﴾ ''آپ کہہ دیں: مجھے وہ (معبود) تو دکھاؤ جنھیں تم نے اس (اللہ) کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملا دیا ہے۔'' یعنی تم مجھے وہ معبودانِ باطلہ تو دکھاؤ جنھیں تم نے اللہ کا شریک اور ہمسر بنا رکھا ہے، ﴿ كَلَّا ؕ ﴾ ''ہرگز (ایسا کوئی) نہیں۔'' یعنی کوئی اس کا

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿28﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے﴿28﴾ اور وہ کہتے ہیں:

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿29﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ

اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟﴿29﴾ کہہ دیجیے: تمھارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے کہ نہ تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ

سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿30﴾ ع

تم آگے بڑھ سکو گے﴿30﴾

ہم مثل، ساجھی، شریک اور برابری کرنے والا نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿بَلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ ''بلکہ وہی (اکیلا) اللہ ہے۔'' جو واحد و یکتا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں، ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿27﴾﴾ ''نہایت غالب، خوب حکمت والا۔'' یعنی وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے اور وہ اپنے افعال واقوال اور شرع وقدر میں حکمت والا ہے اور مشرکین اس کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ ان سے مقدس و منزہ، بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 28-30

نبی ﷺ کی عالمگیر بعثت: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور (اے محمد!) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' یعنی تمام مکلّف مخلوقات کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الأعراف 158:7) ''(اے محمد!) کہہ دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا (بھیجا ہوا اس کا) رسول ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝﴾ (الفرقان 1:25) ''وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے۔'' ﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ یعنی جو آپ کی اطاعت کرے اس کے لیے آپ جنت کی بشارت سنانے والے ہیں اور جو آپ کی نافرمانی کرے اسے آپ آتش دوزخ سے ڈرانے والے ہیں، ﴿وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿28﴾﴾ ''اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (یوسف 103:12) ''اور بہت سے آدمی گو آپ (کتنی ہی) خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (الأنعام 116:6) ''اور اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی بات مان لیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔'' محمد بن کعب قرظی نے آیت کریمہ: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے اور امام قتادہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام عرب و عجم کی طرف بھیجا ہے، آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے بھی۔[1]

[1] تفسير الطبري : 117/22.

صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[أُعْطِيتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ) قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَّجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ مِّنْ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ''مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں: (1) میری ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے (2) میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، میری امت سے کوئی شخص بھی جہاں نماز کو پائے وہ وہاں نماز پڑھ لے (3) میرے لیے غنیمت کو حلال قرار دے دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ تھی (4) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور (5) ہر نبی کو بطور خاص ان کی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''① صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[وَبُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ''مجھے ہر سیاہ و سرخ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔'' مجاہد نے کہا ہے کہ اس سے مراد جن وانس ہیں۔② اور دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد عرب وعجم ہیں اور یہ دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔

کفار کا قیامت کے وقت کے بارے میں سوال اور اس کا جواب: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے وقت کو بعید سمجھتے ہیں: ﴿ وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ۝٢٩ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو وہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' یہ آیت اسی طرح ہے جس طرح یہ آیت ہے: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۚ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ ...... ﴾ الآية (الشورٰی 18:42) ''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے......۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لَّكُمْ مِّيعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُونَ ۝٣٠ ﴾ ''کہہ دیں کہ ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے نہ تم ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے۔'' یعنی تمھارے لیے ایک مقررہ اور طے شدہ میعاد مقرر ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی اور جب وہ گھڑی آ جائے گی تو اس میں ذرہ بھر تقدیم و تاخیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ﴾ (نوح 4:71) ''بلاشبہ جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آتا ہے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ۝ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ ۝ ﴾ (هود 105,104:11) ''اور ہم ایک وقت معین تک اس (کے لانے) میں تاخیر کر رہے ہیں، (جب) وہ دن آ جائے گا تو کوئی متنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔''

① صحيح البخاري، التيمم، باب:1، حديث: 335 وصحيح مسلم، كتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حديث: 521 جبکہ قوسین والا جملہ صحيح البخاري، الصلاة، باب قول النبي ﷺ:[جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا]، حديث: 438 میں ہے۔ ② مسند أحمد: 145/5 عن أبي ذر رضي الله عنه.

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى

اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے کہا: ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے آئیں،

اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِ الْقَوْلَ ۚ

اور (اے نبی!) کاش آپ دیکھیں! جب ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، جبکہ ان کا بعض بعض کی بات رد کر رہا

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝31 قَالَ

ہو گا تو جو لوگ (دنیا میں) کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: اگر تم نہ ہوتے تو یقیناً ہم مومن ہوتے 31 وہ

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ

لوگ جو تکبر کرتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے جاتے تھے: کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا جب وہ تمھارے پاس آ گئی

اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝32 وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

تھی؟ بلکہ تم (خود ہی) مجرم تھے 32 اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: (نہیں!) بلکہ (تمھاری) رات

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ

اور دن کی چالوں ہی نے (ہمیں روکا تھا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں، اور وہ

وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

(سب دل میں) ندامت چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے، اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا،

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝33

انھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے 33

تفسیر آیات: 31-33

کفار کا دنیا میں انکارِ حق پر اتفاق اور روزِ قیامت آپس میں جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے کفار کی بغاوت و سرکشی، عناد اور قرآن کریم اور قیامت کے متعلق بتائی ہوئی اس کی خبروں کے بارے میں عدم ایمان پر اصرار کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے کہا کہ ہم نہ تو اس (قرآن) پر ایمان لائیں گے اور نہ ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے آئیں۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے اور ذلت و خواری کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ﴾ ''ان کا بعض بعض کی بات کا رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ کہیں گے۔'' یعنی پیروی کرنے والے ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا ﴾ ''ان لوگوں سے جو تکبر کرتے تھے۔'' یعنی اپنے قائدین اور سرداروں سے کہ ﴿ لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝31 ﴾ ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔'' یعنی اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم رسولوں کی اتباع کرتے اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت پر ایمان لے آتے تو قائدین و

سردار، یعنی بڑے لوگ ان سے کہیں گے: ﴿ اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ ﴾ ''بھلا ہم نے تمھیں ہدایت اختیار کرنے سے روک دیا تھا جب وہ تمھارے پاس آچکی تھی؟''یعنی ہم نے اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کیا کہ تمھیں دعوت دی اور تم نے کسی دلیل و برہان کے بغیر ہماری اتباع شروع کر دی تھی اور ان دلائل و براہین کی تم نے مخالفت کی جو انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے اور اپنی خواہش اور اپنے اختیار سے تم نے ایسا کیا تھا، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ ''بلکہ تم ہی مجرم تھے اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: (نہیں) بلکہ (تمھاری) دن رات کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا۔)''یعنی دن رات تم ہمارے ساتھ چالیں چلتے تھے، ہمیں مبتلائے فریب کرتے، جھوٹی امیدیں دلاتے اور ہمیں یہ بتاتے تھے کہ ہم ہی ہدایت پر ہیں جبکہ تمھاری یہ ساری باتیں باطل، جھوٹ اور فریب پر مبنی تھیں۔قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: ﴿ بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تم دن رات چالیں چلتے تھے۔[1] مالک نے زید بن اسلم سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

﴿ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ﴾ ''جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔''یعنی اس کی نظیر اور اس کے ساتھ اوروں کو معبود بنالیں اور تم ہمیں گمراہ کرنے کے لیے طرح طرح کے شکوک و شبہات پیش کیا کرتے تھے، ﴿ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ ''اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو ندامت چھپائیں گے۔''یعنی سردار اور ان کی اتباع کرنے والے تمام لوگ اپنے اعمال پر نادم اور پشیمان ہوں گے۔

﴿ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے جنھوں نے کفر کیا۔''اور زنجیروں کے ساتھ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ باندھ دیں گے، ﴿ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ ''بس جو عمل وہ کرتے تھے انھیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا۔''یعنی ہم تم میں سے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیں گے، بڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق عذاب ہوگا اور ان کی پیروی کرنے والے لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق۔ ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 38:7) ''وہ (اللہ) فرمائے گا کہ (تم میں سے) ہر ایک کے لیے دگنا (عذاب) ہے مگر تم نہیں جانتے۔''

ابن ابوحاتم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ جَهَنَّمَ لَمَّا سِيقَ إِلَيْهَا أَهْلُهَا، تَلَقَّتْهُمْ، فَلَفَحَتْهُمْ لَفْحَةً لَّمْ تَدَعْ لَحْمًا عَلٰى عَظْمٍ إِلَّا أَلْقَتْهُ عَلَى الْعُرْقُوبِ] ''بے شک جہنم کی طرف جب جہنمیوں کو لایا جائے گا تو جہنم کے شعلے ان کا استقبال کریں گے، پھر آگ کا ایک جھونکا انھیں اس طرح لپیٹ میں لے لے گا جس سے ان کے جسم کا سارا گوشت گل کر ان کی ایڑیوں پر گر جائے گا۔''[2]

[1] تفسير الطبري : 119/22 و الدر المنثور : 446/5. [2] المعجم الأوسط للطبراني : 197/1، حديث : 280 یہ حدیث ضعیف ہے۔مزید دیکھیے الترغيب والترهيب، صفة الجنة والنار،فصل في تفاوتهم في العذاب وذكر أهونهم عذابا: 488/4، حديث : 87 و مجمع الزوائد، صفة النار، باب تلقى النار أهلها : 389/10،حديث : 18586.

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿34﴾

اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا (رسول) بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا: بلاشبہ جس چیز کے ساتھ تمھیں بھیجا گیا ہے، ہم اس کا انکار

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿35﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ

کرتے ہیں﴿34﴾ اور انھوں نے کہا: ہم (تم سے) مال اور اولاد میں زیادہ ہیں، اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا﴿35﴾ آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ میرا رب جس کے

ع 4/6 10

الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿36﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ

لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے﴿36﴾ اور تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایسے نہیں جو تمھیں

اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ

درجے میں ہمارے قریب کر دیں، مگر (مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے اعمال کا دگنا بدلہ ہے،

الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿37﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ

اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے﴿37﴾ اور جو لوگ ہمیں عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں وہی لوگ عذاب

اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿38﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

میں حاضر کیے جائیں گے﴿38﴾ کہہ دیجیے: بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے جس کے

وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿39﴾

لیے (چاہے)، اور تم کوئی چیز بھی خرچ کرتے ہو تو وہ اس کا عوض دیتا ہے، اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے﴿39﴾

تفسیر آیات: 34-39

امرائے وقت کی انبیائے کرام علیہم السلام سے محاذ آرائی: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھیں کہ اس نے جس نبی کو بھی کسی بستی میں بھیجا تو بستی کے خوش حال لوگوں نے تو اس نبی کی تکذیب کی مگر کمزور لوگوں نے اتباع کی جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ﳢ﴾ (الشعرآء 26:111) ''کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیروکار تو کمی کمین لوگ ہیں۔'' اور کہا: ﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ﴾ (هود 11:27) ''اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے کمی کمین لوگوں نے بے سوچے سمجھے تیری پیروی کی۔'' اور قوم صالح کے متکبر امراء نے کہا: ﴿ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 7:75،76) ''ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے جو ایمان لے آئے تھے۔ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ کیا واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا: (ہاں) بلاشبہ ہم اس چیز پر ایمان لانے والے ہیں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔ جن لوگوں نے تکبر کیا، کہنے لگے: بے شک ہم اس چیز کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْ بَیْنِنَا ؕ

﴿ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ○ ﴾ (الأنعام 53:6) ”اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے کہ وہ (انھیں دیکھ کر) کہیں: کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان کیا ہے؟ (اللہ نے فرمایا:) بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے خوب واقف نہیں؟“ اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِیْهَا لِیَمْكُرُوْا فِیْهَا ﴾ (الأنعام 123:6) ”اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے لوگوں کو مجرم بنا دیا کہ وہ اس میں مکاریاں کرتے رہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ○ ﴾ (بنی إسراءیل 16:17) ”اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متکبر امراء کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں نافرمانی کرنے لگتے ہیں، چنانچہ اس بستی پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے، تب ہم اسے مکمل طور پر تباہ کر ڈالتے ہیں۔“ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ ﴾ ”اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔“ یعنی کوئی نبی یا رسول ﴿ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ﴾ ”مگر اس کے خوش حال لوگوں نے کہا۔“ یعنی ان لوگوں نے جنھیں ہم نے نعمت، حشمت، ثروت اور ریاست عطا کی تھی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے ان کے جابر لوگ اور قائدین شر مراد ہیں۔[1] ﴿ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ ”جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، بلاشبہ ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔“ ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی اتباع کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان خوش حال اور تکذیب کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ ﴾ ”اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم (تم سے) مال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“ انھوں نے اموال و اولاد کی کثرت پر فخر کیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت اور ان کے ساتھ خصوصی تعلق ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیا میں تو انھیں مال و اولاد کثرت سے نوازے، پھر آخرت میں انھیں عذاب دے، حالانکہ ان کا یہ خام خیال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 23:55،56) ”کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم جو بھی ان کے مال و اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں (تو) کیا ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں، (نہیں نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○ ﴾ (التوبة 55:9) ”چنانچہ ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں، اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۙ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۙ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۙ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۙ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ؕ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ ﴾ (المدثر 74:11-17) ”مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور میں نے اس کے لیے مال پھیلا دیا اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے (دیے) اور میں نے اسے ہر طرح کی وسعت دی، ابھی خواہش رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ ہماری آیتوں کا

[1] تفسیر الطبری: 120/22 و 79/25 والدر المنثور: 447/5.

دشمن ہے، میں اسے عنقریب ایک دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔''

اللہ تعالیٰ نے ان دو باغوں والے کا واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس کے پاس مال، پھل اور اولاد تھی مگر ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے کام نہ آئی بلکہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اسے ان تمام چیزوں سے محروم کر دیا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ﴾ ''کہہ دیں کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' یعنی مال تو وہ اسے بھی دیتا ہے جسے پسند کرتا ہے یا جسے وہ پسند نہیں کرتا، جسے چاہتا ہے وہ فقیر بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے غنی کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اس کی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کے تحت ہوتا ہے۔ ﴿ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾ ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

پھر فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ بِالَّتِیۡ تُقَرِّبُکُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰۤی ﴾ ''اور تمھارا مال اور اولاد ایسی چیزیں نہیں کہ تمھیں ہمارا مقرب بنا دیں۔'' یعنی اگر ہم نے تمھیں اولاد اور مال دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمیں تم سے محبت اور خصوصی تعلق ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ إِنَّمَا يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ] ''بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔''[1] اسے امام مسلم اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ﴾ ''ہاں! (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔'' یعنی ایمان اور عمل صالح ہی ایسی چیزیں ہیں جو تمھیں ہمارا مقرب بنا سکتی ہیں، ﴿ فَاُولٰٓئِکَ لَہُمۡ جَزَآءُ الضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُوۡا ﴾ ''چنانچہ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا۔'' یعنی نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔ ﴿ وَ ہُمۡ فِی الۡغُرُفٰتِ اٰمِنُوۡنَ ﴿۳۷﴾ ﴾ ''اور وہ بالا خانوں میں امن و سکون سے رہیں گے۔'' یعنی وہ جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مکانات میں ہر ڈر، خوف، ایذا اور شر سے محفوظ ہو کر سکونت پذیر ہوں گے۔

امام ابن ابو حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا يُرٰى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَانَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ''بلاشبہ جنت میں ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا بیرونی منظر اندر کی جانب سے اور اندرونی منظر باہر کی جانب سے نظر آتا ہوگا، ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کس کے لیے ہوں گے؟ فرمایا: اس کے لیے جو پاکیزہ گفتگو کرے، کھانا کھلائے، روزہ رکھنے کو معمول بنا لے اور رات کو اس وقت نماز پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔''[3] ﴿ وَ الَّذِیۡنَ یَسۡعَوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیۡنَ ﴾ ''اور جو

[1] مسند أحمد: 539/2. [2] صحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم ظلم المسلم……، حديث: (33)-2564 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب القناعة، حديث: 4143. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 3077/9 عن أبي مالك الأشعري ﷺ و جامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة غرف الجنة، حديث: 2527 و اللفظ له عن علي ﷺ، مزید دیکھیے مسند أحمد: 156,155/1.

لوگ (ہمیں) عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں (کی مخالفت) میں کوشش کرتے ہیں۔'' یعنی جو اللہ کے رستے سے، اس کے رسولوں کی اتباع سے اوراس کی آیات کی تصدیق سے روکتے ہیں، ﴿ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴾ ''وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔'' یعنی ایسے سب لوگوں کو ان کے برے اعمال کے مطابق سزا دی جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ﴾ ''کہہ دیں کہ میرا پروردگار (اپنے بندوں میں سے) جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔'' یعنی اپنی حکمت و مصلحت سے جسے چاہتا ہے مال کثیر عطا فرما دیتا ہے اور جس کے رزق کو چاہتا ہے بے حد تنگ کر دیتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی حکمت و مصلحت کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ انظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴾ (بنی إسرآء یل 21:17) ''دیکھیں ہم نے کس طرح ان کے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔'' یعنی جس طرح دنیا میں ان میں فرق ہے کہ ان میں سے کوئی نان جویں تک کو ترسنے والا فقیر ہے اور کوئی بے شمار مال و دولت والا امیر، اسی طرح آخرت میں بھی ان میں سے کچھ لوگ جنت کے ارفع و اعلیٰ درجات میں بلند پایہ بالا خانوں میں سکونت پذیر ہوں گے اور کچھ جہنم کے سب سے نچلے طبقوں میں غوطے کھا رہے ہوں گے اور دنیا میں سب سے زیادہ پاکیزہ تو وہ شخص ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَّقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ] ''بے شک کامیاب ہے وہ شخص جو مسلمان ہو اور اُسے بقدرِ کفایت رزق مل جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دیا ہو، اس پر قناعت بھی عطا فرما دے۔'' اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔[1]

﴿ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ﴾ ''اور تم جو چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کا (تمھیں) عوض دیتا ہے۔'' یعنی جو چیز بھی تم خرچ کرو گے، جہاں اس نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے تمھارے لیے مباح قرار دیا ہے تو وہ تمھیں دنیا ہی میں اس کا بدل عطا فرمائے گا اور آخرت میں اس کی بہترین جزا اور بے پایاں اجر و ثواب سے نوازے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: [أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ] ''(اے ابن آدم!) تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔''[2] ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر روز دو فرشتے صبح کرتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: [اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَّيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ! أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا] ''اے اللہ! جو مال کو خرچ کرنے والا ہے اسے اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! جو مال کو روک کر رکھتا ہے اس کے مال کو تباہ و برباد کر دے۔''[3] اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: [أَنْفِقْ بِلَالُ! وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا] ''بلال! خرچ کرو اور صاحب عرش سے فقر کا خوف نہ کرو۔''[4]

---

① صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، حديث: 1054 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ﴾ (هود 11:7)، حديث: 4684 و صحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على النفقة......، حديث: 993 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ③ صحيح البخاري، الزكاة، باب قول الله تعالى: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ○ وَصَدَّقَ...... ﴾ (الليل 92: 5-10)، حديث: 1442 و صحيح مسلم، الزكاة، باب في المنفق والممسك، حديث: 1010 عن أبي هريرة رضي الله عنه. ④ المعجم الكبير للطبراني: 192,191/10، حديث: 10300.

وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ يَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿40﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: کیا یہی لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے؟ ﴿40﴾ وہ کہیں گے:

اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ بَلۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿41﴾ فَالۡيَوۡمَ

تو پاک ہے،تو ہی ان کے ماسوا ہمارا کارساز ہے، بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے ﴿41﴾ چنانچہ

لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيۡ

(کہا جائے گا:) آج تمھارا کوئی بھی کسی کے لیے کسی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا ، اور ہم ان ظالموں (مشرکوں) سے کہیں گے :اس

كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿42﴾

آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ﴿42﴾

تفسیر آیات: 40-42

قیامت کے دن فرشتوں کا اپنی پوجا کرنے والوں سے اعلان براءت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے مشرکین کو ڈانٹ پلائے گا، پھر ان کے سامنے ان فرشتوں سے بھی پوچھے گا جن کے بارے میں مشرکین یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کی صورتوں میں ہیں اور وہ ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے: ﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿40﴾ ﴾ ”کیا یہی لوگ ہیں جو صرف تمھاری پوجا کرتے تھے۔“ یعنی کیا تم نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ تمھاری عبادت کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں فرمایا ہے: ﴿ ءَاَنۡتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِيۡ هٰٓؤُلَآءِ اَمۡ هُمۡ ضَلُّوا السَّبِيۡلَ ﴿17﴾ ﴾ (الفرقان 17:25) ”کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے۔“ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی فرمائیں گے: ﴿ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِيۡ وَاُمِّيَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِيۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِيۡ ۗ بِحَقٍّ ؕ ﴾ (المآئدۃ 116:5) ”کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو دو معبود مقرر کر لو؟ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے میرے لیے (جائز) نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔“ اسی طرح فرشتے بھی کہیں گے: ﴿ سُبۡحٰنَكَ ﴾ ”پاک ہے تو۔“ تو اس بات سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہو۔ ﴿ اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ ﴾ ”تو ہی ہمارا کارساز ہے ان کے ماسوا۔“ یعنی ہم تو تیرے بندے ہیں اور تیرے سامنے ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، ﴿ بَلۡ كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ ﴾ ”بلکہ یہ جنات کی پوجا کرتے تھے۔“ یعنی شیطانوں کی کیونکہ انھوں نے ان کے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر کے انھیں گمراہ کر دیا تھا، ﴿ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿41﴾ ﴾ ”ان میں سے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے۔“ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡطٰنًا مَّرِيۡدًا ﴿117﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ ﴾ (النسآء 118,117:4) ”وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں، اور دراصل وہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ نے اس پر لعنت کی ہے۔“

وَ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّصُدَّكُمۡ عَمَّا

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں (تو) وہ کہتے ہیں: یہ ایک ایسا آدمی ہی تو ہے جو چاہتا ہے کہ تمھیں ان (معبودوں) سے روک دے

كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُكُمۡ ۚ وَقَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكٌ مُّفۡتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ

جن کی تمھارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، اور وہ کہتے ہیں: یہ (قرآن) ایک گھڑا ہوا جھوٹ ہی تو ہے، اور جب ان کافر لوگوں کے پاس حق آیا تو

لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿43﴾ وَمَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنۡ كُتُبٍ يَّدۡرُسُوۡنَهَا وَمَاۤ

انھوں نے اس کے بارے میں کہا: یہ تو کھلا جادو ہی ہے ﴿43﴾ اور ہم نے ان (مشرکین عرب) کو کوئی کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ انھیں پڑھتے ہوں، اور ہم نے

اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ قَبۡلَكَ مِنۡ نَّذِيۡرٍ ﴿44﴾ ؕ وَكَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۙ وَمَا بَلَغُوۡا مِعۡشَارَ

آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا (بھی) نہیں بھیجا ﴿44﴾ اور ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا جبکہ یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی

5 ع 9 11 مَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ فَكَذَّبُوۡا رُسُلِىۡ ۖ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿45﴾ ع

نہیں پہنچتے جو ہم نے ان کو دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا (ان پر) میرا (عبرتناک) عذاب؟ ﴿45﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَالۡيَوۡمَ لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ ﴾ ''چنانچہ آج تمھارا کوئی بھی کسی کے لیے کسی نفع ونقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔'' یعنی آج تمھیں ان مشرکوں اور بتوں کی عبادت سے، جسے تم نے آج کے دن کی مشکلات سے بچنے کے لیے انجام دیا تھا، کوئی نفع حاصل نہ ہوگا اور یہ جن سے تم نفع کی امید رکھتے تھے آج تمھارے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ ﴿ وَنَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ﴾ ''اور ہم ان ظالموں سے کہیں گے۔'' یعنی مشرکوں سے: ﴿ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ﴿42﴾ ﴾ ''اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔'' یعنی یہ ہم ان سے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے۔

تفسیر آیات: 43-45

انبیاء کے بارے میں کافروں کی باتیں اور ان کی تردید: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ سنگین سزا اور دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے کیونکہ انھیں جب اس کی واضح اور روشن آیات، رسول اللہ ﷺ کی زبانی تازہ تازہ سنائی جاتی ہیں تو ﴿ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّصُدَّكُمۡ عَمَّا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُكُمۡ ۚ ﴾ ''وہ کہتے ہیں: یہ ایک ایسا شخص ہی تو ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمھارے باپ دادا پرستش کیا کرتے تھے ان سے تمھیں روک دے۔'' اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ ان کے آباء واجداد کا دین ہی حق ہے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس جو دین لے کر آئے ہیں وہ باطل ہے، ان پر اور ان کے آباء واجداد پر اللہ کی لعنت ہو۔ ﴿ وَقَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكٌ مُّفۡتَرًى ؕ ﴾ ''اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ ایک گھڑا گھڑایا جھوٹ ہی تو ہے۔'' یعنی قرآن مجید، ﴿ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿43﴾ ﴾ ''اور کافروں کے پاس جب حق آیا تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہی تو ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنۡ كُتُبٍ يَّدۡرُسُوۡنَهَا وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ قَبۡلَكَ مِنۡ نَّذِيۡرٍ ﴿44﴾ ﴾ ''اور ہم نے نہ تو ان (مشرکوں) کو کتابیں دیں کہ جنھیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ ہم نے

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمۡ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ مَثۡنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوۡا

کہہ دیجیے: بس میں تو تمھیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک (ہو کر) کھڑے ہو جاؤ، پھر تم غور وفکر کرو، تمھارے

مَا بِصَاحِبِكُمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ لَّكُمۡ بَيۡنَ يَدَىۡ عَذَابٍ شَدِيۡدٍ ﴿46﴾

ساتھی (نبی) میں کوئی دیوانگی (کی بات) نہیں، وہ تو صرف تمھیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے ﴿46﴾

آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا بھیجا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے عربوں پر قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب نازل نہیں فرمائی اور نہ محمد ﷺ سے پہلے ان کی طرف کسی نبی ہی کو مبعوث فرمایا ہے گویا وہ اس کی خواہش ضرور رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے یا ہم پر کوئی کتاب نازل کر دی جائے تو ہم دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ثابت ہوں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرما کر اپنے نبی کو ان کی طرف مبعوث فرما دیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی، اس کا انکار کیا اور اس سے معاندانہ سلوک کیا۔

پھر فرمایا: ﴿ وَكَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ﴾ ''اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی تکذیب کی تھی۔'' یعنی سابقہ امتوں نے، ﴿ وَمَا بَلَغُوۡا مِعۡشَارَ مَاۤ اٰتَيۡنٰهُمۡ ﴾ ''اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا تھا یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ قوت ہے جو انھیں دنیا میں دی گئی تھی۔ [1] قتادہ، سُدّی اور ابن زید رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ [2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدۡ مَكَّنّٰهُمۡ فِيۡمَاۤ اِنۡ مَّكَّنّٰكُمۡ فِيۡهِ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ سَمۡعًا وَّاَبۡصَارًا وَّاَفۡـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ سَمۡعُهُمۡ وَلَاۤ اَبۡصَارُهُمۡ وَلَاۤ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِذۡ كَانُوۡا يَجۡحَدُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝ ﴾ (الأحقاف 26:46) ''اور یقیناً ہم نے انھیں اس چیز کی قدرت دی تھی جس کی تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے انھیں کان اور آنکھیں اور دل دیے تھے، تو ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا، جبکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور انھیں اس (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡهُمۡ وَاَشَدَّ قُوَّةً ﴾ (المؤمن 82:40) ''کیا پس وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے کہیں زیادہ اور زور وقوت میں کہیں بڑھ کر تھے۔'' یہ سب چیزیں ان سے اللہ کے عذاب کو نہ ٹال سکیں بلکہ انبیائے کرام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوۡا رُسُلِىۡ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿45﴾ ﴾ ''تو انھوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا، سو میرا عذاب کیسا ہوا؟'' یعنی دیکھو کہ میرا عذاب اور میری طرف سے آنے والی سزا کتنی شدید تھی اور میں نے کس طرح سے اپنے رسولوں کی مدد کی۔

تفسیر آیت:46

نبی اکرم ﷺ پر جنون کے الزام کا فیصلہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ!) ان کافروں سے کہہ دیں جو آپ کو

[1] تفسیر الطبری: 125/22. [2] تفسیر الطبری: 125/22.

مجنون کہتے ہیں: ﴿ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ﴾ ''سوائے اس کے نہیں میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔'' یعنی ایک ہی بات کا حکم دیتا ہوں ﴿ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ﴾ ''کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو کہ تمھارے ساتھی کو کوئی جنون ہے۔'' یعنی کسی ہوس وحرص اور عصبیت کے بغیر خالص اللہ عزوجل کے لیے کھڑے ہو جاؤ، پھر ایک دوسرے سے پوچھو: کیا محمد ﷺ کو جنون ہے؟ نہیں! انھیں کوئی جنون نہیں، لہٰذا تمھیں چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرو ﴿ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ﴾ ''پھر غور کرو۔'' تم میں سے ہر شخص کو محمد ﷺ کے بارے میں غور کرنا چاہیے اور اگر اسے کوئی دشواری پیش آئے تو دوسروں سے پوچھ لے اور خود بھی خوب غور وفکر کرلے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ﴾ ''کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو کہ تمھارے ساتھی کو کوئی جنون ہے۔'' مجاہد، محمد بن کعب، سدی، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر رحمۃ اللہ علیہم نے یہی مفہوم بیان کیا ہے اور اس آیت سے واقعی یہ مفہوم مراد ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴾ ''وہ تو تمھیں سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔'' امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور آپ نے قریش کو طلب کرتے ہوئے فرمایا: [يَا صَبَاحَاهُ!][2] جب قریش جمع ہو گئے تو انھوں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِي؟] ''اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک دشمن صبح یا شام کے وقت تم پر حملہ آور ہو رہا ہے تو کیا تم کو یقین آجائے گا؟'' سب نے کہا: کیوں نہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ] ''میں تمھیں عذاب شدید سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔'' ابولہب نے کہا: تم پر افسوس کیا تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا، اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ ﴾ (اللھب 111:1) ''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں۔''[3] اس سارے واقعے کی تفصیل آیت کریمہ: ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ (الشعرآء 26:214) کی تفسیر میں قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[4]

---

[1] تفسیر الطبری: 126/22 وتفسیر القرطبی: 311/14. [2] یاصباحاہ کے ساتھ اہل عرب اس وقت فریاد کرتے تھے جب انھیں کسی حملہ آور ہونے والے کے مقابلے یا لوٹ مار کرنے والے سے دفاع کے لیے مدد کی ضرورت ہوتی تھی، چونکہ زیادہ تر وہ صبح کے وقت حملہ کرتے تھے اور انھوں نے حملے والے دن کو یوم الصباح کا نام دے رکھا تھا، گویا یاصباحاہ پکارنے والا یہ دہائی دے رہا ہوتا ہے: ہمیں دشمن نے آلیا (ہماری مدد کو پہنچو۔) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب رات ہو جاتی تو جنگجو لڑائی بند کر دیتے اور اپنے پڑاؤ کی جگہ لوٹ جاتے، پھر جب دن ہوتا تو اپنے محاذ کی طرف واپس آتے اور یاصباحاہ کا نعرہ بلند کرتے، گویا کہہ رہے ہوتے: صبح ہو گئی لڑائی کے لیے پھر تیار ہو جاؤ۔ دیکھیے النھایۃ لابن الأثیر: 7,6/3، مادۃ: "صبح" [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴾ (سبا 34:46)، حدیث: 4801. [4] دیکھیے الشعرآء، آیت: 214 کے ذیل میں عنوان: ''قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم''

قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ

آپ کہہ دیجیے: میں نے تم سے جو کوئی صلہ مانگا ہو تو وہ تمھارے ہی لیے ہے، میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے، اور وہ ہر شے پر شاہد ہے ﴿47﴾ کہہ دیجیے: بلاشبہ

شَهِيۡدٌ ﴿47﴾ قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ يَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿48﴾ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ

میرا رب ہی (پیغمبر پر) حق بات ڈالتا ہے، (وہ) چھپی باتیں خوب جانتا ہے ﴿48﴾ آپ کہہ دیجیے: حق آ گیا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھرے

الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ﴿49﴾ قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِیۡ ۚ وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا

گا ﴿49﴾ کہہ دیجیے: اگر میں بہکا ہوا ہوں تو بلاشبہ میرے بہکنے کا وبال مجھی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس وحی کی وجہ سے ہے جو میرا رب میری

يُوۡحِیۡۤ اِلَیَّ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ ﴿50﴾

طرف کرتا ہے، بے شک وہ خوب سننے والا، نہایت قریب ہے ﴿50﴾

تفسیر آیات: 47-50

میں تم سے تبلیغ دین کا کوئی صلہ نہیں مانگتا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ مشرکین سے یہ کہہ دیں: ﴿مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ؕ﴾ ''میں نے تم سے جو بھی صلہ مانگا ہو تو وہ تمھارے لیے ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تم تک پہنچا دینے، تمھاری ہمدردی و خیر خواہی کرنے اور تمھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینے کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا ﴿اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ﴾ ''میرا صلہ تو اللہ کے ذمے ہے۔'' یعنی میں اللہ تعالیٰ ہی سے اس کے اجر و ثواب کا طالب ہوں ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿47﴾﴾ ''اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔'' یعنی وہ ان تمام امور کو جانتا ہے جو میں اس کے بارے میں تمھیں بتا رہا ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں کہ اس نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور جو تمھارے حالات ہیں وہ ان سب سے باخبر ہے۔ ﴿قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ يَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ ۚ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿48﴾﴾ ''کہہ دیں کہ میرا پروردگار حق بات ڈالتا ہے (اور وہ) غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿يُلۡقِی الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ﴾ (المؤمن 15:40) ''اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح (وحی) ڈالتا ہے۔'' یعنی زمین میں رہنے والے اپنے بندوں میں سے وہ جس کی طرف چاہتا ہے فرشتے کو بھیج دیتا ہے اور وہ تمام مخفی باتوں کو جاننے والا ہے اس سے آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ ﴿قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ﴿49﴾﴾ ''کہہ دیں کہ حق آ چکا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ دوبارہ ابھرے گا۔'' یعنی اللہ کی طرف سے حق اور عظیم شریعت آ چکی ہے اور باطل چلا گیا اور نیست و نابود ہو گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ﴾ (الأنبیاء 18:21) ''نہیں بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر پھوڑ دیتا ہے، پھر باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب مسجد حرام میں تشریف لائے اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کعبہ کے اردگرد بت رکھے ہوئے ہیں تو آپ دست مبارک میں پکڑی ہوئی کمان کے ساتھ بتوں کو گرا رہے تھے اور ساتھ ہی ان آیات کی تلاوت بھی فرما رہے تھے: ﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ﴾ (بنیۤ إسرآءیل 81:17) ''اور کہہ دیں کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا، بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔'' اور ﴿قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ

وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ﴿51﴾ وَّقَالُوۡۤا اٰمَنَّا

اور کاش! آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے، تو وہ (بھاگ کر) بچ نہ سکیں گے اور وہ قریب ہی کی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے ﴿51﴾ اور وہ کہیں

بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿52﴾ ۚۖ وَّقَدۡ كَفَرُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ ۚ

گے: ہم (اب) اس پر ایمان لائے ہیں، اور ان کے لیے (اتنی) دور کی جگہ سے (ایمان کا) حصول کہاں (ممکن) ہوگا! ﴿52﴾ حالانکہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے

وَيَقۡذِفُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿53﴾ وَحِيۡلَ بَيۡنَهُمۡ وَبَيۡنَ مَا يَشۡتَهُوۡنَ كَمَا

(دنیا میں) اس کا انکار کیا تھا، اور وہ دور کی جگہ سے بن دیکھے ہی (اٹکل کے تیر) پھینکتے رہے ﴿53﴾ اور ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں، آڑ

فُعِلَ بِاَشۡيَاعِهِمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا فِىۡ شَكٍّ مُّرِيۡبٍ ﴿54﴾ ع 6/9/12

حائل کردی جائے گی، جیسے اس سے پہلے ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا تھا، بلاشبہ وہ ایسے شک میں مبتلا تھے جو تردد میں ڈالنے والا ہے ﴿54﴾

﴿وَمَا يُعِيۡدُ ﴿49﴾﴾ ''کہہ دیں کہ حق آچکا اور باطل نہ پہلی بار ابھرا اور نہ دوبارہ ابھرے گا۔'' امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ نے اس حدیث کو اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے۔ ①

اور فرمایا: ﴿قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِىۡ ۚ وَاِنِ اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوۡحِىۡۤ اِلَىَّ رَبِّىۡ ؕ﴾ ''کہہ دیں کہ اگر میں گمراہ ہوں تو میری گمراہی کا ضرر مجھی پر ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس کی وجہ سے ہے جو میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے۔'' یعنی ساری کی ساری خیر اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس وحی اور واضح حق کو نازل فرمایا ہے اس میں ہدایت بھی ہے، واضح بیان بھی اور رشد و بھلائی بھی تو اس کے باوجود جو گمراہ ہوتا ہے وہ از خود گمراہی کو اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب اس عورت کی بابت مسئلہ پوچھا گیا جس نے حق مہر مقرر کرنے کا اختیار اپنے خاوند کو دے دیا تھا (اور خاوند فوت ہوگیا تھا) تو انھوں نے فرمایا کہ میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں، اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ ② ﴿اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ ﴿50﴾﴾ ''بے شک وہ خوب سننے والا، نہایت نزدیک ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سننے والا اور دعا کرنے والے کی دعا کو قبول فرمانے والا ہے۔ امام نسائی نے یہاں ابو موسیٰ کی اس روایت کو بھی بیان کیا ہے جو صحیحین میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّمَا تَدْعُونَ سَمِيعًا (قَرِيبًا) (مُجِيبًا)] ''تم کسی بہرے اور غائب کو تو نہیں پکارتے بلکہ اس ذات پاک سے دعا کرتے ہو جو سمیع، قریب اور مجیب ہے۔'' ③

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ ......﴾ (بنیٓ إسرآء يل 17:81)، حديث: 4720 و صحيح مسلم، الجهاد ......، باب إزالة الأصنام من حول الكعبة ، حديث: 1780، 1781 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة بنیٓ إسرآء يل، حديث: 3138 و السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ﴿49﴾﴾ : 438/6، حديث: 11428. ② سنن أبي داود، النكاح، باب فيمن تزوج ولم يسم لها صداقا حتى مات، حديث: 2116 و صحيح ابن حبان، النكاح، باب الصداق: 411,410/9، حديث: 4101 و مسند أحمد: 448,447/1. ③ السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ قَرِيۡبٌ ﴿50﴾﴾: 438/6، حديث: 11427 و صحيح البخاري، القدر، ◄◄

تفسیر آیات: 51-54

روز قیامت کفار ایمان لانے کی خواہش کریں گے لیکن……: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) اگر آپ اس وقت ان تکذیب کرنے والوں کو دیکھیں جو قیامت کے دن گھبرائے ہوئے ہوں گے مگر ان کے لیے کوئی جائے فرار اور کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ہوگا، ﴿ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ﴾ ''اور نزدیک ہی کی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔'' یعنی انھیں بھاگنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ فوراً اکپڑ لیا جائے گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جونہی وہ اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے تو انھیں فوراً اجکڑ لیا جائے گا، [1] ﴿ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ ''اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔'' یعنی روز قیامت وہ کہیں گے کہ ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ (السجدة 12:32) ''اور کاش! آپ دیکھیں جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ ﴾ ''اور ان کے لیے (اتنی) دور کی جگہ سے (ایمان کا) حصول کہاں (ممکن) ہوگا!'' یعنی اب انھیں ایمان کی کیسے توفیق ہو سکتی ہے جب وہ ایمان کی قبولیت کے وقت سے ہی بہت دور ہو کر اب آخرت میں پہنچ چکے ہیں، جو ابتلا کا نہیں بلکہ جزا کا گھر ہے۔ اگر وہ دنیا میں ایمان لے آتے تو وہ ان کے لیے نفع بخش ہوتا لیکن اب ان کے آخرت میں آجانے کے بعد ایمان کی قبولیت کی کوئی سبیل نہیں جیسے دور سے کوئی انسان کسی چیز کو نہیں پکڑ سکتا اسی طرح اب یہ لوگ ایمان کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مجاہد کہتے ہیں: ﴿ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ ﴾ کے معنی ہیں کہ یہ لوگ اب اسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ [2] زہری کہتے ہیں کہ ﴿ التَّنَاوُشُ ﴾ کے معنی ہیں ایمان کو لے لینا جبکہ وہ آخرت میں ہوں گے اور دنیا میں مدت ختم ہو گئی ہوگی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انھوں نے معاملے کو ایسی جگہ سے طلب کیا ہے جہاں سے اسے حاصل ہی نہیں کیا جا سکتا، گویا انھوں نے ایمان کو بہت دور سے لینے کی کوشش کی ہے۔ [3]

﴿ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''حالانکہ انھوں نے اس سے پہلے اس کا انکار کیا تھا۔'' تو اب آخرت میں ان کو ایمان کیسے حاصل ہو سکتا ہے، حالانکہ انھوں نے دنیا میں حق کا انکار اور رسولوں کی تکذیب کی، ﴿ وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴾ ''اور بن دیکھے دور ہی سے (اٹکل پچو کے تیر) چلاتے رہے۔'' امام مالک نے زید بن اسلم سے ﴿ وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ ﴾ کے معنی گمان کے کیے ہیں، یہ ایسے ہے جیسے کہ فرمایا: ﴿ رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ﴾ (الكهف 22:18) ''بن دیکھے (نشانے کے لیے) پتھر چلانا۔''

« باب لا حول ولا قوة إلا بالله، حدیث: 6610 واللفظ له جبکہ پہلی قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الذکر والدعاء……، باب استحباب خفض الصوت بالذکر إلا فی المواضع……، حدیث: 2704 میں اور دوسری قوسین والا لفظ مسند أحمد: 403/4 میں ہے۔ [1] تفسیر الطبری: 130/22 . [2] الدر المنثور: 454/5. [3] تفسیر الماوردی: 459/4.

کہ کبھی تو وہ آپ کو شاعر کہتے، کبھی کاہن، کبھی ساحر، کبھی مجنون اور کبھی اس طرح کی دیگر باطل باتیں او بعث بعد الموت حشر نشر اور آخرت کی تکذیب کیا کرتے تھے اور کہتے تھے: ﴿ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ ﴾ (الجاثیۃ 45:32) ''ہم تو اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا۔'' قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ظن کے تیر چلاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ بعث بعد الموت نہیں ہے اور نہ جنت اور دوزخ ہی کا کوئی وجود ہے۔ ① ﴿ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ ﴾ ''اور ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں آڑ حائل کر دی جائے گی۔'' حسن بصری اور ضحاک وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایمان ہے۔ ② سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد توبہ ہے۔ ③ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ④ مجاہد کہتے ہیں کہ خواہش کی چیزوں سے مراد مال و دولت اور اہل و عیال ہیں۔ ⑤ حضرت ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور ربیع بن انس رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ ⑥ اور صحیح بات یہ ہے کہ دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ دنیا میں ان کی خواہشوں میں اور آخرت کی چاہتوں میں پردہ حائل کر دیا گیا مگر ان کی آخرت کی خواہشوں کو پورا نہیں کیا جائے گا۔ ﴿ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ''جیسا کہ پہلے ان کے ہم جنسوں سے کیا گیا۔'' یعنی جیسا کہ رسولوں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں کے ساتھ ہوا تھا کہ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو انھوں نے خواہش کی کہ اے کاش! وہ ایمان لے آتے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 40:84,85) ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، ان سب کا ہم انکار کرتے ہیں، پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا، اللہ کا یہی طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا اور کافر اس وقت سخت نقصان میں رہ گئے۔'' ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾ ﴾ ''بے شک وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں (پڑے ہوئے) تھے۔'' یعنی دنیا میں شک و ریب میں مبتلا تھے، لہٰذا عذاب دیکھنے کے وقت ان کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شک و ریب سے بچو کیونکہ جو شخص حالتِ شک میں فوت ہوا اسے شک ہی پر اٹھایا جائے گا اور جو شخص یقین کی حالت میں فوت ہوا تو اسے یقین کی حالت پر اٹھایا جائے گا۔ ⑦

تفسیر سورۂ سبا اختتام پذیر ہوئی۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

① تفسیر الطبری: 134/22. ② تفسیر الطبری: 134,135/22. ③ تفسیر الماوردی: 460/4 و الدر المنثور: 454/5. ④ تفسیر الطبری: 134,135/22. ⑤ تفسیر الطبری: 135/22 . ⑥ صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ سبا، قبل الحدیث: 4800. ⑦ الدر المنثور: 457/5.

تفسیر سُوۡرَۃُ فَاطِر

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے

وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ①

ہیں، وہ جو چاہے (اپنی) مخلوق میں زیادہ کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ①

تفسیر آیت: 1

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ﴾ کا کیا مفہوم ہے حتی کہ میرے پاس دو دیہاتی آئے جن کا ایک کنویں کے بارے میں جھگڑا تھا، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ أَنَا فَطَرْتُهَا یعنی میں نے اسے شروع کیا تھا۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ﴾ کے معنی ہیں: آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔[2] ضحاک کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی ﴿ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ﴾ کے الفاظ آئے ہیں، وہ آسمانوں اور زمین کے خالق کے معنی میں ہیں۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا ﴾ ''(وہ) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے۔'' یعنی اپنے اور اپنے انبیاء کے درمیان۔ ﴿ اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ ﴾ ''پروں والے۔'' جن کے ساتھ وہ اڑتے ہیں تاکہ وہاں وہ جلد پہنچ جائیں، جہاں پہنچنے کا انھیں حکم دیا گیا ہوتا ہے۔ ﴿ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ ﴾ ''دو دو اور تین تین اور چار چار۔'' یعنی ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے دو دو پر ہیں، کچھ ایسے جن کے تین تین اور کچھ ایسے جن کے چار چار پر ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے ان سے بھی زیادہ پر ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں۔[4] اور ہر دو پروں کے مابین اس طرح فاصلہ ہے جس طرح مشرق و مغرب میں

---

① تفسیر القرطبی: 319/14 وتفسیر الطبری: 211/7. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3170/10. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 3170/10. ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۚ﴾ (النجم 9:53)، حدیث: 4856 وصحیح مسلم، الإیمان، باب معنی قول اللہ عزوجل: ﴿ وَ لَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی ۙ﴾ (النجم53:13)، حدیث:174عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

مَا يَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ

اللہ لوگوں کے لیے (اپنی) رحمت سے جو کھول دے تو کوئی اسے بند کرنے والا نہیں، اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اسے بھیجنے (کھولنے) والا نہیں،

وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ②

اور وہ غالب، خوب حکمت والا ہے②

ہے۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَزِيۡدُ فِى الۡخَلۡقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ① ﴾ ''وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے، بڑھاتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' سدی کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جس قدر چاہتا ہے، پروں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔[2]

تفسیر آیت: 2

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ جو چاہے صرف وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا، وہ جو عطا فرمائے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے روک لے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے وَرّاد مولیٰ مغیرہ بن شعبہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہو وہ مجھے لکھ کر بھیج دیں، حضرت مغیرہ نے مجھے بلایا اور یہ لکھوایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ آپ نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ، لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ، اَللّٰهُمَّ! لَامَانِعَ لِمَا أَعۡطَيۡتَ وَلَا مُعۡطِيَ لِمَا مَنَعۡتَ وَلَا يَنۡفَعُ ذَاالۡجَدِّ مِنۡكَ الۡجَدُّ] ''اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں، اس کا (سارا) ملک ہے اور اسی کی (سب) تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جو تو عطا فرمائے، اس کو کوئی منع کرنے والا نہیں اور جو تو نہ دے، اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اس کی دولت (تیری گرفت سے) نہیں بچا سکتی۔'' اور میں نے یہ بھی سنا کہ آپ نے فضول گفتگو، کثرتِ سوال، مال کے ضائع کرنے، بچیوں کے زندہ درگور کرنے، ماؤں کی نافرمانی کرنے اور (کسی کا حق) روکنے اور (ناحق) مانگنے سے منع فرمایا ہے۔[3] اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی مختلف طرق سے روایت کیا ہے۔[4]

اور صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: [(سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ !)، رَبَّنَا! لَكَ الۡحَمۡدُ مِلۡءَ (السَّمَآءِ) وَمِلۡءَ الۡأَرۡضِ، وَمِلۡءَ مَاشِئۡتَ مِنۡ شَىۡءٍ بَعۡدُ، أَهۡلَ الثَّنَاءِ وَالۡمَجۡدِ، أَحَقُّ مَاقَالَ الۡعَبۡدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبۡدٌ، اَللّٰهُمَّ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعۡطَيۡتَ وَلَا مُعۡطِيَ

① مسند أحمد :407/1. ② تفسیر ابن أبي حاتم :3170/10. ③ مسند أحمد :251,250/4 یاد رہے یہاں یہ الفاظ دو علیحدہ علیحدہ سندوں سے بیان ہوئے ہیں۔ ④ صحیح البخاري، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب مایکره من کثرة السؤال......، حدیث: 7292 وصحیح مسلم، المساجد......، باب استحباب الذکر......، حدیث: (138)-593 والأقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة، حدیث: 593 بعد الحدیث: (11)-1715.

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دے؟ اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں،

وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖؗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③

پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟③

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو تحقیق آپ سے پہلے (بھی) کئی رسول جھٹلائے گئے ہیں، اور سب امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں④ اے لوگو!

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ تمھیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے، اور تمھیں بڑا دھوکے باز (شیطان بھی) اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑥ ؕ

ڈالے⑤ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے دشمن ہی جانو، بس وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائیں⑥

لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ] ”اللہ نے اس شخص کی (تعریف) سن لی (اور قبول کر لی) جس نے اس کی تعریف کی، اے اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے آسمان اور زمین کو بھر دینے کے بقدر اور (ان کے بعد) ہر اس چیز کے بھر دینے کے بقدر جس کو تو (بھرنا) چاہے، حمد وثنا اور بزرگی کے مالک، جو کسی بندے نے (حمد بیان کرتے ہوئے) کہا تو اس سے زیادہ کا مستحق ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، اے اللہ! جو تو عطا فرمائے، اسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جو تو منع فرما دے، اسے کوئی دینے والا نہیں اور (تیرے عذاب و گرفت سے) کسی دولت مند کو اس کی دولت نہیں بچا سکتی۔“① یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ ﴾ (یونس 107:10) ”اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے، تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔“ اس آیت کریمہ کی نظیر اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیت: 3

توحید کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توحید عبادت کے استدلال کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ جس طرح پیدا فرمانا اور رزق دینا اسی کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے، اسی طرح عبادت بھی صرف اسی کی ذات گرامی کی ہونی چاہیے اور بتوں اور شریکوں میں سے کسی کو اس کا ساجھی نہیں بنانا چاہیے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖؗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔“ یعنی اس بیان اور اس واضح برہان کے بعد تم کہاں بہکے ہو اور تعجب ہے کہ اس کے بعد بھی تم شریکوں اور بتوں کی پوجا کرتے ہو! وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

① صحیح مسلم، الصلاة، باب مایقول إذا رفع رأسه من الركوع، حدیث: 477. پہلی قوسین والے الفاظ دیکھیے اسی باب کے تحت حدیث: (202)-476، اور دوسری قوسین والا لفظ بھی حدیث: (204)-476 عن ابن أبي أوفى ؓ میں ہے۔

تفسیر آیات:4-6

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی کہ سابقہ انبیاء کی بھی تکذیب کی گئی تھی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) اگر یہ مشرکین آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ انھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، یہ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو سابقہ انبیائے کرام آپ کے لیے اسوہ ہیں، وہ بھی اپنی قوموں کے پاس دلائل اور براہین لے کر آئے تھے اور انھوں نے بھی اپنی اپنی قوموں کو توحید کا حکم دیا تھا مگر ان کی قوموں نے ان کی مخالفت اور تکذیب کی تھی ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ ﴾ ''اور (سب) کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے'' اور ہم انھیں اس کی پوری پوری جزا دیں گے۔

قیامت آکر رہے گی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ''لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' یعنی آخرت ہر صورت میں برپا ہونے والی ہے، ﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ﴾ ''تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔'' یعنی دنیا کی یہ زندگی جو اُس زندگی کے مقابلے میں بہت ہی گھٹیا ہے جو خیر عظیم پر مشتمل ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور اپنے رسولوں کے پیروکاروں کے لیے تیار فرما رکھا ہے، لہٰذا اس فانی دنیا کی دل فریبیوں میں کھو کر ابدی و سرمدی زندگی سے غافل نہ ہو جاؤ، ﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ ﴾ ''اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں فریب دے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس فریب دینے والے سے مراد شیطان ہے۔[1] یعنی شیطان تمھیں فتنے میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی اتباع اور اس کی باتوں کی تصدیق سے دور نہ ہٹا دے کیونکہ وہ بے حد دھوکے باز، جھوٹا اور افترا پرداز ہے، یہ آیت کریمہ سورۂ لقمان کی آخری سے پہلی اس آیت کی طرح ہے: ﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ (لقمٰن 33:31) ''پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں (کسی طرح کا) فریب دے۔''

اپنے ازلی دشمن کو پہچانیے! پھر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی ابن آدم سے عداوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ ''بلاشبہ شیطان تمھارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔'' یعنی وہ تمھارے ساتھ دشمنی رکھتا ہے تم بھی اسے اپنا شدید دشمن سمجھو اور اس کی ہر بات کی مخالفت اور تکذیب کرو کیونکہ وہ تمھیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ ﴿ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑥ ﴾ ''وہ تو صرف اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں۔'' یعنی اس کا مقصد تمھیں گمراہ کرنا ہے تاکہ اس کے ساتھ تم بھی دوزخ کے عذاب میں داخل ہو جاؤ، پس یہ تمھارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے جو طاقت ور اور غالب ہے، یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن بنا دے، کتاب اللہ کی اتباع کی توفیق عطا فرما دے اور اپنے رسول ﷺ کے نقش قدم پر چلا دے۔ وہ ہر چیز پر قادر اور دعاؤں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمانے والا ہے، یہ آیت کریمہ حسب ذیل آیت کے مانند ہے: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ

[1] تفسير الطبري: 140/22.

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے⑦ کیا

كَبِیْرٌ ۧ ⑦ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ

پھر وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل پرکشش بنا دیا گیا، سو وہ اسے اچھا دیکھتا ہے (ہدایت یافتہ شخص کی طرح ہو سکتا ہے؟) چنانچہ بے شک اللہ جسے چاہے گمراہ

مَنْ یَّشَآءُ ۖۗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ⑧

کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، لہٰذا آپ کی جان ان پر افسوس کرتے ہوئے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں⑧

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ

اور اللہ ہی وہ ذات ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے، وہ بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے مردہ شہر کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ

اس کے مردہ (بنجر) ہو جانے کے بعد زندہ کرتے ہیں، اسی طرح (انسانوں کا) دوبارہ جی اٹھنا ہے⑨ جو شخص عزت چاہتا ہے، پس عزت تو ساری کی

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ

ساری اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور عمل صالح انھیں اوپر اٹھاتا ہے، اور جو لوگ بری چالیں چلتے ہیں ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوْرُ ⑩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

سخت عذاب ہے، اور انھی لوگوں کی چال ہی برباد ہو کے رہے گی⑩ اور اللہ ہی نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر اس نے تمھیں جوڑے

جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ

جوڑے بنایا، اور جو بھی مادہ حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی ہے اسے اس کا علم ہوتا ہے اور بڑی عمر والے کو عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے (وہ) ایک

وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ⑪

کتاب (لوح محفوظ) میں (درج) ہے، بلاشبہ یہ (بات) اللہ پر نہایت آسان ہے⑪

بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ﴿ (الکہف 50:18) ”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا، اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا، پھر کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں اور شیطان کی دوستی ظالموں کے لیے (اللہ کی دوستی کا) برا بدل ہے۔“

تفسیر آیات: 8,7

روز قیامت کافر اور مومن کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ شیطان کے پیروکاروں کا ٹھکانا دوزخ ہے، پھر یہ ذکر فرمایا کہ کافروں کے لیے شدید عذاب ہے کیونکہ انھوں نے شیطان کی اطاعت اور رب رحمان کی نافرمانی کی تھی اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ”اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے بخشش ہے“ ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کی ﴿ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ⑦ ﴾ ”اور بہت بڑا ثواب ہے“ ان کے اعمال صالحہ کا۔ ﴿ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ

﴿ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ﴾ ”پس بھلا جس شخص کو اس کے اعمالِ بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں، پھر وہ ان کو عمدہ سمجھنے لگے؟“ جیسا کہ کفار و فجار کے اعمال تو برے ہیں مگر وہ گمان یہ رکھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں تو کیا جو شخص اس طرح ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر رکھا ہو تو اس کے لیے تمھارا کوئی حیلہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے؟ اس کے بارے میں کوئی حیلہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔ ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ”پھر بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ یعنی یہ سب کچھ اس کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ﴾ ”تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نکل نہ جائے۔“ یعنی آپ اس پر افسوس نہ کریں اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر میں حکیم ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ جس کو چاہے گمراہ کر دے اور جس کو چاہے ہدایت عطا فرما دے کیونکہ یہ سب کچھ اس کی غالب حجت اور مکمل علم کے مطابق ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۝۸ ﴾ ”یہ جو کچھ کرتے ہیں بلاشبہ اللہ اس سے واقف ہے۔“

تفسیر آیات: 9-11

مرنے کے بعد زندہ ہونے کی دلیل: اللہ تعالیٰ نے آخرت کے بارے میں زمین کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دینے سے بکثرت استدلال فرمایا ہے جیسا کہ سورۂ حج کی ابتداء میں بندوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں کہ زمین مردہ اور بنجر ہوتی ہے، اس میں نباتات نہیں ہوتی، پھر جب اللہ تعالیٰ بادلوں کو بھیج کر ایسی زمین پر باران رحمت نازل فرما دیتا ہے تو ﴿ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ۝ ﴾ (الحج 5:22) ”وہ شاداب ہو جاتی اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب مردہ جسموں کو ان کی قبروں سے اٹھانا چاہے گا تو عرش کے نیچے سے ساری زمین پر بارش نازل فرمائے گا جس سے قبروں سے مردہ جسم اس طرح زندہ ہو کر اٹھیں گے جس طرح زمین میں دانہ اگتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے: [كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَبْلٰى وَيَأْكُلُهُ التُّرَابُ، إِلَّا عَجَبَ الذَّنَبِ، مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ] ”دمچی کے سوا ابن آدم کا سارا جسم بوسیدہ ہو جائے گا اور اسے مٹی کھا جائے گی، اسی سے اسے پیدا کیا گیا تھا اور اسی سے اس کے جسم کو دوبارہ جوڑا جائے گا۔“[1] اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۝۹ ﴾ ”اسی طرح (مردوں کو جی) اٹھنا ہو گا۔“ ابورزین کی حدیث میں ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اور مخلوق میں اس کی کیا نشانی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَا مَرَرْتَ بِوَادِي أَهْلِكَ (مُمْحِلًا؟) قَالَ: بَلٰى! قَالَ: أَمَا مَرَرْتَ بِهِ يَهْتَزُّ خَضِرًا؟ قَالَ: قُلْتُ: بَلٰى! ...... قَالَ: فَكَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى] ”کیا تم کبھی اپنی قوم کی وادی کے پاس سے نہیں گزرے جو بنجر ہو چکی ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! (تو آپ نے) فرمایا: پھر جب تم (دوبارہ) اس کے پاس سے گزرتے ہو تو وہ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگتی ہے؟ کہتے ہیں: میں نے عرض کی: جی ہاں! ...... (تو رسول اللہ ﷺ نے)

---

[1] دیکھیے صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ...... ﴾ (النبا 18:78)، حدیث: 4935 وصحیح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب ما بین النفختين، حديث: (142)- 2955 ومسند أحمد: 428/2 و اللفظ له عن أبي هريرة رضي الله عنه.

فرمایا: پس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو بھی زندہ فرمادے گا۔''[1]

دنیا و آخرت میں عزت کے طلب گار کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا ؕ﴾ ''جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔''یعنی جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ دنیا و آخرت میں معزز ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم پکڑنا چاہیے، اس سے اسے گوہر مقصود مل جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کا مالک ہے اور عزت ساری اسی کی ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِيۡنَ يَتَّخِذُوۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ؕ اَيَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَهُمُ الۡعِزَّةَ فَاِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ؕ﴾ (النسآء 4:139) ''جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔''اور فرمایا: ﴿وَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ؕ﴾ (یونس 10:65) ''اور آپ کو ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔''اور فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝﴾ (المنفقون 63:8) ''اور (حالانکہ) عزت تو اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔''مجاہد کہتے ہیں: ﴿مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ﴾ ''جو شخص عزت کا طلب گار ہے'' بتوں کی عبادت کر کے، تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔[2] امام قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص عزت کا طلب گار ہو تو وہ اس بات کو کبھی بھی فراموش نہ کرے کہ عزت تو سب اللہ ہی کی ہے، لہٰذا اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے عزت حاصل کرنی چاہیے۔[3]

عمل صالح اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ ''اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں۔''یعنی ذکر، تلاوت اور دعا جیسا کہ کئی ایک ائمۂ سلف نے فرمایا ہے۔ ابن جریر نے مُخارِق بن سُلَیم سے روایت کیا ہے کہ ہم سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم تم سے کوئی حدیث بیان کریں تو کتاب اللہ سے اس کی تصدیق بھی پیش کر دیں گے، جب کوئی مسلمان یہ کلمات کہتا ہے: سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكۡبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ ''اللہ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ بابرکت ہے۔''تو فرشتہ ان کلمات کو لے کر اپنے پر کے نیچے کر لیتا ہے، پھر انھیں لے کر آسمان کی طرف چڑھ جاتا ہے اور وہ جب بھی فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ ان کلمات کے کہنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں حتی کہ وہ کلمات کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتا ہے، پھر کتاب اللہ سے تصدیق کے طور پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ ؕ﴾ ''اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں۔''[4]

---

[1] مسند أحمد: 11/4 حدیث ضعیف ہے۔ مزید دیکھیے کتاب السنة لابن أبي عاصم، ص: 299,298، حدیث: 639 اور قوسین والا لفظ بھی مسند أحمد: 11/4 میں حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایک اور سند سے مروی ہے۔ [2] تفسیر الطبري: 144,143/22. [3] تفسیر الطبري: 144/22. [4] تفسیر الطبري: 144/22.

امام احمد رحمہ اللہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ مِنْ تَسْبِيحِهٖ وَتَحْمِيدِهٖ وَتَكْبِيرِهٖ وَتَهْلِيلِهٖ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ، لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يُذَكِّرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ، أَلَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ لَّا يَزَالَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ شَيْءٌ يُذَكِّرُ بِهٖ؟] ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کی وجہ سے اس کا ذکر کرتے ہوئے تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ)، تکبیر (اَللّٰهُ أَكْبَرُ)، تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) اور تہلیل (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش الٰہی کا طواف کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز جیسی ہوتی ہے اور وہ ان کلمات کے کہنے والے کو بھی یاد کرتے ہیں تو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ کے ہاں کوئی چیز اس کی یاد دلاتی رہے۔''[1] اور اسی طرح اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ''اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ پاکیزہ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کو ادا کرنا ہے تو جو شخص فرائض ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اٹھا لیتا اور اسے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر تو کرے مگر فرائض ادا نہ کرے تو اس کے کلام کو اس کے عمل کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور وہی اس کا زیادہ مستحق ہوگا۔[3]

﴿وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور جو لوگ برے برے مکر کرتے ہیں۔'' مجاہد، سعید بن جبیر اور شہر بن حوشب کا قول ہے کہ ان سے مراد اعمال میں ریا کاری کرنے والے ہیں۔[4] یعنی وہ لوگوں کے ساتھ مکر کرتے ہوئے یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان سے سخت نفرت ہے کیونکہ وہ تو ریا کاری کے لیے عمل کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ⑩﴾ ''ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر تباہ و برباد ہو جائے گا۔'' یعنی ان کا مکر فاسد اور باطل ہو جائے گا اور اہل عقل وبصیرت کے لیے عنقریب ان کی ملمع سازی ظاہر ہو جائے گی کیونکہ جو شخص کسی بھی بات کو چھپائے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے نشانات اور زبان کی ہفوات سے ظاہر فرما دیتا ہے، اور جو شخص کسی بھی بات کو چھپائے، اللہ تعالیٰ اس کی چادر اسے پہنا دے گا، اگر اچھی بات ہوئی تو اچھی چادر اور اگر بری بات ہوئی تو بری چادر، ریا کاری کا معاملہ کسی بے وقوف شخص ہی سے مخفی رہ سکتا ہے، صاحب فراست مومنوں سے کبھی بھی مخفی نہیں رہ سکتا بلکہ عنقریب واضح ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو عالم الغیب ہے، اس سے کوئی خفیہ معاملہ مخفی رہ ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ خالق اور علام الغیوب ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ''اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے۔'' یعنی تمھارے باپ آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے فرمائی، پھر اس کی نسل خلاصے سے، یعنی حقیر پانی سے پیدا کی ﴿ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ﴾ ''پھر تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا۔'' یعنی اس نے تم کو مرد اور عورت بنا دیا

---

[1] مسند أحمد: 268/4. [2] سنن ابن ماجه، الأدب، باب فضل التسبيح، حديث: 3809. [3] تفسير الطبري: 145/22. [4] تفسير الطبري: 146/22.

اور اپنے لطف ورحمت سے تمھاری ہی جنس سے تمھارے لیے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو ﴿ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ﴾ ''اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ (بچہ) جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔'' یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں بلکہ ﴿ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ۝ ﴾ (الأنعام 59:6) ''اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری یا سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔'' اور اس بارے میں گفتگو قبل ازیں حسب ذیل آیت کریمہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَكُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ۝ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ۝ ﴾ (الرعد 9,8:13) ''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ (اپنے پیٹ میں) اٹھائے پھرتی ہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے، وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، (سب سے) بزرگ (اور) عالی مرتبہ ہے۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ ؕ ﴾ ''اور نہ کسی عمر پانے والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔'' یعنی بعض نطفوں کو جو طویل عمر عطا کی جاتی ہے، وہ اس کے علم میں اور اس کے پاس تقدیر میں لکھی ہوتی ہے۔ ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ ﴾ ''ہ'' ضمیر جنس کی طرف عائد ہے نہ کہ اس شخص کی طرف جس کو (طویل) عمر دی گئی ہے کیونکہ طویل عمر (جس کو عطا کی جائے وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے علم میں ہے، وہ عمر کم نہیں کی جاتی۔ اس آیت کریمہ کے بارے میں بطریق عوفی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص کے لیے بھی طویل عمر اور درازی حیات کا فیصلہ کر دیا گیا ہو تو وہ اس عمر تک ضرور پہنچ کر رہتا ہے جس کا اس کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہوتا ہے اور جو فیصلہ کیا گیا ہوتا ہے، وہ اس سے زیادہ عمر نہیں پا سکتا اور جس کے لیے کم عمر اور کم زندگی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا ہے وہ جب اس عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا گویا اس کا ہر قسم کا معاملہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ۝ ﴾ ''اور نہ کسی عمر پانے والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' یعنی یہ سب کچھ اللہ کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔[2] ضحاک بن مزاحم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں: جو بھی اس کی عمر لکھ دی جاتی ہے اور ﴿ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ پھر وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتی رہتی ہے۔ سال کے بعد ایک سال، مہینے کے بعد ایک مہینہ، جمعے کے بعد ایک جمعہ، دن کے بعد ایک دن اور گھنٹے کے بعد ایک گھنٹے کے حساب سے کم ہوتی رہتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے، اسے ابن جریر نے ابو مالک سے نقل کیا ہے۔[3] سدی اور عطاء خراسانی کا بھی یہی مذہب ہے۔

---

[1] دیکھیے الرعد، آیات: 9,8 کے تحت عنوان: ''عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے'' [2] تفسیر الطبری: 147,146/22.
[3] تفسیر الطبری: 147/22 مختصرًا.

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ

اور دو دریا برابر نہیں، یہ (ایک) میٹھا خوب میٹھا پینے میں خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) کھارا سخت کڑوا ہے، اور ہر ایک میں سے تم تازہ

تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا

گوشت (مچھلی) کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جنھیں تم پہنتے ہو، اور آپ اس (دریا) میں پانی کو پھاڑ کر چلنے والی کشتیاں دیکھیں گے،

مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫

تاکہ تم اس (اللہ) کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو ⑫

امام نسائی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يُّبْسَطَ (لَهٗ) فِي رِزْقِهٖ أَوْ يُنْسَأَ (لَهٗ) فِي أَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ] ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق کو کشادہ کر دیا جائے اور اس کی عمر کو دراز کر دیا جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔''① اسے امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداود نے بھی روایت کیا ہے۔② ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪﴾ ''بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' تمام مخلوق کے بارے میں یہ علم اور یہ تفصیل اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس سے کوئی چیز بھی تو مخفی نہیں۔

تفسیر آیت:12

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے پیدا فرمانے کے بارے میں اپنی عظیم الشان قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے دو دریا پیدا فرمائے ہیں جن میں سے ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے اور اس سے مراد یہ چھوٹی بڑی نہریں ہیں جو حسب ضرورت ملکوں شہروں، آبادیوں، جنگلوں اور صحراؤں میں رواں دواں ہیں اور ان کا پانی میٹھا ہے جو پینے والوں کے لیے بڑا خوشگوار ہے۔ ﴿وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ﴾ ''اور یہ (دوسرا) کھارا ہے سخت کڑوا۔'' اور اس سے مراد وہ سمندر ہے جو ساکن ہے اور جس میں بڑے بڑے بحری جہاز چلتے ہیں اور ان کا پانی نمکین، کھارا اور کڑوا ہوتا ہے، پھر فرمایا: ﴿وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ ''اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔'' یعنی مچھلی کا۔ ﴿وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا﴾ ''اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾ (الرحمٰن 55: 23,22) ''ان دونوں (دریاؤں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

---

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله: ﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ ......﴾:438/6، حديث: 1429، البتہ دونوں قوسوں والے الفاظ بخاری کے آمدہ حوالے میں ہیں۔ ② صحيح البخاري، البيوع، باب من أحب البسط في الرزق، حديث: 2067 و صحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم......، حديث: 2557 و سنن أبي داود، الزكاة، باب في صلة الرحم، حديث: 1693.

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ

وہ رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے، ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے، یہی اللہ

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

تمھارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کی باریک جھلی جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے ⑬ اگر تم انھیں پکارو تو وہ

قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تمھاری پکار نہیں سنیں گے، اور اگر وہ سن بھی لیں تو وہ تمھیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمھارے (اس) شرک کا انکار کر دیں گے، اور

يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭ ع 2 7 14

کوئی آپ کو خوب باخبر (اللہ) کے مانند خبر نہیں دے گا ⑭

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ ﴾ ''اور آپ اس (دریا) میں کشتیوں کو دیکھتے ہیں کہ (پانی کو) پھاڑتی چلی آتی ہیں'' اور وہ اسے اپنے اگلے حصے کے ساتھ پھاڑتی ہیں اور اس سے مراد کشتی کا وہ اگلا حصہ ہے جو پرندے کی چونچ جیسا ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ہوا کشتیوں کو پھاڑ دیتی ہے اور وہ بڑی بڑی کشتیوں ہی کو پھاڑتی ہے۔[1] ﴿ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ''تاکہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو'' ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک تجارت کی غرض سے کیے جانے والے سفروں کے ذریعے سے ﴿ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ ﴾ ''اور تاکہ تم شکر کرو۔'' یعنی تم اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ سمندر جیسی عظیم ترین مخلوق کو اس نے تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے، تم جس طرح چاہو اس میں تصرف کر سکتے ہو، جس طرف ارادہ کرو اس میں جا سکتے ہو، اسے ذرہ بھر انکار کی مجال نہیں بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس نے اپنی قدرت کے ساتھ تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے اور یہ سب کچھ اس کے فضل اور اس کی رحمت کا کرشمہ ہے۔

تفسیر آیات: 14,13

مشرکین کے معبود کسی چیز کے مالک نہیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت اور عظیم الشان سلطنت کی دلیل ہے کہ اس نے رات کو اس کے اندھیرے سمیت اور دن کو اس کی روشنی کے ساتھ مسخر کر رکھا ہے، دن کے طول میں سے کچھ حصہ لے کر رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے آہستہ آہستہ دن رات دونوں معتدل ہو جاتے ہیں، پھر رات سے کچھ حصہ لے کر دن میں داخل کر دیتا ہے جس سے دن لمبا اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے اور موسم سرما و گرما میں دونوں اسی طرح ایک دوسرے کو کاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ﴾ ''اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔'' یعنی تمام نجوم و کواکب، ستارے اور سیارے اور دیگر تمام اجرام فلکی اپنی روشنیوں سمیت مسخر ہیں اور یہ سب کے سب ایک معین مقدار کے ساتھ ایک طے شدہ اور تحریر شدہ رستے پر چل رہے ہیں اور یہ سب اندازے اس اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں جو غالب اور علم والا ہے۔

[1] صحیح البخاری، البیوع، باب التجارۃ فی البحر، قبل الحدیث: 2063.

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑮ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

اے لوگو! تم (سب) اللہ ہی کے محتاج ہو، اور اللہ ہی بالکل بے نیاز، قابل تعریف ہے⑮ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے (فنا کردے) اور

وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ⑯ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ

(تمھاری جگہ) ایک نئی مخلوق لے آئے⑯ اور اللہ کے لیے یہ (بات) کچھ مشکل نہیں⑰ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ

گا، اور اگر کوئی بوجھ لدا شخص اپنا بوجھ اٹھانے کو بلائے گا تو اس (کے بوجھ میں) سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہو، بس آپ تو

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ

انھی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ نماز قائم کرتے ہیں، اور جو پاک ہوا تو وہ اپنے ہی لیے پاک ہوتا ہے،

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ⑱

اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے⑱

﴿ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ﴾ ''ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔'' یعنی قیامت تک ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ﴾ ''یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے'' جس کے یہ سارے کام ہیں اور وہ رب عظیم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو۔'' یعنی تمھارے تمام اصنام و انداد جن کو تم نے اپنے زعم میں ملائکہ مقربین کی صورتوں کے مطابق بنا رکھا ہے ﴿ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ⑬ ﴾ ''وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی تو مالک نہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، عطاء، عطیہ عوفی، حسن، قتادہ اور دیگر کئی ائمہ نے فرمایا ہے کہ ﴿ قِطْمِيْرٍ ؕ⑬ ﴾ کے معنی اس چھلکے کے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے اوپر ہوتا ہے۔[1] یعنی وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی آسمانوں اور زمین کی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ ﴾ ''اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں۔'' یعنی یہ معبودان باطلہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، یہ تمھاری پکار کو نہیں سن سکتے کیونکہ یہ جماد اور بے روح ہیں۔ ﴿ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر وہ سن بھی لیں تو وہ تمھیں جواب نہیں دے سکتے۔'' یعنی جو تم ان سے تقاضا کرتے ہو وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ ﴾ ''اور قیامت کے روز تمھارے شرک سے انکار کر دیں گے۔'' یعنی تم سے براءت کا اظہار کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 6,5:46) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے، جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتا؟ جبکہ وہ ان کی پکار سے غافل ہیں اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ○ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ

[1] تفسير الطبري: 150/22.

ضِدًّاo ﴾ (مریم 82,81:19) ''اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تاکہ وہ ان کے لیے (موجب عزت و) مدد ہوں۔ ہرگز نہیں! وہ (معبودان باطلہ) ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (ومخالف) ہوں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴾ ''اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔'' یعنی امور کے عواقب وانجام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرح تمھیں کوئی اور خبر نہیں دے سکے گا کیونکہ وہ تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی ہی ذات پاک کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ اسی نے ان امور کے بارے میں خبر دی ہے جو لامحالہ وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔ [1]

تفسیر آیات: 15-18

سب لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذات پاک کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے جبکہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ ﴾ ''لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو۔'' تم سب اپنی تمام حرکات وسکنات میں اس کے محتاج ہو جبکہ وہ ذات پاک تم سب سے بے نیاز ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِيُّ الۡحَمِيۡدُ ﴾ ''اور اللہ ہی بے پروا، حمد (وثنا) کے لائق ہے۔'' یعنی صرف وہ وحدہ لاشریک ہی بے نیاز ہے اور اپنے تمام افعال، اقوال، تقدیر اور شریعت میں حمد وثنا کے لائق ہے ﴿ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ﴾ ''اگر چاہے تو تم کو لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔'' یعنی اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو نیست ونابود کر دے اور تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے اور یہ اس کے لیے کوئی مشکل یا محال نہیں ہے ﴿ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴾ ''اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔''

قیامت کو ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ ﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا (نفس) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔'' یعنی قیامت کے دن ﴿ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰى حِمۡلِهَا ﴾ ''اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا (نفس) اپنا بوجھ بٹانے کے لیے کسی کو بلائے۔'' یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دب چکا ہو اور کسی کو بلائے کہ وہ اس کے گناہوں کا سارا یا کچھ بوجھ اٹھا لے ﴿ لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَيۡءٌ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ؕ ﴾ ''تو اس (کے بوجھ) میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ وہ قرابت دار ہی ہو۔'' یعنی اگرچہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو، خواہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس وقت ہر ایک پر نفسانفسی کی کیفیت طاری ہوگی۔

﴿ اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ ﴾ ''(اے پیغمبر!) آپ تو صرف ان ہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے اور نماز (بالالتزام) پڑھتے ہیں۔'' یعنی آپ جس پیغام کو لائے ہیں، اس سے وہ اہل بصیرت و دانش ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس نے انھیں جو حکم دیا ہے اسے پورا کرتے

[1] تفسیر الطبری: 151/22.

وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ۙ﴿19﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوۡرُ ۙ﴿20﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الۡحَرُوۡرُ ۚ﴿21﴾

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں (ہو سکتے) ﴿19﴾ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی ﴿20﴾ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ ﴿21﴾ اور نہ زندے اور نہ مردے برابر

وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ

ہو سکتے ہیں، بے شک اللہ جسے چاہے سنوا دیتا ہے، اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں ﴿22﴾ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ﴿23﴾

مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ ﴿22﴾ اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِيۡرٌ ﴿23﴾ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ؕ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ

بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا

اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿24﴾ وَاِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ

(آیا) ہو ﴿24﴾ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان لوگوں نے بھی تو جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہوئے، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں

3 ع 12 15 بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ﴿25﴾ ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿26﴾ ع

اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ﴿25﴾ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنھوں نے کفر کیا، پس (دیکھو) میرا عذاب کیسا (عبرتناک) تھا؟ ﴿26﴾

ہیں۔ ﴿ وَمَنۡ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفۡسِهٖ ؕ ﴾ ''اور جو شخص پاک ہوتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے پاک ہوتا ہے۔'' یعنی جو شخص نیک عمل کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے۔ ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿18﴾ ﴾ ''اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' یعنی اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر اچھا عمل کیا تو اچھا بدلہ اور اگر برا عمل کیا تو برا بدلہ دے گا۔

تفسیر آیات: 26-19

مومن اور کافر برابر نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح یہ مختلف اور متضاد اشیاء برابر نہیں ہو سکتیں، مثلاً: نابینا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اور جس طرح اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح زندے اور مردے بھی برابر نہیں ہو سکتے، یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے لیے بیان فرمائی ہے کہ مومن اس طرح ہیں جیسے زندہ انسان ہوں اور کافر اس طرح ہیں جیسے مردہ انسان۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ ﴾ (الأنعام 122:6) ''بھلا وہ شخص جو (پہلے) مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے؟'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الۡفَرِيۡقَيۡنِ كَالۡاَعۡمٰى وَالۡاَصَمِّ وَالۡبَصِيۡرِ وَالسَّمِيۡعِ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ ﴾ (ھود 24:11) ''دونوں فریقوں (کافر و مومن) کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو اور ایک دیکھتا اور سنتا، بھلا دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے؟'' مومن دیکھتا، سنتا اور دنیا و آخرت میں صراط مستقیم پر روشنی میں چلتا ہے حتی کہ وہ ایسے باغہائے بہشت میں پہنچ جائے گا جن میں گھنے سائے اور ٹھنڈے میٹھے چشمے ہوں گے جبکہ کافر اندھا، بہرا اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے کہ ان سے کبھی نکل نہ سکے گا بلکہ وہ دنیا و آخرت میں اپنی سرکشی و گمراہی میں حیران و ششدر

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے ایسے پھل نکالے جن کے رنگ مختلف

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿27﴾ وَمِنَ النَّاسِ

ہیں، اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ گھاٹیاں ہیں، ان کے رنگ مختلف ہیں، اور بہت گہری سیاہ (بھی)﴿27﴾ اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں

وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ

اور چوپایوں میں سے بھی (ایسے ہیں کہ) ان کے رنگ مختلف ہیں، بس اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں، بلاشبہ اللہ

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿28﴾

نہایت غالب، بہت بخشنے والا ہے﴿28﴾

رہے گا حتی کہ وہ جہنم کی گرمی، دوزخ کی لپٹ، کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں پہنچ جائے گا جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ خوش نما۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ ﴾ ”بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔“ یعنی وہ دلیل کے سننے، اسے قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿22﴾ ﴾ ”اور تم ان کو جو قبروں میں (مدفون) ہیں سنا نہیں سکتے“ جس طرح مردے، یعنی کفار مرنے اور قبروں میں جانے کے بعد ہدایت اور اس کی طرف دعوت سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح ان مشرکین کے بارے میں، جن کے مقدر میں حقارت لکھ دی گئی ہے، آپ کا کوئی حیلہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ آپ انھیں ہدایت دے سکتے ہیں، ﴿ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿23﴾ ﴾ ”آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی آپ کے ذمے پہنچا دینا اور ڈرا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے۔

﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ ﴾ ”بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“ یعنی مومنوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا، ﴿ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿24﴾ ﴾ ”اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔“ یعنی انسانوں کی جتنی بھی امتیں گزری ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور اس طرح ان سب کے عذر دور کر دیے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ (الرعد 7:13) ”(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ ﴾ (النحل 36:16) ”اور یقیناً ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو، تو ان میں سے بعض ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہو گئی۔“ اس موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

﴿ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو جو

لوگ ان سے پہلے تھے تحقیق وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آتے رہے۔'' نشانیوں سے مراد واضح معجزات اور قطعی دلائل ہیں، ﴿ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴾ ''اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر۔'' زبر سے مراد صحیفے اور کتاب منیر سے مراد واضح اور روشن کتابیں ہیں۔ ﴿ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا۔'' یعنی اس سب کچھ کے باوجود جب ان لوگوں نے پیغمبر کی تعلیمات کی تکذیب کی تو میں نے انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا، ﴿ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ ''پھر (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا ہوا۔'' یعنی دیکھو کہ میں نے انھیں اپنے جس عذاب کی گرفت میں لیا تھا وہ کتنا زبردست، ہولناک اور خطرناک تھا! وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 28,27

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ایک ہی چیز سے مختلف اور متنوع قسم کی اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور وہ چیز پانی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا ہے اور وہ اس کے ساتھ پیلے، سرخ، سبز اور دیگر مختلف رنگوں کے پھل پیدا فرماتا ہے جیسا کہ ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے ان پھلوں کے رنگ، ذائقے اور خوشبوئیں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں جیسا کہ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا ہے:

﴿ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (الرعد 13:4) ''اور زمین میں کئی طرح کے ٹکڑے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگوروں کے باغات اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت، بعض کی بہت سی شاخیں ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں، پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں اور اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا ﴾ ''اور پہاڑوں میں طرح طرح کی سفید اور سرخ دھاریاں ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔'' یعنی اسی طرح اس نے پہاڑ بھی مختلف رنگوں کے پیدا فرمائے ہیں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان میں سے بعض سفید اور بعض سرخ ہیں اور بعض میں مختلف رنگوں کے قطعات ہیں ﴿ جُدَدٌ ﴾ جُدَّةٌ کی جمع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ جُدَدٌ ﴾ کے معنی دھاریاں ہیں۔ [1] ابو مالک، حسن، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ [2] اور بعض کالے سیاہ ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ ﴿ غَرَابِيْبُ ﴾ ان پہاڑوں کو کہتے ہیں جو لمبے اور سیاہ ہوں۔ [3] ابو مالک، عطاء خراسانی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ [4] ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب جب کسی چیز کے بارے میں یہ کہنا چاہیں کہ وہ کالی سیاہ ہے تو اس کے لیے وہ أَسْوَدُ غَرِبِيبٌ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ [5]

---

① تفسیر روح المعانی: 280/12. ② تفسیر الطبری: 157/22 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3180,3179/10. ③ الکشاف: 609/3. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 3180,3179/10 و تفسیر عبدالرزاق: 70/3، رقم: 2442. ⑤ تفسیر الطبری: 157/22.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ﴾ ”اور انسانوں اور جانوروں اور چوپاؤں کے بھی اسی طرح مختلف قسم کے رنگ ہیں۔“ یعنی اسی طرح انسانوں اور جانوروں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔ دوابّ ان سب جانوروں کو کہتے ہیں جو اپنے پاؤں پر چلیں اور أنعام چوپاؤں کو کہتے ہیں یہ گویا خاص کے عام پر عطف کے باب سے ہے، مقصود یہ ہے کہ انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کے بھی مختلف رنگ ہیں، مثلاً: بَرۡبَر (مراکش، الجزائر اور تیونس کے باشندے) حبشی (سوڈان کی ایک نسل) اور سسلی بے حد کالے ہیں، صقالبہ (روم / قسطنطنیہ کے شمالی پہاڑی علاقوں اور بلادِ خزر (جنوبی روس) کے مغرب میں آباد قوم یوکرینی، رومانی، بلغاری اور سرب وغیرہ) اور رومی لوگ حد درجہ سفید ہیں۔ عرب ان دونوں کے بین بین ہیں جبکہ ہندوستان کے لوگ ان سے بھی کم سفید ہیں، اسی وجہ سے ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ وَاَلۡوَانِكُمۡ ط اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡعٰلِمِيۡنَ۝ ﴾ (الروم 22:30) ”اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا بے شک اہل دانش کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔“ اسی طرح جانور اور چوپائے بھی مختلف رنگوں کے ہیں حتی کہ ایک جنس یا ایک نوع کے جانوروں کے رنگ بھی مختلف ہیں بلکہ بسا اوقات ایک ہی جانور میں بھی مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحۡسَنُ الۡخَالِقِينَ.

اسی لیے ان سب باتوں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ط ﴾ ”اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔“ یعنی جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے قدر شناس علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں کیونکہ جس قدر اس عظیم وقدیر اور علیم ذات، جو صفاتِ کمال سے موصوف اور اسمائے حسنیٰ کے ساتھ منعوت ہے، کی معرفت حاصل ہوگی اور اس کے بارے میں زیادہ علم حاصل ہوگا، اسی قدر دل میں اس کی خشیت بھی زیادہ ہوگی۔

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے عالم وہ ہے جو اس کا کسی کو شریک نہ بنائے، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھے، اس کی وصیت کو یاد رکھے اور اسے یقین ہو کہ وہ اپنے رب سے ملنے والا ہے جو اس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لے گا۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ خشیت سے مراد وہ جذبہ ہے جو تمھارے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرتا ہے، اس چیز سے رغبت رکھے جس کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے اور اس چیز سے بے نیاز ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہو، پھر امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ۝۲۸ ﴾ ”اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں، بے شک اللہ غالب، بڑا بخشنے والا ہے۔“[2]

---

[1] تفسير الطبري :158/22 و تفسير ابن أبي حاتم :3180/10. [2] الدر المنثور:470/5 و تفسير ابن أبي حاتم :3180/10.

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ

وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ﴿29﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط

ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی ﴿29﴾ تاکہ وہ (اللہ) انھیں ان کے اجر پورے دے، اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے، بے شک

إِنَّهٗ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿30﴾

وہ بہت بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے ﴿30﴾

وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ط إِنَّ اللّٰهَ

اور (اے نبی!) ہم نے جو کتاب آپ کی طرف وحی کی وہی حق ہے، ان (کتب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہیں، بے شک اللہ اپنے

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيرٌۢ بَصِيرٌ ﴿31﴾

بندوں سے خوب باخبر، (انھیں) خوب دیکھنے والا ہے ﴿31﴾

علماء کی تین قسمیں: سفیان ثوری نے ابوحیّان تیمی سے اور انھوں نے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں: (1) عالم باللہ بھی ہو اور عالم بامر اللہ بھی (2) عالم باللہ تو ہو مگر عالم بامر اللہ نہ ہو اور (3) عالم بامر اللہ تو ہو مگر عالم باللہ نہ ہو۔ عالم باللہ اور عالم بامر اللہ سے مراد وہ عالم ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور حدود وفرائض کو جانتا ہو، جو عالم باللہ تو ہو مگر عالم بامر اللہ نہ ہو تو اس سے مراد وہ ہے جو اللہ سے تو ڈرتا ہو مگر حدود وفرائض کو نہ جانتا ہو اور جو عالم بامر اللہ تو ہو مگر عالم باللہ نہ ہو تو اس سے مراد وہ عالم ہے جو حدود وفرائض کو تو جانتا ہو مگر اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا ہو۔ [1]

تفسیر آیات: 30,29

مسلمان ہی آخرت کے تاجر ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مومن بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے، اس پر ایمان رکھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے نماز قائم کرتے اور رات دن کے مشروع اوقات میں خفیہ اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں ﴿يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ﴿29﴾﴾ ''وہ اس تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کے امیدوار ہیں جو انھیں یقیناً حاصل ہو کر رہے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط﴾ ''تاکہ وہ (اللہ) انھیں ان کے پورے پورے اجر دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے۔'' یعنی ان کے عمل کا انھیں نہ صرف پورا پورا بدلہ دے گا بلکہ اس قدر زیادہ دے گا جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا۔ ﴿إِنَّهٗ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿30﴾﴾ ''یقیناً وہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔'' یعنی ان کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان کے تھوڑے عمل کا بھی قدر دان ہے۔

تفسیر آیت: 31

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 3180/10.

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور بعض

وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿32﴾ ؕ

ان میں میانہ رو ہیں، اور بعض ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہی بہت بڑا فضل ہے ﴿32﴾

قرآن مجید اللہ کی سچی کتاب ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾ ''اور وہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) جو قرآن ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے ﴿ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ ﴾ ''وہی حق ہے، ان کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں۔'' یعنی سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جیسا کہ سابقہ کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی نازل کردہ ہے، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿31﴾ ﴾ ''بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار (اور ان کو) دیکھنے والا ہے۔'' یعنی وہ ان کے بارے میں باخبر ہے کہ ان میں سے کون مستحق ہے کہ اسے دوسروں کی نسبت فضل وشرف سے نوازا جائے، اسی لیے اس نے انبیاء اور رسولوں کو تمام انسانوں پر فضیلت دی، نبیوں کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت دی اور ان میں سے بعض کے درجات کو بلند کر دیا، پھر اس نے محمد ﷺ کا مقام ومرتبہ سب سے بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ کر دیا۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ .

تفسیر آیت:32

قرآن مجید کے وارثوں کی تین قسمیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اس کتاب عظیم کو قائم کرنے والا ہم نے اس امت میں سے اپنے ان بندوں کو بنایا ہے جن کو ہم نے برگزیدہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: ﴿ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ ﴾ ''تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں'' اور وہ بعض واجبات کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے اور بعض محرمات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ﴿ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ ﴾ ''اور کچھ ان میں سے میانہ رَو ہیں۔'' اور وہ واجبات کو ادا کرتے اور محرمات کو ترک کرتے ہیں لیکن بعض مستحبات کو بھی ترک کر دیتے اور بعض مکروہات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ ﴿ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور کچھ ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں'' اور وہ واجبات کے ساتھ مستحبات کو بھی سر انجام دیتے ہیں اور نہ صرف محرمات ومکروہات بلکہ بعض مباحات کو بھی ترک کر دیتے ہیں۔

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ اس سے امت محمدیہ کے لوگ مراد ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر اس کتاب کا وارث بنا دیا ہے جسے اس نے نازل فرمایا تو ان میں سے جو ظالم ہے اسے بخش دیا جائے گا، میانہ رو سے آسان حساب لیا جائے گا اور سبقت کرنے والوں کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔[1] امام ابوالقاسم طبرانی

[1] تفسیر الطبری: 160/22.

نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [شَفَاعَتِی لِأَهۡلِ الۡكَبَائِرِ مِنۡ أُمَّتِی] ''میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نیکیوں میں سبقت کرنے والے بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور میانہ رو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے آپ پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ① کئی ایک ائمۂ سلف سے مروی ہے کہ اس امت کے برگزیدہ لوگوں میں سے ظالم وہ ہیں جن میں کچھ کجی اور کوتاہی ہوگی، کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ ان ظالموں کا تعلق اس امت سے نہیں اور نہ ان کا تعلق اس کتاب کا وارث بننے والے برگزیدہ لوگوں سے ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا تعلق بھی اس امت سے ہے۔

علماء کی فضیلت: علماء اس نعمت سے فیض یاب ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ قابل رشک اور اس رحمت سے سرفراز کیے جانے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے قیس بن کثیر سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مدینہ کا ایک شخص حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق آیا تو انھوں نے پوچھا: بھائی! یہاں کیسے تشریف لائے؟ انھوں نے جواب دیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان فرماتے ہیں، انھوں نے پوچھا: آپ تجارت کے لیے تو نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، انھوں نے پوچھا: آپ کسی اور ضرورت سے تو نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، انھوں نے پھر پوچھا: آپ صرف اس حدیث کے لیے آئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[مَنۡ سَلَكَ طَرِيقًا يَّطۡلُبُ فِيهِ عِلۡمًا، سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الۡجَنَّةِ، وَإِنَّ الۡمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجۡنِحَتَهَا رِضًا لِّطَالِبِ الۡعِلۡمِ، وَإِنَّهُ لَيَسۡتَغۡفِرُ لِلۡعَالِمِ مَنۡ فِي السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ حَتَّى الۡحِيتَانُ فِي الۡمَاءِ، وَفَضۡلُ الۡعَالِمِ عَلَى الۡعَابِدِ كَفَضۡلِ الۡقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الۡكَوَاكِبِ، إِنَّ الۡعُلَمَاءَ هُمۡ وَرَثَةُ الۡأَنۡبِيَاءِ، (وَإِنَّ الۡأَنۡبِيَاءَ) لَمۡ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَّلَا دِرۡهَمًا وَّإِنَّمَا وَرَّثُوا الۡعِلۡمَ، فَمَنۡ أَخَذَ بِهِ أَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ]

''جو شخص طلب علم کے لیے کسی رستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے رستے پر چلا دے گا اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے (اس کے قدموں کے نیچے) اپنے پر بچھاتے ہیں اور بلاشبہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے حتی کہ پانی میں مچھلیاں عالم کی مغفرت کے لیے دعا کرتی ہیں، عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے، بے شک علماء ہی انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے دینار یا درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ انھوں نے علم کا وارث بنایا ہے، پس جس نے اسے لے لیا، اس نے وافر حصہ لے لیا۔'' ② اسے امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ

---

① المعجم الكبير للطبرانی :189/11، حديث: 11454 مزید دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب فی الشفاعة، حديث: 4739 و جامع الترمذی، صفة القيامة......، باب منه [حديث شفاعتی......]، حديث: 2435 عن أنس رضی اللہ عنہ مختصرًا۔ ② مسند أحمد: 196/5 جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه......

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿33﴾

ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا﴿33﴾

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿34﴾ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا

اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا، خوب قدر دان ہے﴿34﴾ جس نے

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿35﴾

اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، اس میں ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، اور اس میں ہمیں کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی﴿35﴾

نے بھی روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 33-35

علمائے ربانی فردوسِ بریں میں: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جنھیں رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب کا وارث بنایا گیا کہ انھیں قیامت کے دن بہشت جاوداں کا ٹھکانا عطا کیا جائے گا، یعنی ایسے باغہائے بہشت کا جن میں وہ قیامت کے دن اس وقت داخل ہوں گے، جب وہ اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات کے لیے آئیں گے، ﴿ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ ﴾ ''وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔'' جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوَضُوءُ] ''مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔'' ② ﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿33﴾ ﴾ ''اور ان کی پوشاک وہاں ریشمی ہوگی۔'' دنیا میں ریشم کو ان کے لیے ممنوع قرار دیا گیا تھا مگر آخرت میں ان کے لیے مباح ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ] ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا، وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔'' ③ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ] ''یہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں اور تمھارے لیے آخرت میں ہے۔'' ④ ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ ﴾ ''اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کیا۔'' قابلِ احتراز و اجتناب چیز سے ڈرنے کو حزن کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے ان تمام غموں اور فکروں کو دور کر دیا جن سے ہم ڈرتے اور خوف کھاتے تھے۔

﴾﴾ حدیث: 2682 میں ہیں۔ یاد رہے مدینہ منورہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً 1300 کلو میٹر ہے۔ ① سنن أبي داود، العلم، باب فی فضل العلم، حديث: 3641 و جامع الترمذي، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه......، حديث: 2682 و سنن ابن ماجه، السنة، باب فضل العلماء......، حديث: 223. ② صحيح مسلم، الطهارة، باب تبلغ الحلية......، حديث: 250. ③ صحيح البخاري، اللباس، باب لبس الحرير للرجال ......، حديث: 5834 عن عمر رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير......، حديث: 2074 عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ. ④ صحيح البخاري، اللباس، باب لبس الحرير للرجال......، حديث: 5831 و صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة......، حديث: 2067-(4).

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ نَارُ جَهَنَّمَ‌ۚ لَا يُقۡضٰى عَلَيۡهِمۡ فَيَمُوۡتُوۡا وَلَا يُخَفَّفُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، ان کے متعلق یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس (جہنم) کا عذاب ہلکا کیا

عَنۡهُمۡ مِّنۡ عَذَابِهَا‌ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ كُلَّ كَفُوۡرٍ‌ۚ ﴿36﴾ وَهُمۡ يَصۡطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا‌ۚ رَبَّنَاۤ

جائے گا، ہم ہر ناشکرے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں﴿36﴾ اور وہ اس (جہنم) میں چلائیں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! تو ہمیں (اس سے) نکال،

اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ‌ؕ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ

(اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ کہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے، (اللہ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا

4 ع 11 16 مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ‌ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ﴿37﴾ ع

تو نصیحت حاصل کر لیتا؟ اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، اب تم (عذاب کا مزہ) چکھو، پس ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں﴿37﴾

جنت میں داخلہ رحمت الٰہی کا مرہون منت ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی اہل علم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کثیر گناہوں کو معاف فرما دے گا اور ان کی تھوڑی نیکیوں کی بھی قدر دانی فرمائے گا۔ ﴿ الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ۚ ﴾ ''جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا۔'' وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے ہمیں یہ مقام ومرتبہ عطا فرمایا ورنہ ہمارے اعمال ایسے نہ تھے کہ ہم اس مقام کو حاصل کر سکتے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَنۡ يُّدۡخِلَ أَحَدًا (مِّنۡكُمۡ) عَمَلُهُ الۡجَنَّةَ، قَالُوا: وَلَا أَنۡتَ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنۡ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنۡهُ بِفَضۡلٍ وَّرَحۡمَةٍ] ''تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کر سکے گا، صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ (کا عمل) بھی (آپ کو جنت میں داخل) نہیں (کر سکے گا؟) فرمایا: میں بھی نہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے۔''[1] ﴿ لَا يَمَسُّنَا فِيۡهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيۡهَا لُغُوۡبٌ ﴿35﴾ ﴾ ''یہاں نہ تو ہمیں رنج پہنچے گا اور نہ ہمیں تکان ہی ہو گی۔'' یعنی ہمیں یہاں کوئی تکلیف اور تکان نہیں ہو گی۔ ﴿ نَصَبٌ ﴾ اور ﴿ لُغُوۡبٌ ﴿35﴾ ﴾ میں سے ہر ایک تھکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، دونوں کی نفی سے مقصود یہ ہے کہ اہل جنت کو نہ تو بدنوں کی تھکاوٹ محسوس ہو گی اور نہ روحوں کی۔ وَاللّٰهُ أَعۡلَمُ. وہ چونکہ دنیا میں اپنے بدنوں کو اللہ کی عبادت میں تھکاتے تھے، اس لیے جنت میں داخل ہونے کے ساتھ ہی ان سے تکلیف ساقط ہو جائے گی اور وہ دائمی اور ابدی راحت میں ہوں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے فرمائے گا: ﴿ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓـئًا بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِى الۡاَيَّامِ الۡخَالِيَةِ ۝ ﴾ (الحاقة 24:69) ''جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو، اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔''

تفسیر آیات: 37,36

کافروں کی سزا اور جہنم میں ان کا حال: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں کا حال بیان فرمایا تو اب بدبخت

[1] صحیح البخاري، المرضی، باب تمنی المریض......، حدیث: 5673، البتہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، صفات المنافقین......، باب لن یدخل أحد الجنة......، حدیث: (75)-2816 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہے۔

لوگوں کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ مر جائیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴾ (الأعلى 13:87) ''وہاں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔'' صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا، فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ] ''وہ دوزخی جو دوزخ ہی کے رہنے والے ہوں گے تو بلاشبہ وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ زندہ رہ سکیں گے۔''[1] اور فرمایا: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ (الزخرف 77:43) ''اور پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔'' اس حالت میں موت کو راحت سمجھیں گے لیکن انھیں کسی طرح بھی موت نہیں آئے گی۔

﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ﴾ ''نہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴾ (الزخرف 75,74:43) ''بے شک گناہ گار ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے، جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 97:17) ''جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہوگی تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لیے) اور بھڑکا دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ (النبا 30:78) ''سو (اب مزہ) چکھو، پس ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔''

پھر فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴾ ''ہم ہر ایک ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' یعنی یہ بدلہ ہے ہر اس شخص کا جو اپنے رب کا ناشکرا اور حق کو جھٹلانے والا ہو۔ ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ﴾ ''اور وہ اس میں چلائیں گے۔'' یعنی بلند آواز سے چیخیں چلائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کیا کریں گے، نہ کہ وہ جو ہم (پہلے) کرتے تھے۔'' یعنی وہ درخواست کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنے پہلے عملوں سے ہٹ کر عمل کریں اور اللہ رب ذوالجلال کو معلوم ہے کہ اگر وہ انھیں دنیا میں واپس بھیج دے تو یہ پھر وہی عمل کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا ہے اور یہ بالکل جھوٹے ہیں، لہٰذا وہ ان کے اس سوال کو پورا نہیں فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہیں گے: ﴿ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ (الشورٰی 44:42) ''کیا (دنیا میں) واپسی کا کوئی راستہ ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ﴾ (المؤمن 12:40) ''یہ اس لیے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تھا، تو تسلیم کر لیتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری درخواست کو قبول نہیں فرمائے گا کیونکہ تم اس طرح کے تھے اور اگر تم دنیا میں دوبارہ بھیج بھی دیے جاؤ تو تم پھر وہی عمل کرنے لگو جن سے تمھیں منع کیا گیا تھا، اسی

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار، حديث: 185 عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه.

لیے یہاں فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ﴾ ”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔“ یعنی تم کیا دنیا میں اتنی عمر تک زندہ نہیں رہے کہ اگر تم حق کے ساتھ نفع حاصل کرنا چاہتے تو اس مدت عمر میں ضرور نفع حاصل کر لیتے۔

عذر بہانے ختم ہونے کی عمر: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [لَقَدْ أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلٰى عَبْدٍ أَحْيَاهُ حَتّٰى بَلَغَ سِتِّينَ أَوْ سَبْعِينَ سَنَةً، لَقَدْ أَعْذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِ، لَقَدْ أَعْذَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِ] ”بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے، جسے زندگی عطا فرمائی حتی کہ وہ ساٹھ یا ستر سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذر کو ختم کر دیا ہے۔“① اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح اپنی صحیح کی کتاب الرقاق میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلٰى امْرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتّٰى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً] ”اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے عذر کو ختم کر دیا ہے جس کی موت میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا۔“② اور ابن جریر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنْ عَمَّرَهُ اللّٰهُ سِتِّينَ سَنَةً، فَقَدْ أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِ فِي الْعُمُرِ] ”اللہ تعالیٰ جس شخص کو ساٹھ سال عمر عطا فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے عمر کے اعتبار سے اس کے عذر کو ختم کر دیا۔“③ اور امام احمد نے بھی اسے روایت کیا جبکہ نسائی نے اسے کتاب الرقاق میں بیان کیا ہے۔④ جب ساٹھ سال وہ عمر ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے عذروں کو ختم اور ان کے بہانوں کو دور کر دیتا ہے تو یہی وجہ ہے کہ اس امت کے اکثر لوگوں کی عمر ساٹھ سال ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ وَأَقَلُّهُمْ مَّنْ يَّجُوزُ ذٰلِكَ] ”میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی اور اس سے تجاوز کرنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔“⑤ ترمذی اور ابن ماجہ دونوں نے اسے کتاب الزهد میں بیان کیا ہے۔⑥

﴿ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ﴾ ”اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ابو جعفر باقر، قتادہ اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس ڈرانے والے سے مراد بڑھاپا ہے۔⑦ سدی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور ابن زید نے یہاں اس آیت کو بھی پڑھا: ﴿ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴾ (النجم 56:53) ”یہ (محمد ﷺ) بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔“⑧ صحیح روایت کے مطابق قتادہ سے بھی یہی قول مروی

① مسند أحمد :275/2. ② صحیح البخاری، الرقاق، باب من بلغ ستین سنة......، حدیث: 6419. ③ تفسیر الطبری: 170/22. ④ مسند أحمد :417/2 واللفظ له، جبکہ نسائی میں یہ روایت نہیں ملی۔ ⑤ صحیح ابن حبان، الجنائز، فصل فی أعمار هذه الأمة :246/7، حدیث:2980. ⑥ جامع الترمذی، الدعوات، باب:[أعمار أمتی بین الستین......]حدیث: 3550 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب الأمل والأجل، حدیث:4236، البتہ یہ روایت ترمذی میں کتاب الزهد کے بجائے کتاب الدعوات میں ہے۔ ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم: 3185/10 وتفسیر البغوی :699/3. ⑧ تفسیر الطبری :171/22 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3185/10.

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿38﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ

بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جانتا ہے، بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے﴿38﴾ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین

خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا، اور کافروں کو ان کا کفران کے رب کے ہاں ناراضی ہی میں زیادہ کرتا ہے، اور کافروں کو

اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿39﴾

ان کا کفر نقصان ہی میں زیادہ کرتا ہے﴿39﴾

ہے جیسا کہ شیبان نے ان سے روایت کیا ہے کہ عمر اور رسولوں کو ان کے خلاف بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔[1] امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2] اور بظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ○ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:77,78) ''اور پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے، وہ کہے گا: بے شک تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے، البتہ تحقیق ہم تمھارے پاس حق لے کر پہنچے لیکن تم میں سے اکثر حق سے ناخوش ہوتے رہے۔'' یعنی رسولوں کی زبانی ہم نے تمھارے سامنے حق واضح کر دیا تھا مگر تم نے انکار اور مخالفت ہی کی روش کو اختیار کیے رکھا اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:15) ''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔'' اور فرمایا: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ ﴾ (الملك 67:8,9) ''جب بھی اس میں (ان کی) کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ضرور ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے (اسے) جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔'' ﴿ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿37﴾ ﴾ ''تو (اب مزے) چکھو پس ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' یعنی مدت عمل میں انبیاء کی مخالفت کی وجہ سے اب آتش دوزخ کے مزے چکھو پس آج تمھارا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے جو اس عذاب، اس سزا اور جہنم کی بیڑیوں سے تمھیں بچا سکے۔

تفسیر آیات: 39,38

اللہ تعالیٰ ہی زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، وہ دلوں کے بھیدوں اور ضمیروں کے اندرونی رازوں سے آگاہ ہے اور ہر انسان کو وہ اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا) جانشین بنایا۔'' یعنی

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3185/10. [2] تفسير الطبري: 171/22.

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

آپ کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو اپنے جن شریکوں (معبودوں) کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین سے کیا کچھ پیدا کیا ہے یا ان کا

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

آسمانوں (کی پیدائش) میں کوئی حصہ ہے؟ یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے تو وہ اس کی کسی واضح دلیل پر (قائم) ہیں؟ بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿40﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ

پُرفریب وعدہ دیتے ہیں ﴿40﴾ بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے (کہیں) وہ دونوں (اپنی جگہ سے) ہٹ نہ جائیں، اور فی الواقع اگر وہ ہٹ

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿41﴾

جائیں تو اس کے بعد انھیں کوئی بھی تھام نہیں سکے گا، بلاشبہ وہ بڑا حلم والا، بہت بخشنے والا ہے ﴿41﴾

ایک قوم اپنے سے پہلی قوم اور ایک نسل اپنے سے پہلی نسل کی جانشین بنتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ﴾ (النمل 62:27) ''اور تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔'' ﴿ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ ﴾ ''تو جس نے کفر کیا اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے۔'' یعنی اس کا وبال اسی پر لوٹے گا، کسی اور پر نہیں۔ ﴿ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ ﴾ ''اور کافروں کے حق میں ان کے کفر سے پروردگار کے ہاں ناخوشی ہی بڑھتی ہے۔'' یعنی جیسے وہ کفر پر قائم رہتے ہیں، ایسے ہی ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جیسے وہ کفر پر قائم رہتے ہیں، ایسے ہی وہ روز قیامت اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے خسارے کا سبب ہوں گے، جبکہ اس کے برعکس مومنوں میں سے جب کسی کی عمر طویل اور عمل صالح ہوتا ہے، ایسے ہی جنت میں اس کا درجہ و مرتبہ بلند اور اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا ہے اور اللہ رب العالمین اس سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر آیات: 41,40

شریکوں کا عجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا ہے کہ وہ مشرکوں سے یہ کہہ دیں: ﴿ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟'' یعنی بتوں اور شریکوں کو۔ ﴿ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ ﴾ ''مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی ہے یا (بتاؤ کہ) آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے۔'' یعنی وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو کسی چیز کے مالک نہیں! ﴿ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ ﴾ ''یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے، تو وہ اس کی سند رکھتے ہیں؟'' یعنی شرک اور کفر کی جو یہ باتیں کہتے ہیں کیا ہم نے اس کی ان پر کوئی کتاب نازل کی ہے؟ حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں۔ ﴿ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿40﴾ ﴾ یعنی ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں محض فریب ہے اور انھوں نے اس سلسلے میں اپنی خواہشات، آراء اور تمناؤں کی پیروی کی ہے جو سراسر فریب، باطل اور جھوٹ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم قدرت کا ذکر فرمایا ہے جس کے ساتھ آسمان اور زمین قائم ہیں اور جس کے ساتھ

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ

اور انھوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ضرور ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ان

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ۙ ﴿42﴾ اسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ

کے پاس ڈرانے والا آیا تو اس (کی آمد) نے ان کو (حق سے) نفرت ہی میں زیادہ کیا ﴿42﴾ زمین میں تکبر کرنے اور بری چال کی وجہ سے، اور بری چال اس

وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ

کے چلنے والے ہی کو گھیرتی ہے، پھر وہ پہلے لوگوں کے (بارے میں اللہ کے) طریقے کا انتظار ہی تو کرتے ہیں، چنانچہ آپ اللہ کا طریقہ بدلتا ہرگز نہ پائیں

اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ﴿43﴾

گے، اور آپ اللہ کا طریقہ ٹلتا ہرگز نہ پائیں گے ﴿43﴾

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں قوت ماسکہ (تھام کر رکھنے کی قوت) پیدا فرمادی ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ ﴾ ''بلاشبہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل (نہ) جائیں۔'' یعنی اپنی اپنی جگہ سے ہل نہ جائیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ ﴾ (الحج 65:22) ''اور وہ آسمان کو (اس طرح) تھامے رکھتا ہے کہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ بِاَمۡرِهٖ ؕ ﴾ (الروم 25:30) ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔'' ﴿ وَلَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ ﴾ ''اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس (اللہ) کے بعد کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے۔'' یعنی اس کے سوا انھیں قائم و دائم رکھنے پر کوئی اور قادر نہیں ہے، اس کے باوجود بردبار اور بخشنے والا بھی ہے، وہ اپنے بندوں کو کفر اور نافرمانی کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو بردباری سے کام لیتے ہوئے انھیں مہلت دیے رکھتا ہے اور فوراً اپنی گرفت میں نہیں لیتا اور دوسروں کی پردہ پوشی کرتا اور انھیں معاف فرما دیتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿41﴾ ﴾ ''بے شک وہ بڑا بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔''

تفسیر آیات: 43,42

رسول کی آمد کے لیے کفار کی تمنا: اللہ تعالیٰ نے قریش اور عربوں کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے رسول کی بعثت سے قبل بہت سخت قسمیں کھا کر کہا تھا: ﴿ لَئِنۡ جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ لَّيَكُوۡنُنَّ اَهۡدٰى مِنۡ اِحۡدَى الۡاُمَمِ ۚ ﴾ ''البتہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو ضرور وہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں گے۔'' یعنی ان تمام امتوں سے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا۔ یہ ضحاک وغیرہ کا قول ہے۔[1] یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۪ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۙ ○ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ ﴾ (الأنعام 157,156:6) ''(اور اس لیے اتاری ہے) تاکہ تم یوں (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتاب اتاری گئی تھی اور بے شک

[1] تفسیر الطبری: 125/8 عن السدی رحمہ اللہ.

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ وَكَانُوۡۤا اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً ؕ

کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے جبکہ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے، اور اللہ (ایسا) نہیں کہ اسے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعۡجِزَهٗ مِنۡ شَىۡءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيۡمًا قَدِيۡرًا ﴿44﴾

کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں عاجز کر دے، بلاشبہ وہ خوب جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے﴿44﴾ اور اگر اللہ لوگوں کو اس وجہ سے پکڑتا جو انھوں

وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوۡا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى

نے کمایا تو وہ اس (زمین) کی پشت پر چلنے والا کوئی جاندار نہ چھوڑتا، لیکن وہ انھیں ایک مقررہ وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا مقررہ وقت آجائے

5 ع 8 17 اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيۡرًا ﴿45﴾

گا (تو وہی انھیں سزا دے گا) یقیناً اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے﴿45﴾

ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ بلاشبہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان (لوگوں) کی نسبت کہیں زیادہ سیدھے رستے پر ہوتے، تو تحقیق تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی ہے، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے؟'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنۡ كَانُوۡا لَيَقُوۡلُوۡنَ ۙ لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِكۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ○ فَكَفَرُوۡا بِهٖ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:167-170) ''اور بے شک یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی نصیحت (کی کوئی کتاب) ہوتی تو ہم ضرور اللہ کے خالص بندے ہوتے، لیکن (اب) اس سے کفر کرتے ہیں سو عنقریب ان کو (اس کا نتیجہ) معلوم ہو جائے گا۔''

اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ نَذِيۡرٌ ﴾ ''پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا۔'' یعنی محمد ﷺ اس کتاب عظیم، یعنی قرآن مبین کے ساتھ جو ان پر نازل کیا گیا تو ﴿ مَّا زَادَهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرَا ﴿42﴾ ﴾ ''اس نے ان کی (حق سے) نفرت میں اور اضافہ کر دیا۔'' یعنی اس سے ان کے کفر میں اضافہ ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ﴿ اسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ ﴾ ''(انھوں نے) زمین میں غرور کرنا (اختیار کیا۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کی اتباع سے غرور کیا ﴿ وَمَكۡرَ السَّيِّئِ ؕ ﴾ ''اور بری چال چلنا (اختیار کیا۔)'' یعنی اللہ تعالیٰ کے رستے سے لوگوں کو روکنے میں بری چال چلے ﴿ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ ﴾ ''اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔'' یعنی اس کا وبال انھیں پر پڑے گا، دوسروں پر نہیں ﴿ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ ﴾ ''سو نہیں وہ انتظار کرتے مگر (اللہ کے) طریقے کا (جو) پہلے لوگوں کے (بارے میں تھا۔)'' یعنی اس سزا کے جو اللہ نے ان کو رسولوں کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے دی تھی، یہ منتظر ہیں۔ ﴿ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ ﴾ ''پس آپ اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پائیں گے۔'' یعنی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں بلکہ وہ ہر تکذیب کرنے والے کے بارے میں جاری ہے۔ ﴿ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ﴿43﴾ ﴾ ''اور آپ اللہ کا طریقہ ہرگز نہ ٹلتا پائیں گے۔'' یعنی ﴿ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ ﴾ (الرعد 13:11) ''اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی (عذاب) کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی'' اللہ کے سوا کوئی اسے ان سے دور نہیں کر سکتا۔ وَاللّٰهُ أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات: 45,44

انبیائے کرام کی تکذیب کے برے نتائج: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ان تکذیب کرنے والوں سے کہہ دیں جن کے پاس آپ پیغام الٰہی لے کر آئے ہیں کہ زمین میں چلو اور دیکھو کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کس طرح تباہ و برباد کیا، اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو ہو گا، ان کے مکان خالی ہو گئے ہیں، کمال قوت اور ساز و سامان کی کثرت کی صورت میں جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں، وہ ان سے محروم کر دیے گئے ہیں، اموال و اولاد کی کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور نہ ان سے اللہ کے عذاب کو ٹال سکی کیونکہ اللہ تعالیٰ جب آسمانوں اور زمین میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اسے کوئی چیز اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے روک نہیں سکتی۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا۝۴۴ ﴾ ''بے شک وہ بڑا علم والا، نہایت قدرت والا ہے۔'' وہ تمام کائنات کا علم رکھتا ہے اور ساری کائنات پر اسے قدرت حاصل ہے۔

مؤاخذے میں تاخیر کی حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا، تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔'' یعنی اگر وہ ان کو ان کے تمام گناہوں کے سبب پکڑنا چاہتا تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو، ان کے جانوروں اور رزق کو تباہ کر دیتا۔ سعید بن جبیر اور سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بارش کے پانی سے محروم کر دیتا جس کی وجہ سے تمام جاندار چیزیں مر جاتیں۔[1] ﴿ وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ﴾ ''لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیے جاتا ہے۔'' یعنی اس نے ان کو روز قیامت تک مہلت دے رکھی ہے، پھر اس دن وہ ان کا حساب لے گا اور ہر انسان کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں کو ثواب عطا فرمائے گا اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب دے گا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا۝۴۵ ﴾ ''پھر جب ان کا مقرر وعدہ آ گیا تو بے شک اللہ تو اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔''

سورۂ فاطر کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔
وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] دیکھیے تفسیر القرطبی: 361/14.

تفسیر
سورۂ یٰسٓ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

یٰسٓ ۚ ① وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ ۙ ② اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ؕ ④

یٰسٓ ① قسم ہے قرآن حکیم کی ② بلاشبہ آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں ③ راہ راست پر ہیں ④ (یہ قرآن) نہایت غالب، خوب رحم کرنے والے (اللہ)

تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ۙ ⑤ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ⑥

کا اتارا ہوا ہے ⑤ تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، لہٰذا وہ (دین سے) غافل ہیں ⑥ بلاشبہ ان کی اکثریت پر (اللہ کا)

لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤى اَكۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ⑦

قول ثابت ہو گیا ہے، چنانچہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ⑦

تفسیر آیات:1-7

رسول اللہ ﷺ ہادیٔ اعظم: حروف مقطعات کے بارے میں قبل ازیں سورۂ بقرہ کی ابتدا میں بحث گزر چکی ہے۔ ﴿ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ ② ﴾ ”حکمت والے قرآن کی قسم ہے!“، یعنی اس قرآن محکم کی قسم! جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے ﴿ اِنَّكَ ﴾ ”بے شک آپ“ اے محمد ﷺ! ﴿ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ③ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ④ ﴾ ”پیغمبروں میں سے ہیں، سیدھے رستے پر۔“ یعنی سیدھے رستے، دین اور شریعتِ مستقیم پر ہیں، ﴿ تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ⑤ ﴾ ”یہ (سب پر) بڑے غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔“ یعنی یہ رستہ، طریقہ اور دین جسے آپ لائے ہیں اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کے لیے نازل فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيۡرُ الۡاُمُوۡرُ ۝ ﴾ (الشوری 42: 53,52) ”اور بے شک (اے محمد!) آپ سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس اللہ کے رستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔ خبردار (رہو!) سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں (اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا۔)“

﴿ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ⑥ ﴾ ”تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو ڈرایا نہیں گیا تھا، پس وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“ ان سے مراد عرب ہیں کہ ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا اور یہاں اکیلے عربوں کا ذکر دوسروں کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ بعض افراد کا ذکر عموم کی نفی نہیں کیا کرتا، قبل ازیں آیت کریمہ: ﴿ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلٰلًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ

بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں اور وہ (ان کی) ٹھوڑیوں تک ہیں، لہٰذا وہ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں ⑧ اور ہم نے ان کے آگے

أَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

ایک دیوار بنادی، اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار، پھر ہم نے ان (کی آنکھوں) کو ڈھانک دیا، لہٰذا وہ دیکھ نہیں سکتے ⑨ اور ان پر برابر ہے، خواہ آپ

ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے ⑩ بس آپ تو صرف اس شخص کو ڈراتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے بن دیکھے

بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّأَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

ڈرے، لہٰذا آپ اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیجیے ⑪ بلاشبہ ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور جو (اعمال) وہ آگے بھیج چکے انھیں، ہم

وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ ⑫ ع 1 12 18

لکھ رہے ہیں اور ان کے آثار (نشاناتِ قدم) کو بھی، اور ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے ⑫

النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ (الأعراف 7:158) ”(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے: لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) پیغمبر ہوں۔“ کی تفسیر میں ان آیات کریمہ اور احادیث متواترہ کا ذکر کیا جاچکا ہے جو آپ کی عالمگیر بعثت کے بارے میں ہیں۔① ﴿ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى أَكْثَرِهِمْ ﴾ ”البتہ تحقیق ان میں سے اکثر پر (اللہ کی) بات ثابت ہو چکی ہے۔“ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے اکثر پر عذاب واجب ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں ان کے بارے میں حتمی فیصلہ فرمادیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦ ﴾ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور اس کے رسولوں کی تصدیق بھی نہیں کریں گے۔②

تفسیر آیات: 8-12

بدبختوں کا حال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بدبخت لوگ جن کے مقدر میں بدبختی لکھ دی گئی ہے ان کا ہدایت کی طرف پہنچنا ایسے ہے جیسے وہ شخص ہو جس کی گردن میں طوق ڈال دیا گیا ہو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی گردن کے ساتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے باندھ دیا گیا ہو اور وہ سر کو اٹھائے تو اس کا سر اوپر کو اٹھا رہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ ﴾ ”تو وہ سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔“ مقمح اسے کہتے ہیں جس نے اوپر کی طرف سر اٹھایا ہوا ہو، جیسا کہ ام زرع نے اپنی گفتگو میں کہا تھا: وَأَشْرَبُ فَأَتَقَمَّحُ یعنی میں پیتی ہوں تو سیر ہو جاتی ہوں اور سیر ہو کر فخر سے اپنے سر کو اٹھا لیتی ہوں۔③ اور ہاتھوں کے ذکر کے بجائے گردن میں طوق کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے گو یہاں دونوں ہی مراد ہیں۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما

① دیکھیے الأعراف، آیت: 158 کے ذیل میں عنوان: ”حضور سرور کائنات ﷺ کی عالمگیر نبوت“ ② تفسیر الطبری: 180/22.

③ صحیح البخاری، النکاح، باب حسن المعاشرة مع الأهل، حدیث: 5189 و السنن الکبرٰی للنسائی، عشرة النساء، باب شکر المرأة لزوجها: 355,354/5، حدیث: 9138 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ ﴾ ”بلاشبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے) ہیں، تو وہ سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔“ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17:29) ”اور نہ تو اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے۔“ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں گے وہ انھیں بھلائی کے لیے پھیلا نہیں سکیں گے۔ ① مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور ان کے ہاتھ ان کے مونہوں پر رکھے ہوئے ہوں گے اور وہ ہر خیر سے روک دیے گئے ہوں گے۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا ﴾ ”اور ہم نے ان کے آگے ایک آڑ بنا دی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ایسی آڑ جس نے انھیں حق سے روک رکھا ہے۔ ③ ﴿ وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا ﴾ ”اور ایک آڑ ان کے پیچھے بھی۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ اس نے انھیں حق سے روک رکھا ہے اور وہ حیران و پریشان پھر رہے ہیں۔ ④ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ گمراہیوں میں مبتلا ہیں۔ ⑤ ﴿ فَاَغْشَیْنٰهُمْ ﴾ ”پھر ہم نے انھیں ڈھانپ لیا ہے۔“ یعنی ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا ہے تاکہ وہ حق کو دیکھ نہ سکیں۔ ﴿ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ⑨ ﴾ ”تو یہ دیکھتے نہیں۔“ یعنی نہ خیر و بھلائی سے نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نہ خیر و بھلائی کی ہدایت پا سکتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اسے [فَأَعْشَيْنَاهُمْ] عین مہملہ کے ساتھ عَشَا سے مشتق پڑھا کرتے تھے جو آنکھ کی ایک بیماری ہے۔ ⑥ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیوار ان کے اور اسلام و ایمان کے درمیان بنائی ہے کہ وہ اسلام و ایمان تک پہنچ ہی نہیں سکتے، پھر انھوں نے یہ آیت: ﴿ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ⑩ ﴾ ”اور ان پر برابر ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ پڑھی اور بعد میں یہ: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۝ ﴾ (یونس 10:96،97) ”یقیناً جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانی آ جائے حتی کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں۔“ آیات پڑھیں، پھر فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ اسلام و ایمان سے روک دے اسے اس کی قبولیت کی استطاعت ہی نہیں ہو سکتی۔ ⑦ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے لاف زنی کی تھی کہ اگر میں محمد ﷺ کو دیکھ لوں تو یہ کروں، وہ کروں، اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ⑨ ﴾ لوگ کہتے: ابوجہل دیکھو! یہ محمد ﷺ ہیں تو وہ کہتا: وہ کہاں ہے، وہ کہاں ہے؟ وہ آپ کو دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اسے ابن جریر نے بھی بیان کیا ہے۔ ⑧

① تفسیر الطبری: 181/22. ② تفسیر الطبری: 182,181/22. ③ تفسیر الطبری: 182/22. ④ تفسیر الطبری: 182/22. ⑤ تفسیر الطبری: 182/22. ⑥ تفسیر الطبری: 183/22. ⑦ تفسیر الطبری: 182/22. ⑧ تفسیر الطبری: 183/22.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اور ان پر برابر ہے، خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر گمراہی کی مہر لگا دی ہے، لہٰذا ان کے لیے ڈرانا مفید نہیں اور نہ وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی نظیر سورۂ بقرہ کے آغاز میں گزر چکی ہے۔[1] اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ عَلَيۡهِمۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ۝﴾ (یونس 10: 97,96) ''یقیناً جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آ جائے حتیٰ کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں۔''

﴿اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ﴾ ''بس آپ تو صرف اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے۔'' یعنی آپ کی نصیحت سے وہ مومن ہی فائدہ اٹھائیں گے جو نصیحت، یعنی قرآن عظیم کی اتباع کرتے ہیں ﴿وَخَشِيَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ﴾ ''اور اللہ سے بن دیکھے ڈرے'' کہ جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا اور کوئی اسے دیکھتا نہ ہو اور اسے یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے مطلع اور اس کے فعل سے باخبر ہے، ﴿فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ﴾ ''پس آپ اسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت سنا دیں۔'' یعنی گناہوں کی مغفرت اور بہت خوبصورت اور بے پایاں اجر وثواب کی بشارت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ كَبِيۡرٌ ۝﴾ (الملک 67:12) ''بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔''

پھر فرمایا: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نُحۡيِ الۡمَوۡتٰى﴾ ''بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے۔'' یعنی قیامت کے دن، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کفار کے دلوں کو زندہ فرما دے جو ضلالت وگمراہی کے باعث مردہ ہو چکے ہیں اور انھیں حق کی ہدایت عطا فرما دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کی سختی ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحۡيِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ قَدۡ بَيَّنَّا لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝﴾ (الحدید 57:17) ''جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمھارے لیے (اپنی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَهُمۡ ؕ﴾ ''اور ہم لکھ رہے ہیں جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور ان کے آثار (نشانات قدم) کو بھی۔'' یعنی ہم ان کے اعمال کو بھی لکھ لیتے ہیں جو انھوں نے خود سر انجام دیے اور ان کے ان نشانات کو بھی جو انھوں نے اپنے بعد پیچھے چھوڑے، ہم انھیں ان کا بدلہ دیں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ اور اگر برے ہوئے تو برا بدلہ جیسا کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [مَنۡ سَنَّ فِي الۡإِسۡلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجۡرُهَا وَأَجۡرُ مَنۡ عَمِلَ بِهَا بَعۡدَهُ مِنۡ غَيۡرِ أَنۡ يَنۡقُصَ مِنۡ أُجُورِهِمۡ شَيۡءٌ، وَمَنۡ سَنَّ فِي الۡإِسۡلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيۡهِ وِزۡرُهَا وَوِزۡرُ مَنۡ عَمِلَ بِهَا مِنۡ بَعۡدِهِ مِنۡ غَيۡرِ أَنۡ يَنۡقُصَ مِنۡ أَوۡزَارِهِمۡ شَيۡءٌ] ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے

[1] دیکھیے البقرة، آیت: 6 کے ذیل میں۔

اس کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اسی کے مطابق عمل کریں گے لیکن عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس کے بعد اس کے مطابق عمل کریں گے لیکن ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔'' امام مسلم نے اس حدیث کو جریر بن عبداللہ بَجَلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس سے متعلق خاندان مضر کے مفلس اور قلاش لوگوں کا واقعہ بھی ہے۔[1] اور امام ابن ابوحاتم نے بھی اس حدیث کو جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے مفصل واقعہ کے ساتھ روایت کیا ہے، پھر انھوں نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَاٰثَارَهُمْ ﴾[2] اور امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے۔[3]

اور اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْعِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهِ، أَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُولَهُ] ''جب انسان فوت ہوتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (1) صدقہ جو اس کے بعد بھی جاری رہنے والا ہو (2) اور وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے اور (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔''[4] اور سفیان ثوری نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ میں نے مجاہد سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَاٰثَارَهُمْ ﴾ کے بارے میں سنا ہے کہ اس سے مراد وہ ضلالت ہے جس کا انھوں نے بعد میں آنے والوں کو وارث بنایا۔[5]

ابن ابونجیح وغیرہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿ مَا قَدَّمُوا ﴾ ''جو کچھ وہ آگے بھیج چکے'' سے مراد اعمال ہیں۔ ﴿ وَاٰثَارَهُمْ ﴾ ''اور ان کے آثار (نشانِ قدم) بھی۔'' یعنی ان کے قدموں کے نشانات۔[6] حسن وقتادہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس سے مراد ان کے قدموں کے نشانات ہیں۔[7] اور امام قتادہ کہتے ہیں کہ اے ابن آدم! اگر اللہ تعالیٰ سے تیرا کوئی معاملہ مخفی ہوتا تو تیرے قدموں کے یہ نشانات مخفی ہوتے جنھیں ہوائیں مٹا دیتی ہیں۔[8] لیکن ابن آدم کے ہر عمل اور اس کے نشان کو حتی کہ قدم کے نشان کو بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹھا ہے یا اس کی نافرمانی میں، لہٰذا کوشش کرو کہ تمھارا نقش قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لکھا جائے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی کے ارد گرد کے کچھ علاقے خالی ہوئے تو بنوسلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ وہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: [إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ، فَقَالَ: يَا بَنِي سَلِمَةَ!

① صحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة......، حديث: 1017. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3191,3190/10. ③ صحيح مسلم، العلم، باب من سن سنة حسنة......، حديث: (6800)15-1017، بعد الحديث: (14)-2673. ④ صحيح مسلم، الوصية، باب مايلحق الإنسان......، حديث: 1631. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3190/10 والدر المنثور: 489/5. ⑥ تفسير الطبري: 185,184/22. ⑦ تفسير الطبري: 186/22. ⑧ تفسير الطبري: 186/22.

دِيَارَكُمْ! تُكْتَبْ آثَارُكُمْ، دِيَارَكُمْ! تُكْتَبْ آثَارُكُمْ] ”مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کر رہے ہو؟“ انھوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! ہمارا یہ ارادہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے بنوسلمہ! تم اپنے گھروں میں ہی رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں، تم اپنے گھروں ہی میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔“ ① اسے امام مسلم نے بھی جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص فوت ہوا تو نبی ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا: [يَالَيْتَهُ! مَاتَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ: لِمَ؟ يَارَسُولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا تُوُفِّيَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ، قِيسَ لَهُ مِنْ مَّوْلِدِهِ إِلَى مُنْقَطَعِ أَثَرِهِ فِي الْجَنَّةِ] ”اے کاش! یہ اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا، ایک آدمی نے عرض کی: کیوں؟ اے اللہ کے رسول! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو جنت میں اس کی جائے پیدائش سے لے کر اس کے قدم کے آخری نشان تک کی جگہ کی پیمائش کی جاتی ہے۔“ ③ اسے امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

اور ابن جریر نے ثابت سے روایت کیا ہے کہ میں انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا میں نے تیز چلنا شروع کیا تو انھوں نے میرے ہاتھ کو پکڑ لیا، پھر ہم آہستہ چلے، پھر جب ہم نے نماز ادا کر لی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا، میں نے تیز چلنا شروع کیا تو انھوں نے فرمایا: انس! تمھیں معلوم نہیں کہ قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ ⑤ اس میں اور پہلے قول میں کوئی تضاد نہیں بلکہ اس میں بطریق اولیٰ تنبیہ و دلالت ہے کہ جب قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں تو خیر و شر کے وہ نشانات جن میں لوگوں کو نمونہ بنا لیا گیا ہو، بالا ولیٰ لکھے جائیں گے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ”اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن میں محفوظ کر رکھا ہے۔“ یعنی تمام کائنات کو کتاب مسطور اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ امام مبین سے یہاں ”ام الکتاب“ مراد ہے اور یہ مجاہد، قتادہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔ ⑥ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍۭ بِإِمَامِهِمْ ﴾ (بنی إسراء یل 71:17) میں بھی ”امام“ سے مراد ان کی کتاب اعمال ہے جو ان کے اچھے یا برے عملوں کی شاہد ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ (الزمر 69:39) ”اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّآ أَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ

---

① مسند أحمد: 333,332/3. ② صحيح مسلم، المساجد......، باب فضل كثرة الخطا......، حديث: 665.
③ مسند أحمد: 177/2. ④ السنن الكبرى للنسائي، الجنائز، باب الموت بغير مولده: 602/1، حديث: 1958 و سنن النسائي، الجنائز، باب الموت بغير مولده، حديث: 1833 و سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء فيمن مات غريبًا، حديث: 1614. ⑤ تفسير الطبري: 185/22. ⑥ تفسير الطبري: 186/22.

وقف لازم

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۚ ⑬ اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ

اور آپ ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجیے جب ان کے پاس (اللہ کے) بھیجے ہوئے آئے⑬ جب ہم نے ان کی طرف دو (رسول) بھیجے تو انھوں

فَكَذَّبُوۡهُمَا فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ مُّرۡسَلُوۡنَ ⑭ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا ۙ

نے انھیں جھٹلایا، پھر ہم نے (انھیں) تیسرے کے ساتھ تقویت دی، تب انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم تمھاری طرف بھیجے گئے (رسول) ہیں⑭ وہ کہنے لگے: تم

وَمَاۤ اَنۡزَلَ الرَّحۡمٰنُ مِنۡ شَيۡءٍ ۙ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَكۡذِبُوۡنَ ⑮ قَالُوۡا رَبُّنَا يَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ

ہم جیسے بشر ہی تو ہو، اور رحمٰن نے (تم پر) کوئی چیز (بھی تو) نازل نہیں کی، تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو⑮ انھوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمھاری

لَمُرۡسَلُوۡنَ ⑯ وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ⑰

ہی طرف بھیجے گئے ہیں⑯ اور ہمارے ذمے تو صرف کھول کر پہنچا دینا ہے⑰

اَحَدًا ۝ ﴾ (الکھف 49:18) ''اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے، ہماری شامت! اس کتاب کو کیا ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اس نے اسے شمار کر رکھا ہے اور جو عمل انھوں نے کیے ہوں گے حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔''

تفسیر آیات:13-17

اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ!) اپنی قوم کے ان لوگوں سے جنھوں نے آپ کی تکذیب کی ہے بیان کیجیے: ﴿ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡيَةِ ۘ اِذۡ جَآءَهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۚ ⑬ ﴾ ''بستی والوں کی ایک مثال جب اس میں کئی رسول آئے۔'' ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منبہ کی روایات پہنچی ہیں کہ یہ انطاکیہ کا شہر تھا جس میں انطیخس بن انطیخس بن انطیخس (انٹیوکس/Antiochus) نامی ایک بادشاہ رہتا تھا جو بتوں کی پوجا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف تین رسول بھیجے جن کے نام صادق، صدوق اور شلوم تھے مگر بادشاہ نے ان کی تکذیب کی۔ ① بریدہ بن حُصَیب، عکرمہ، قتادہ اور زہری رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ یہ شہر انطاکیہ تھا۔ ② مگر بعض ائمہ نے اس کے انطاکیہ ہونے میں اشکال کا اظہار کیا ہے جیسا کہ قصے کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ہم ذکر کریں گے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ اثۡنَيۡنِ فَكَذَّبُوۡهُمَا ﴾ ''جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے انھیں جھٹلایا۔'' یعنی فوراً تکذیب کر دی۔ ﴿ فَعَزَّزۡنَا بِثَالِثٍ ﴾ ''پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی۔'' یعنی ہم نے ان کی

① تفسیر الطبری: 187/22 طبری کے طبع شدہ نسخے میں ''صدوق، شلوم اور انطیخس'' کے بجائے ''مصدوق، سلوم اور انطیخس'' ہے جبکہ ابن کثیر رحمہ اللہ کے دیگر نسخوں اور قرطبی وغیرہ میں ''صدوق، شلوم اور انطیخس'' ہی ہے۔ ② تفسیر الطبری: 186/22 تفسیر ابن أبي حاتم: 3191/10.

تائید وحمایت کے لیے ایک تیسرے رسول کو بھیج دیا۔ ابن جریج نے مصعب بن سلیمان سے اور انھوں نے شعیب جبائی سے روایت کیا ہے کہ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون اور یوحنا تھا اور تیسرے کا نام بولص[1] تھا اور بستی کا نام انطاکیہ تھا۔ ﴿ فَقَالُوْٓا ﴾ ''تو انھوں نے کہا'' ان بستی کے لوگوں سے: ﴿ اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ۝۱۴ ﴾ ''بلاشبہ ہم تمھاری طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجے گئے ہیں۔'' یعنی ہم تمھارے پروردگار اور خالق کی طرف سے پیغمبر ہیں اور اس نے تمھیں حکم دیا ہے کہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو، یہ ابوالعالیہ کا قول ہے۔[2] اور قتادہ بن دِعامہ نے گمان کیا ہے کہ یہ اہل انطاکیہ کی طرف مسیح علیہ السلام کے قاصد تھے۔[3]

کیا رسول بشر نہیں ہو سکتے؟ ﴿ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ ﴾ ''وہ بولے کہ تم (اور کچھ) نہیں ہو مگر ہماری طرح کے آدمی۔'' یعنی تمھاری طرف کیسے وحی کی گئی جبکہ تم تو آدمی ہو اور ہم بھی آدمی ہیں تو پھر ہماری طرف وحی کیوں نہ بھیجی گئی جس طرح تمھاری طرف بھیجی ہے؟ اگر تم پیغمبر ہوتے تو ضرور فرشتے ہوتے۔ تکذیب کرنے والی بہت سی امتوں نے اسی قسم کے شبہات پیش کیے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ان کی اس بات کی خبر دی ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ ﴾ (التغابن 6:64) ''یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمیں راہ دکھائیں گے۔'' یعنی انھوں نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۝ ﴾ (ابراهيم 10:14) ''وہ بولے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تمھارا یہ ارادہ ہے کہ جن چیزوں کو ہمارے بڑے پوجتے رہے ہیں، ان (کے پوجنے) سے ہمیں روک دو تو (اچھا) ہمارے پاس کوئی کھلی دلیل لاؤ (معجزہ دکھاؤ۔)'' اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۝ۙ ﴾ (المؤمنون 34:23) ''اور البتہ اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو اس وقت تم البتہ گھاٹے میں پڑ گئے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 94:17) ''اور لوگوں کو نہیں منع کیا (اس سے) کہ وہ ایمان لائیں جب ان کے پاس ہدایت آگئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔'' اور اسی طرح ان لوگوں نے بھی کہا: ﴿ مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ۝۱۵ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ۝۱۶ ﴾ ''کہ تم (اور کچھ) نہیں ہو مگر ہماری ہی طرح کے آدمی اور اللہ نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو، انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمھاری ہی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجے گئے ہیں۔'' یعنی تینوں رسولوں نے انھیں یہ جواب دیا کہ اللہ جانتا ہے کہ ہم اس کی طرف سے تمھاری طرف بھیجے ہوئے رسول ہیں اور اگر

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3192/10، البتہ بعض ''بولص'' کے بجائے ''بولس'' سین کے ساتھ لکھتے ہیں جیسا کہ روح المعانی: 330/12 وغیرہ میں ہے۔ [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 3191/10۔ [3] تفسیر الطبری: 186/22۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ

وہ کہنے لگے: ہم تو تمھیں منحوس خیال کرتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمھیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور تمھیں ہماری طرف سے ضرور دردناک

مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱ قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ

سزا پہنچے گی⑱ انھوں نے کہا: تمھاری نحوست تو تمھارے ساتھ ہی ہے، کیا اگر تمھیں نصیحت کی جائے (تو یہ نحوست ہے؟ ہرگز نہیں!) بلکہ تم لوگ

قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲

ہی حد سے بڑھنے والے ہو⑲

ہم جھوٹ بول رہے ہوں تو وہ ہم سے شدید ترین انتقام لے سکتا ہے لیکن ہم سچے رسول ہیں، اس لیے وہ ہمیں عزت عطا فرمائے گا اور تمھارے خلاف ہمیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمائے گا، پھر تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں اچھا انجام کس کا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 52:29) ''کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ سے انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' ﴿ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑰ ﴾ ''اور ہمارے ذمے تو بس صاف صاف پہنچا دینا ہے۔'' یعنی ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تم تک وہ پیغام پہنچا دیں جس کے ساتھ ہمیں تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، اگر تم اسے مان لو گے تو اس میں تمھاری دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی ہے اور اگر اسے نہیں مانو گے تو اس کے انجام کو بھی عنقریب جان لو گے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 19,18

انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکی دینا: یہ بات سن کر ان گاؤں والوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے کہا: ﴿ اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمھیں نامبارک خیال کیا ہے۔'' ہم نے اپنی زندگی میں تمھارے چہروں پر کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی، قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہمیں شر پہنچا تو وہ آپ کی وجہ سے ہوگا۔[1] مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے جیسا آدمی جب بھی کسی بستی میں داخل ہوا تو اس کے باشندوں پر عذاب نازل ہو گیا۔ ﴿ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ ﴾ ''البتہ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمھیں ضرور سنگسار کر دیں گے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ ہم تمھیں پتھروں کے ساتھ سنگسار کر دیں گے۔[2] ﴿ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱ ﴾ ''اور البتہ تمھیں ہم سے ضرور دردناک سزا پہنچے گی۔'' یعنی ہم تمھیں شدید سزا دیں گے تو ان کے رسولوں نے انھیں جواب دیا: ﴿ طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ ﴾ ''تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔'' یعنی تمھاری نحوست تم پر لوٹائی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ

① تفسیر الطبری: 188/22. ② تفسیر الطبری: 188/22.

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ⑳ اتَّبِعُوْا

اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم رسولوں کی پیروی کرو⑳ تم ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی صلہ نہیں

مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ㉑

مانگتے جبکہ وہ (خود) ہدایت یافتہ ہیں㉑

﴿ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (الأعراف 131:7) ''پھر جب ان پر خوشحالی آتی تو کہتے: یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں بدحالی آلیتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست ٹھہراتے خبردار! یقیناً ان کی نحوست تو اللہ کے ہاں ہے۔'' قوم صالح نے کہا تھا: ﴿ اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (النمل 47:27) ''ہم تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح نے کہا: تمھاری نحوست تو اللہ کے پاس (اس کے اختیار میں) ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ○ ﴾ (النسآء 78:4) ''اور ان لوگوں کو اگر کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے ہے، کہہ دیں کہ (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، پس کیا حال ہے ان لوگوں کا جو بات سمجھنے کے قریب نہیں پھٹکتے!'' ﴿ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲ ﴾ ''کیا اگر تم نصیحت کیے جاؤ (تو یہ نحوست ہے؟) بلکہ تم لوگ ہی حد سے بڑھنے والے ہو۔'' یعنی کیا اس وجہ سے کہ ہم نے تم کو نصیحت کی اور تمھیں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرو، اس کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرو تو اس کے جواب میں تم نے ہمیں ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکیاں دینا شروع کر دیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم تمھیں اللہ کے بارے میں نصیحت کریں تو مزید تم ہمارے ساتھ بدشگونی پکڑتے ہو اور یہ اس لیے ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔ ①

تفسیر آیات: 21,20

حبیب نجار کی اپنی قوم کو دعوت: ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب احبار اور وہب بن منبہ سے روایت پہنچی ہے کہ ان بستی والوں نے جب اپنے رسولوں کے قتل کا ارادہ کیا تو شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا تاکہ اپنی قوم کے خلاف ان کی مدد کرے، اس آدمی کا نام حبیب تھا، وہ ریشم کا کام کرتا تھا اور وہ جذام کے مرض میں مبتلا ایک مریض آدمی تھا لیکن صدقہ بہت کرتا تھا حتی کہ اپنی آدھی کمائی صدقہ کر دیا کرتا تھا اور وہ ایک سلیم الفطرت انسان تھا۔ ② اور شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۂ یٰسٓ میں جس شخص کا ذکر ہے وہ حبیب نجار تھا اور اسے اس کی قوم نے قتل کر دیا تھا۔ ③ ﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ⑳ ﴾ ''کہنے لگا کہ اے میری قوم! پیغمبروں کے پیچھے چلو'' اس

① تفسیر الطبری: 189/22. ② تفسیر الطبری: 190/22. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 3192/10.

وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿22﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا؟ اور تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿22﴾ کیا میں اس (اللہ) کے

اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿23﴾ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ

سوا (دوسروں کو) معبود بنالوں؟ اگر رحمٰن مجھے تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی شفاعت میرے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں گے ﴿23﴾

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿24﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿25﴾

یقیناً میں اس وقت کھلی گمراہی میں ہوں گا ﴿24﴾ بلاشبہ میں تمھارے رب پر ایمان لایا ہوں، لہٰذا تم میری بات سنو ﴿25﴾

نے اپنی قوم کو ان پیغمبروں کی اتباع کی ترغیب دی جوان کے پاس آئے تھے۔ ﴿ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا ﴾ ''ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔'' تبلیغ رسالت پر اور وہ جو تمھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں تو اس میں وہ راہ راست پر ہیں۔

تفسیر آیات: 22-25

﴿ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ﴾ ''اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔'' یعنی مجھے اس سے کون سی چیز منع کرتی ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿22﴾ ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن پھر وہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دے گا، اچھے اعمال کا اچھا بدلہ اور برے اعمال کا برا بدلہ۔ ﴿ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ﴾ ''کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بناؤں؟'' یہ استفہام انکاری ہے جو زجر و توبیخ کے لیے ہے۔ ﴿ اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿23﴾ ﴾ ''اگر رحمان میرے بارے میں نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکیں گے۔'' یعنی یہ معبود جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، یہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں، اگر اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کسی بھی برائی کا ارادہ فرمائے، ﴿ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ﴾ (الأنعام 6:17) ''تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔'' یہ بت کسی تکلیف یا برائی کو دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ یہ مجھے کسی تکلیف سے بچا سکتے ہیں ﴿ اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿24﴾ ﴾ ''یقیناً تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔'' یعنی اگر میں نے اللہ کے سوا انھیں معبود بنالیا تو میں گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔

اور فرمایا: ﴿ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿25﴾ ﴾ ''بے شک میں تمھارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں، تو میری بات سنو۔'' ابن اسحاق کو ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب اور وہب سے یہ روایت پہنچی کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمھارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں جس کے ساتھ تم کفر کر رہے ہو تو میری بات سنو۔[1] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کا یہ خطاب رسولوں سے ہو

[1] تفسیر الطبری: 192/22.

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۞26 بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۞27

کہا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لے⑳ (یہ بات) کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور اس نے مجھے معزز لوگوں

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۞28 اِنْ كَانَتْ

میں (شامل) کر دیا ہے㉗ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی فوج نازل نہیں کی اور نہ ہم نازل ہی کرنے والے تھے㉘ وہ تو صرف

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۞29

ایک (ہولناک) چیخ تھی، پھر یکایک وہ سب بجھ کر رہ گئے㉙

اور معنی یہ ہو کہ میں تمھارے اس پروردگار پر ایمان لایا ہوں جس نے تمھیں مبعوث فرمایا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے پاس میرے بارے میں اس کی گواہی دینا، ابن جریر نے اس قول کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس نے اپنی اس بات کے ذریعے سے پیغمبروں کو مخاطب کیا اور ان سے کہا کہ میری بات سنو تا کہ تم اس کی میرے حق میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دے سکو اور وہ بات یہ ہے کہ میں تمھارے پروردگار کے ساتھ ایمان لایا ہوں اور میں نے تمھاری پیروی کو اختیار کر لیا ہے۔[1] ابن جریر کا بیان کردہ یہ قول معنی کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ابن اسحاق نے اس روایت کے مطابق کہا ہے جو انھیں ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب اور وہب سے پہنچی ہے کہ جب اس نے یہ بات کی تو قوم کے سب لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے شہید کر دیا اور اس کا دفاع کرنے والا کوئی ایک شخص بھی نہ تھا۔[2] اور قتادہ بیان کرتے ہیں کہ قوم کے لوگوں نے اسے پتھروں کے ساتھ مارنا شروع کر دیا اور وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما دے، وہ جانتے نہیں ہیں۔ قوم کے لوگ اسے مسلسل پتھر مارتے رہے حتی کہ شہید کر دیا اور وہ آخر دم تک اسی طرح کہتا رہا۔[3] رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

تفسیر آیات:26-29

کاش! میری قوم جان لے: محمد بن اسحاق نے اپنے بعض اصحاب سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اسے اپنے پاؤں تلے اس طرح کچلا کہ اس کی انتڑیاں دبر کے رستے سے خارج ہو گئیں۔[4] اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ﴿ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ﴾ ''بہشت میں داخل ہو جا۔'' تو وہ بہشت میں داخل ہو گیا جس میں اسے رزق دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا کی بیماری اور غم و فکر دور فرما دیا ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں کہ حبیب نجار سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا، اس لیے کہ وہ شہید ہوا اور اس کے لیے جنت واجب ہو گئی تھی، جب اس نے جنت میں اجر و ثواب دیکھا تو: ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۞26﴾ ''کہنے لگا: کاش! میری قوم جان لے۔''[5] اور قتادہ کہتے ہیں کہ مومن سے ہمدرد و خیر خواہ بن کر ہی ملاقات کرو،

---

① تفسیر الطبری: 192/22. ② تفسیر الطبری: 193,192/22. ③ تفسیر الطبری: 192/22. ④ تفسیر الطبری: 193/22. ⑤ تفسیر الطبری: 194,193/22 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3193,3192/10.

اسے دھوکا دینے والے بن کر اس سے ملاقات نہ کرو۔ حبیب نجار نے جب اس اعزاز واکرام کو دیکھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا تو ﴿ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ ﴾ ”کہنے لگا: کاش! میری قوم (اس کو) جان لے کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور اس نے مجھے عزت والوں میں سے کر دیا۔“ اللہ کی قسم! اس نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ اے کاش! اس کی قوم بھی اسے جان لے جس اعزاز واکرام سے اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا اور اس پر نعمتوں کا ہجوم کر دیا۔[1] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس نے زندگی میں اپنی قوم کی ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہوئے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ ﴾ (یٰسٓ 36:20) اور فوت ہونے کے بعد کہا: ﴿ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ ﴾ اسے ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔

اور سفیان ثوری نے عاصم احول سے اور انھوں نے ابو مجلز سے ﴿ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بخشا اور عزت والوں میں کیا ہے کہ میں اپنے رب پر ایمان لایا اور میں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔[2] بہر حال اس کا اس سے مقصود یہ تھا کہ اے کاش! اس کی قوم کے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس بے پایاں اجر و ثواب اور کن ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تو یہ چیز انھیں رسولوں کی اتباع کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس سے خوش ہو جائے۔ وہ اپنی قوم کی ہدایت کا کس قدر خواہش مند تھا!

ابن ابو حاتم نے عبد الملک، یعنی ابن عمیر سے روایت کیا ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اپنی قوم کی طرف بھیج دیں تاکہ میں انھیں اسلام کی دعوت دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَّقْتُلُوكَ] ”یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھیں قتل کر دیں گے۔“ انھوں نے عرض کی کہ (وہ میرا اس قدر احترام کرتے ہیں کہ) اگر وہ مجھے سویا ہوا پائیں تو بیدار نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اِنْطَلِقْ] ”چلے جاؤ۔“ تو وہ چلے گئے اور لات وعزیٰ کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے کہ کل ایسی صورت حال ہوگی جو تیرے لیے بہت بری ہوگی، اس سے ثقیف کے لوگ ناراض ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ اے گروہ ثقیف! لات کوئی لات اور عزیٰ کوئی عزیٰ نہیں ہے، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے، اے گروہ احلاف! عزیٰ کوئی عزیٰ اور لات کوئی لات نہیں، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے، یہ بات انھوں نے تین بار کہی تو ایک شخص نے انھیں تیر مارا جو ان کے بازو کے درمیان ایک رگ میں لگا اور وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر جب معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: [هٰذَا مَثَلُهُ كَمَثَلِ صَاحِبِ يٰسٓ ﴿ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ ﴾] ”عروہ کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جس کا سورۂ یٰسٓ میں ذکر ہے: ”اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لے کہ اللہ نے مجھے بخش دیا اور اس نے مجھے عزت والوں میں سے کر دیا۔““[3]

---

[1] تفسیر الطبری: 193/22. [2] تفسیر الطبری: 194/22. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 3191/10 والمستدرك

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۸﴾ ﴾ ''اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب اس کی قوم نے اسے شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ناراض ہوتے ہوئے اس قوم سے انتقام لیا کیونکہ انھوں نے اس کے پیغمبروں کی تکذیب کی اور اس کے ایک ولی کو شہید کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے کوئی لشکر نازل نہ فرمایا اور نہ اسے انھیں ہلاک کرنے کے لیے فرشتوں کے نازل کرنے کی ضرورت ہی تھی بلکہ معاملہ اس سے زیادہ آسان تھا۔

ابن اسحاق نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت: ﴿ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۸﴾ ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں جماعتیں بھیج کر تباہ نہیں کیا کیونکہ ہمارے لیے انھیں تباہ کرنا بہت آسان تھا۔ ﴿ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ''وہ تو صرف ایک چنگھاڑ ہی تو تھی سو وہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو اور اہل انطاکیہ کو اس طرح ہلاک کر دیا کہ وہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے اور ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔[1] ﴿ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۸﴾ ﴾ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم جب قوموں کو ہلاک کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل نہیں کرتے بلکہ ان پر کوئی ایسا عذاب نازل کر دیتے ہیں جو ان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ﴿ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ کے یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے کوئی دوسرا پیغام نہیں بھیجا، یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔[2] قتادہ کہتے ہیں کہ واللہ! اس کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم کو ڈانٹا تک نہیں بلکہ ﴿ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ ''وہ تو صرف ایک چنگھاڑ ہی تو تھی سو وہ ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔''[3] ابن جریر کہتے ہیں کہ پہلے معنی زیادہ صحیح ہیں کیونکہ رسالت کو جُند (لشکر) کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا۔[4]

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جبریل علیہ السلام کو بھیجا تو انھوں نے ان کے شہر کے دروازے کی دونوں دہلیزوں کو پکڑ لیا، پھر ایک بہت خوفناک چیخ ماری جس سے وہ سب کے سب یک دم بجھ کر رہ گئے اور کسی ایک جسم میں بھی حرکت کرنے کے لیے روح باقی نہ تھی۔ بہت سے سلف کے حوالے سے یہ بات قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے کہ یہ بستی انطاکیہ تھی[5] اور اس کی طرف آنے والے یہ تین شخص مسیح ابن مریم علیہما السلام کے بھیجے ہوئے تھے جیسا کہ امام قتادہ وغیرہ سے یہ بات صراحت کے ساتھ منقول ہے۔[6] لیکن ان کے سوا متاخر مفسرین میں سے کسی اور نے یہ بات ذکر نہیں کی اور یہ کئی وجوہ سے

للحاکم، معرفة الصحابة، باب ذکر عروة بن مسعود الثقفی ﷺ: 616,615/3، حدیث: 6579 و المعجم الکبیر للطبرانی: 148,147/17، حدیث: 374 یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھیے السلسلة الضعیفة: 146,145/4، حدیث: 1642 البتہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَقْتُلُوكَ] سے .... بیدار نہیں کرتے'' تک کے الفاظ تفسیر ابن أبی حاتم کے بجائے المستدرك اور المعجم الکبیر کے مذکورہ حوالوں میں ہیں۔ [1] تفسیر الطبری: 4,3/23. [2] تفسیر الطبری: 4,3/23. [3] تفسیر الطبری: 3/23. [4] تفسیر الطبری: 4/23. [5] اسی سورت میں دیکھیے، آیات: 13-17 کے ذیل میں عنوان: ''اصحاب القریہ کی پیغمبروں کے ساتھ بدسلوکی'' [6] تفسیر الطبری: 186/22.

ہے بھی محلِ نظر، مثلاً:

(أ) اس قصے سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین شخص اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، حضرت مسیح علیہ السلام کے قاصد نہیں تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ○ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ ﴾ (یٰسٓ 36:14-17) ''جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے سے (انھیں) تقویت دی تو انھوں نے کہا: بلا شبہ ہم تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے: تم ہم جیسے بشر ہی تو ہو، اور رحمٰن نے (تم پر) کوئی چیز (بھی تو) نہیں اتاری، تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو۔ انھوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمھاری ہی طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔'' اگر یہ حواری ہوتے تو وہ ایسے مناسب الفاظ استعمال کرتے جن سے معلوم ہوتا کہ وہ مسیح علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ. پھر اگر وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قاصد ہوتے تو ان کے بارے میں وہ لوگ یہ نہ کہتے: ﴿ مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ ﴾ (یٰسٓ 36:15) ''تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح کے آدمی ہو۔''

(ب) اہل انطاکیہ مسیح علیہ السلام کے قاصدوں پر ایمان لے آئے تھے اور یہ پہلا شہر تھا جس کے باشندے مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، یہی وجہ ہے کہ انطاکیہ بھی ان چار شہروں میں سے ایک ہے جن میں عیسائیوں کے پوپ ہوتے ہیں اور وہ چار شہر ہیں: (1) قدس، کیونکہ یہ مسیح علیہ السلام کا شہر ہے۔ (2) انطاکیہ، کیونکہ وہ پہلا شہر ہے جس کے سارے باشندے مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ (3) اسکندریہ، کیونکہ اس شہر میں انھوں نے بتارِکہ، مطارنہ، اَساقِفہ، قَساوِسہ، شَمامِسہ اور رَہابین جیسے مذہبی رہنماؤں کے بارے میں فیصلہ کیا تھا، پھر (4) رومیہ، کیونکہ یہ اس شاہ قسطنطین کا شہر تھا جس نے دین عیسائیت کی بہت زیادہ نصرت و اعانت کی تھی۔ اور جب اس نے قسطنطنیہ کا شہر آباد کیا تو انھوں نے پوپ کو رومیہ شہر سے یہاں منتقل کر دیا تھا جیسا کہ عیسائیت کی تاریخ پر لکھنے والے کئی اہل کتاب اور مسلمان مؤرخین نے لکھا ہے، مثلاً: سعید بن بطریق وغیرہ، لہٰذا جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انطاکیہ وہ پہلا شہر تھا جس کے لوگ مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے تو اس نبی کے لوگوں کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے جب اس کے رسولوں کی تکذیب کی تو اس نے انھیں ایک ایسی چنگھاڑ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا جس نے انھیں چشم زدن میں بجھا کر رکھ دیا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

(ج) انطاکیہ کے لوگوں کا حواریوں، یعنی اصحاب مسیح علیہ السلام کے ساتھ قصہ نزول تورات کے بعد کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور کئی ایک ائمۂ سلف نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نزول تورات کے بعد کسی قوم کو عذاب بھیج کر مکمل طور پر تباہ و برباد نہیں کیا بلکہ مومنوں کو بھی مشرکوں سے جنگ کا حکم اس کے بعد دیا گیا تھا۔ بہت سے ائمۂ تفسیر نے حسب ذیل آیت کریمہ: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى ﴾ (القصص 28:43) ''اور البتہ تحقیق ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔'' کے تحت اس کو بیان کیا ہے، اس تفصیل سے یہ بات

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝30 اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا

ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے ۝30 کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ان سے پہلے

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝31 وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝32 ع 2/20/1

کتنی امتیں ہلاک کر دیں؟ بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گی ۝31 اور سارے کے سارے (لوگ) ہی ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ۝32

واضح ہوگئی کہ قرآن مجید میں یہاں جس بستی کا ذکر ہے، یہ انطاکیہ کے علاوہ کوئی اور بستی تھی جیسا کہ کئی ایک ائمہ سلف نے ذکر کیا ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اگر اس بستی کا نام بھی انطاکیہ ہی ہے تو وہ مشہور و معروف انطاکیہ شہر کے علاوہ کوئی اور ہے کیونکہ یہ بات ثابت نہیں کہ عیسائیوں یا غیر عیسائیوں کی کسی انطاکیہ بستی کو تباہ کیا گیا ہو۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:30-32

تکذیب کرنے والوں پر افسوس: علی بن ابوطلحہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾ کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ بندوں پر افسوس ہے۔[1] اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بندے اپنے نفسوں پر افسوس کریں گے کہ انھوں نے اللہ کے حکم کو ضائع کر دیا اور اللہ کی جناب میں کوتاہی کی، بعض قراءتوں میں یہ بھی ہے:[يَا حَسْرَةَ الْعِبَادِ عَلٰى أَنْفُسِهَا][2] اس کے معنی یہ ہیں کہ بندے جب قیامت کے دن عذاب دیکھیں گے تو حسرت و ندامت کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کیوں کی اور اللہ کے حکم کی مخالفت کیوں کی۔ وہ دنیا میں اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے تھے ﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝30﴾ ''ان کے پاس جو بھی رسول آیا وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔'' اس کی تکذیب کرتے، اس کا مذاق اڑاتے اور اس حق کا انکار کرتے تھے جس کے ساتھ رسولوں کو بھیجا گیا تھا۔

عقیدۂ تناسخ[3] کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝31﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گے۔'' یعنی کیا انھوں نے ان لوگوں سے نصیحت حاصل نہیں کی جنھوں نے ان سے پہلے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا تھا اور وہ اس دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے اور نہ بات اس طرح ہے جیسا کہ ان میں سے بہت سے جاہل اور فاجر و فاسق لوگ کہتے ہیں: ﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا﴾ (المؤمنون 37:23) ''یہ ہماری دنیاوی زندگی ہی تو ہے کہ (اسی میں) ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں۔'' یہ دہریہ لوگ دور اور تسلسل کے قائل ہیں اور جاہل لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

---

[1] تفسير الطبري: 5/23 . [2] تفسير الطبري: 4/23 . [3] یہ ''نسخ'' سے مشتق ہے، یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔ عقیدۂ تناسخ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کا جسم سے نکل کر کسی دوسرے بدن میں منتقل ہو جانا، یہ نُصَیریہ اور دُرُوز (اسماعیلی فرقہ) کے عقائد میں سے ہے۔ (معجم لغة الفقهاء، ص: 147 و موسوعة الأديان، الدروز، ص: 243-245.) اور ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ (الأديان والفرق والمذاهب المعاصرة لعبد القادر شيبة الحمد، من عقائد الهندوس، ص: 63)

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿33﴾ وَجَعَلْنَا

اوران کے لیے مردہ زمین ایک (عظیم) نشانی ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے (اناج کا) دانہ نکالا، پھر وہ اسی سے کھاتے ہیں ﴿33﴾ اور ہم نے

فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿34﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا

اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے، اور ہم نے ان میں چشمے جاری کیے ﴿34﴾ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں اور وہ (پھل) ان

عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿35﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ

کے ہاتھوں نے نہیں بنائے، پھر کیا وہ شکر نہیں کرتے؟ ﴿35﴾ پاک ہے وہ ذات جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے، ان چیزوں کے بھی جنھیں زمین

وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿36﴾

اگاتی ہے اور خود ان (انسانوں) کے اپنے بھی، اور ان کے بھی جنھیں وہ نہیں جانتے ﴿36﴾

وہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں واپس آجاتے ہیں جیسا کہ پہلے دنیا میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿31﴾ ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر دیں، بے شک وہ ان کے پاس نہیں لوٹیں گے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿32﴾ ﴾ ”اور سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے۔“ یعنی تمام سابقہ اور آئندہ امتوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کے لیے پیش کیا جائے گا اور ان کے اچھے اور برے اعمال کا انھیں بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ ﴾ (ھود 11:111) ”اور بلاشبہ آپ کا پروردگار ضرور ہر ایک کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔“

تفسیر آیات: 33-36

خالق کائنات کا وجود اور حیات بعد الممات کا ثبوت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ ﴾ ”اور ایک نشانی ان کے لیے۔“ یعنی اس جہان کے پیدا کرنے والے کے وجود، اس کی قدرت کاملہ اور مردوں کو زندہ کر دینے کی ایک دلیل: ﴿ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ ﴾ ”مردہ زمین ہے“ کہ جب وہ بنجر اور بے آباد ہوتی ہے اور اس میں کوئی نباتات نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس پر باران رحمت نازل فرماتا ہے اور وہ شاداب ہو جاتی، ابھرنے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ”کہ ہم نے اسے زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا، پھر وہ اسی سے کھاتے ہیں۔“ یعنی اسے ہم نے ان کے لیے اور ان کے چوپایوں کے لیے رزق بنا دیا ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿34﴾ ﴾ ”اور اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیے۔“ یعنی ان میں ہم نے ان مقامات پر نہریں رواں دواں کر دیں جہاں ان کی ضرورت تھی تاکہ وہ ان کے پھلوں کو کھائیں، جب اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے ان کے لیے فصلیں پیدا فرمائی ہیں تو اب اس کے ساتھ انواع واقسام کے پھلوں کا بھی ذکر فرما دیا ہے۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿37﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ

اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اس سے دن کو کھینچ نکالتے ہیں، پھر (دن ختم ہونے پر) یکا یک وہ اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں ﴿37﴾ اور سورج

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿38﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ

اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے رواں دواں رہتا ہے، یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے (اللہ) کا اندازہ ہے ﴿38﴾ اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿39﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ

مقرر کر رکھی ہیں حتی کہ وہ کھجور کے خوشے کی پرانی ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے ﴿39﴾ نہ سورج کے یہ لائق ہے کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے

النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿40﴾

پہلے آسکتی ہے اور ہر ایک (اپنے اپنے) مدار میں تیرتا پھرتا ہے ﴿40﴾

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ ﴾ ''اور وہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے۔'' یعنی یہ سب کچھ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث ہے، یہ ان کی سعی و کاوش اور طاقت و قوت کی وجہ سے نہیں ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا قول ہے۔[1] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ ''پھر کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان بے شمار اور ان گنت نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تو یہ اس کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے، ابن جریر کے سوا دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ احتمال ہے کہ ما نافیہ ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ما موصولہ ہو[2] لیکن ابن جریر نے پورے وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ یہ ما بمعنی الذی، یعنی ما موصولہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تاکہ یہ ان کے پھل کھائیں اور اس کے پھل جو ان کے ہاتھوں نے محنت کی ہے۔ یعنی باغات کو اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے اور ان پر محنت کی ہے، انھوں نے کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بھی یہ اس طرح ہے: ﴿ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿35﴾ ﴾[3]

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ ﴾ ''وہ ذات پاک ہے جس نے سب کے سب جوڑے بنائے، ان چیزوں کے بھی جنھیں زمین اگاتی ہے۔'' یعنی فصلوں، پھلوں اور تمام نباتات کے اس نے جوڑے بنائے ہیں ﴿ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اور خود ان کے'' بھی جوڑے بنائے اور مرد اور عورت کو بنا دیا ﴿ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿36﴾ ﴾ ''اور ان کے بھی جنھیں وہ نہیں جانتے۔'' یعنی مختلف مخلوقات جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (الذّٰریٰت 49:51) ''اور ہم نے ہر (جاندار) چیز سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

تفسیر آیات: 37-40

اللہ تعالیٰ کی قدرت، لیل و نہار اور شمس و قمر جیسی عظیم الشان نشانیاں: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی عظیم الشان

[1] تفسیر القرطبی: 25/15. [2] تفسیر القرطبی: 25/15. [3] تفسیر الطبری: 7,6/23.

قدرت کی یہ بھی نشانیاں ہیں کہ اس نے رات اور دن کو پیدا فرمایا، ان میں سے ایک کو تاریک اور دوسرے کو منور بنایا، پھر دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا کہ رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور دن چلا جاتا ہے تو رات آجاتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ﴾ (الأعراف 7:54) ''وہ دن کو رات سے اس طرح ڈھانپتا ہے کہ وہ (رات) جلدی سے اس (دن) کو آلیتی ہے۔'' اور اللہ عزوجل نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ ﴾ ''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔'' یعنی دن کو کھینچ لیتے ہیں، وہ چلا جاتا ہے اور رات آجاتی ہے ﴿ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴾ ''تو پھر (دن ختم ہونے پر) یکا یک وہ اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں۔'' جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ] ''جب ادھر سے رات آجائے اور ادھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے تو روزے دار نے روزہ افطار کرلیا۔'' [1] آیت سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ ''اور سورج اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے رواں دواں رہتا ہے، یہ (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔'' مستقر کے معنی کے بارے میں دو قول ہیں: (1) اس سے مراد اس کا مکانی مستقر ہے اور وہ عرش کے نیچے اس جانب ہے جو زمین سے ملتی ہے اور وہ جہاں بھی ہو تو یہ بھی اور دیگر ساری مخلوقات بھی عرش کے نیچے ہی ہیں کیونکہ عرش ساری مخلوقات کی چھت ہے اور کروی شکل میں نہیں ہے جیسا کہ بہت سے ہیئت دانوں کا خیال ہے بلکہ وہ قبہ ہے جس کے پائے ہیں جنھیں فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے اور وہ سارے جہان کے اوپر ہے، سورج جب دو پہر کے وقت قبۂ فلک میں (عین سر پر) ہوتا ہے تو اس وقت وہ عرش کے قریب ترین ہوتا ہے اور اس مقام کے بالمقابل جب وہ مدار چہارم میں گردش کرتا ہے تو وہ نصف رات کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت وہ عرش سے بعید ترین ہوتا ہے، اسی وقت وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

امام بخاری نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں غروب آفتاب کے وقت نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس مسجد میں تھا، آپ نے فرمایا: [يَا أَبَا ذَرٍّ! أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾] ''اے ابوذر! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: سورج چلا جاتا ہے حتی کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔'' اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ ''اور سورج اپنے ٹھکانے (پر پہنچنے) کے لیے رواں دواں ہے، یہ (اللہ) نہایت غالب (اور)

[1] صحيح البخاري، الصوم، باب : متى يحل فطر الصائم؟ حديث:1954 وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان انقضاء الصوم......، حديث:1100 عن عمر رضي الله عنه.

خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔‘‘[1] اور اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ﴾ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ] ’’اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔‘‘[2]

(2) سورج کے مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے اور وہ روز قیامت ہے کہ اس دن اس کا چلنا ختم ہو جائے گا، اس کی حرکت ختم ہو جائے گی اور اسے لپیٹ لیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی دنیا کی بساط بھی لپیٹ دی جائے گی اور یہ ہے اس کا زمانی مستقر۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ مستقر سے مراد اس کا وہ وقت اور مقررہ مدت ہے جس سے یہ تجاوز نہ کر سکے گا۔[3] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ یہ سورج موسم گرما میں طلوع ہونے والی اپنی جگہوں کی طرف ایک مدت تک منتقل ہوتا رہتا ہے جس میں اضافہ نہیں ہو سکتا، پھر یہ موسم سرما میں طلوع ہونے والی اپنی جگہوں کی طرف ایک مدت تک منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس میں بھی اضافہ نہیں ہو سکتا، یہ قول عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ہے۔[4]

ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اسے اس طرح بھی پڑھا ہے: [وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لَا مُسْتَقَرَّ لَهَا] یعنی اس کے لیے کوئی قرار اور سکون نہیں بلکہ یہ رات دن چلتا رہتا ہے۔[5] اور چلنے سے اکتاتا ہے نہ رکتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ﴾ (إبراهیم 14: 33) ’’اور تمھارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے جو مسلسل چل رہے ہیں۔‘‘ کہ قیامت تک نہ اکتائیں گے اور نہ چلنے سے رکیں گے۔ ﴿ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴾ ’’یہ (اللہ) نہایت غالب (اور) خوب جاننے والے کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔‘‘ اس غالب ہستی کا جس کی مخالفت کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے فیصلے کو ٹالا جا سکتا ہے اور اس ہستی کا جو اس کی تمام حرکات و سکنات سے آگاہ ہے اور اس نے ایسے طریقے سے اس کے وقت اور اس کے اندازے کو مقرر فرمایا ہے کہ جس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○ ﴾ (الأنعام 6:96) ’’وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ (بنایا) یہ سب نہایت غالب، خوب علم والے کا اندازہ ہے۔‘‘ اسی طرح سورۂ حٰمٓ سجدہ کی ایک آیت بھی انھی الفاظ: ﴿ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41: 12) پر ختم ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ ﴾ ’’اور چاند کی ہم نے (اٹھائیس) منزلیں مقرر کر دیں۔‘‘ یعنی وہ ایک اور انداز سے چلتا ہے جس سے مہینوں کے گزرنے کا اندازہ لگایا جاتا ہے جبکہ سورج کے چلنے سے

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ...... ﴾ (یٰسٓ 36:38)، حدیث: 4802. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ...... ﴾ (یٰسٓ 36:38)، حدیث: 4803. [3] تفسیر الطبری: 8/23. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 3195/10. [5] تفسیر القرطبی: 28/15.

رات اور دن کا پتا چلتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ ﴾ (البقرۃ 2:189) ''(اے محمد ﷺ!) لوگ آپ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) کہہ دیں کہ وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے اوقات مقررہ ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ ﴾ (یونس 10:5) ''وہی تو ہے جس نے سورج کو نہایت روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17: 12) ''اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی تو محو (بے نور) کر دی اور دن کی نشانی روشن بنائی تا کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (روزی) تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب تفصیل سے بیان کر دی ہے۔''

سورج کی اس نے خاص روشنی اور چاند کا اپنا خاص نور بنایا اور دونوں کی رفتار میں فرق کر دیا، سورج ہر روز طلوع اور اس کے آخر میں ایک جیسی روشنی ہی پر غروب ہوتا ہے لیکن اس کے موسم گرما و سرما میں طلوع ہونے کی جگہیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی کے سبب دن لمبا اور رات چھوٹی ہوتی ہے، پھر رات لمبی اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے، سورج کی بادشاہت دن کے وقت رکھی کہ یہ دن کا ستارہ ہے اور چاند کی اس نے منزلیں مقرر فرما دی ہیں کہ وہ ہر مہینے کی پہلی رات جب طلوع ہوتا ہے تو کمزور اور کم روشنی والا ہوتا ہے، پھر دوسری رات اس کی روشنی میں اضافہ اور مقام اونچا ہو جاتا ہے، پھر وہ جیسے جیسے اونچا ہوتا جاتا ہے، اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے حتی کہ چودھویں رات اس کی روشنی بالکل مکمل ہو جاتی ہے اور پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے حتی کہ مہینے کے آخر تک کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عرجون کھجور کی اصل شاخ کو کہتے ہیں۔ ①

چاند کے حساب سے راتوں کے متعدد نام: عرب ہر تین راتوں کا نام چاند کے اعتبار سے رکھتے ہیں، پہلی تین راتوں کو ''غُرَر''، پھر اگلی تین راتوں کو ''نُفَل''، پھر ''تُسَع'' کیونکہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے، اس کے بعد ''عُشَر'' کیونکہ ان کی پہلی رات دسویں رات ہوتی ہے، اس کے بعد ''بِیض'' کیونکہ ان میں چاند کی روشنی ان کے آخر تک ہوتی ہے، اس کے بعد ''دُرَع'' جو درعاء کی جمع ہے کیونکہ ان کی پہلی رات سیاہ ہوتی ہے، ان میں سے پہلی رات میں چاند دیر سے طلوع ہوتا ہے شَاةٌ دَرْعَاء اس بکری کو کہتے ہیں جس کا سر سیاہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کو ''ظُلَم''، پھر اس کے بعد کی تین راتوں کو ''حَنَادِس''، پھر تین کو ''دَآدِی'' پھر تین کو ''مِحاق'' کہتے ہیں کیونکہ ان میں چاند کی روشنی غائب ہوتی ہے۔ ابو عبید (قاسم بن سلام) تسع اور عشر ناموں کا انکار کرتے تھے۔ کتاب الغریب المصنف میں بھی اسی طرح ہے۔

① تفسیر الطبری :9/23 .

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿41﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ

اوران کے لیے ایک نشانی (یہ) ہے کہ بے شک ہم نے ان کی نسل کو (نوح کی) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا﴿41﴾ اور ہم نے ان کے لیے ویسی ہی (اور

مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿42﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ

چیزیں) پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں﴿42﴾ اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں، پھر نہ تو کوئی ان کی فریاد سننے والا ہوگا اور نہ وہ چھڑائے ہی

يُنْقَذُوْنَ ﴿43﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿44﴾

جاسکیں گے﴿43﴾ مگر (ان کی نجات) ہماری رحمت ہی سے ہے اور ایک مدت تک فائدہ (اٹھانے کے لیے) ہے﴿44﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ﴾ ''نہ تو سورج کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک حد مقرر ہے جس سے وہ نہ تجاوز کر سکتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہ سکتا ہے، جب ایک کی بادشاہی کا وقت آتا ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے اور جب دوسرے کی بادشاہی کا وقت چلا جاتا ہے تو پہلا آ جاتا ہے۔[1] عکرمہ نے اس آیت: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی بادشاہت کا وقت مقرر ہے، سورج کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ رات کو طلوع ہو سکے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴾ ''اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔'' کے بارے میں کہا ہے کہ جب رات ہو تو اس وقت تک دوسری رات آ نہیں سکتی جب تک دن نہ ہو جائے، سورج کی بادشاہت دن کے وقت ہے اور چاند کی بادشاہت رات کے وقت۔[2] ضحاک کہتے ہیں کہ رات یہاں سے جا نہیں سکتی جب تک دن وہاں سے آ نہ جائے اور یہ کہتے ہوئے انھوں نے ہاتھوں سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔[3] اور مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے آتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے کھینچ لیا جاتا ہے۔[4] اس کے معنی یہ ہیں کہ رات اور دن میں کوئی وقفہ نہیں بلکہ مہلت اور کسی تاخیر کے بغیر دونوں ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں کیونکہ دونوں ایک دستور کے مطابق چل رہے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے دوڑے چلے آتے ہیں۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿40﴾ ﴾ ''اور وہ سب (اپنے اپنے) مدار میں تیر رہے ہیں۔'' یعنی رات اور دن، سورج اور چاند یہ سب فلک آسمان میں گردش کر رہے ہیں، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، ضحاک، حسن، قتادہ اور عطاء خراسانی رحمہم اللہ کا قول ہے۔[5] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمۂ سلف فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح گردش کر رہے ہیں جس طرح چرخا گھومتا ہے۔[6]

تفسیر آیات: 41-44

کشتی کی سواری بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے اس کی قدرت کی ایک یہ نشانی بھی ہے کہ اس نے دریا اور سمندر کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ وہ ان کی کشتیوں کو اٹھا سکے، ان میں سے سب سے پہلی کشتی تو نوح علیہ السلام کی تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لیا تھا اور ان

① تفسیر الطبری:11/23 عن قتادة. ② تفسیر عبدالرزاق :84,83/3، رقم: 2482. ③ تفسیر ابن أبی حاتم : 3196/10. ④ تفسیر ابن أبی حاتم :3195/10. ⑤ تفسیر الطبری :12,11/23. ⑥ تفسیر الطبری :11/23.

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿45﴾ وَمَا تَأْتِيهِم

اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اس (عذاب) سے بچو جو تمھارے سامنے (دنیا میں) اور جو تمھارے پیچھے (آخرت میں) ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿45﴾ اور ان

مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿46﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا

کے رب کی نشانیوں میں سے جو بھی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں ﴿46﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اللہ نے

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ

تمھیں جو رزق دیا ہے تم اس میں سے خرچ کرو (تو) وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کہتے ہیں: کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ

إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿47﴾

چاہتا تو کھلا دیتا؟ تم تو کھلی گمراہی میں ہو ﴿47﴾

کے سوا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اور روئے زمین پر باقی نہیں بچا تھا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَآيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ ﴾ ''اور ایک نشانی ان کے لیے یہ (بھی) ہے کہ یقیناً ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا۔'' یعنی ان کے آباء کو ﴿ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿41﴾ ﴾ ''بھری ہوئی کشتی میں۔'' یعنی اس کشتی میں جو ساز و سامان اور حیوانات سے بھری ہوئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا جوڑا، ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ کو کشتی پر سوار کر لیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَشْحُون کے معنی بوجھل کے ہیں۔[1] سعید بن جبیر، شعبی، قتادہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے۔[2] ضحاک، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ﴿42﴾ ﴾ ''اور ہم نے ان کے لیے ایسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہیں جو ریگستان کے جہاز ہیں اور ان سے وہ سواری اور بار برداری کا کام لیتے ہیں۔[4] ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ویسی ہی اور چیزوں سے کیا مراد ہے، ہم نے عرض کی: ہم نہیں جانتے، فرمایا: اس سے مراد وہ کشتیاں ہیں جو نوح علیہ السلام کے بعد انھی کی کشتی کی طرح بنائی گئی ہیں۔[5] اور ابو مالک، ضحاک، قتادہ، ابو صالح اور سدی کا بھی یہی قول ہے کہ اس آیت کریمہ میں ﴿ مِّثْلِهِ ﴾ سے مراد کشتیاں ہی ہیں۔[6] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔'' یعنی ان لوگوں کو جو کشتیوں میں سوار ہیں ﴿ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ ﴾ ''پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو۔'' جو اس مشکل میں ان کی فریاد رسی کر سکے ﴿ وَلَا هُمْ يُنقَذُونَ ﴿43﴾ ﴾ ''اور نہ وہ چھڑائے جا سکیں۔'' اس مشکل سے جس میں وہ مبتلا ہو چکے ہوں ﴿ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ ''مگر یہ ہماری رحمت ہے'' کہ ہم تمھیں بر و بحر میں چلاتے اور ایک وقت مقررہ تک سلامت رکھتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿44﴾ ﴾ ''اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔'' اس

[1] تفسیر الطبری: 113/19. [2] تفسیر الطبری: 114/19 و 12/23. [3] تفسیر الطبری: 13/23. [4] تفسیر الطبری: 14/23. [5] تفسیر الطبری: 13/23. [6] تفسیر الطبری: 14,13/23.

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿48﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ

اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟﴿48﴾ وہ تو صرف ایک (ہولناک) چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انھیں آ پکڑے گی جبکہ وہ (آپس میں)

وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿49﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿50﴾ ع 3/18/2

جھگڑ رہے ہوں گے ﴿49﴾ پھر نہ تو وہ کسی وصیت کرنے کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ ہی سکیں گے ﴿50﴾

معلوم وقت تک جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما رکھا ہے۔

تفسیر آیات: 45-47

مشرکین کی گمراہی: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی و ضلالت، اپنے سابقہ گناہوں سے نہ ڈرنے اور قیامت کے دن پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر مند نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ﴾ ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو تمھارے آگے اور جو تمھارے پیچھے ہے اس سے بچو۔“ مجاہد نے کہا کہ اس سے مراد گناہ ہیں۔ [1] اور کچھ دیگر لوگوں نے اس کے برعکس مراد لیا ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿45﴾﴾ ”تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ یعنی شاید اللہ تعالیٰ تمھارے اس ڈرنے کی وجہ سے تم پر رحم فرمائے اور تمھیں اپنے عذاب سے بچالے اور مقدر کلام اس طرح ہے کہ وہ اس بات کا جواب نہیں دیں گے بلکہ اس سے اعراض کریں گے اور اسے بیان کرنے کے لیے اللہ عزوجل نے اس بات پر اکتفا فرمایا: ﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ”اور ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی۔“ توحید اور رسولوں کی صداقت کی نشانی ﴿اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿46﴾﴾ ”مگر اس سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔“ یعنی اس پر غور نہیں کرتے، اسے قبول نہیں کرتے اور اس سے نفع حاصل نہیں کرتے۔

ارشاد باری ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔“ یعنی جب انھیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو فقیر اور محتاج مسلمانوں پر خرچ کرنے کا کہا جاتا ہے ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ”تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں۔“ یعنی وہ مال خرچ کرنے کے متعلق حکم دینے والے مومنوں سے فقیر مومنوں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ﴾ ”بھلا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا؟“ یعنی جن لوگوں پر خرچ کرنے کے بارے میں تم نے ہمیں حکم دیا ہے اگر اللہ چاہتا تو انھیں غنی کر دیتا اور انھیں اپنے رزق سے عطا فرما دیتا، لہٰذا ہم بھی ان سے اللہ تعالیٰ کی ان کے بارے میں مشیت کے مطابق معاملہ کرتے ہیں۔ ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿47﴾﴾ ”تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔“ جو ہمیں ان پر خرچ کرنے کا کہہ رہے ہو۔

تفسیر آیات: 48-50

کفار کا یوم بعثت کو محال سمجھنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار قیامت کے برپا ہونے کو محال سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ

---

[1] تفسیر الطبری: 16/23.

وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا ہُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّہِمۡ یَنۡسِلُوۡنَ ﴿51﴾ قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا مَنۡۢ بَعَثَنَا

اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ (اپنی) قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے ﴿51﴾ وہ کہیں گے: ہائے ہماری

مِنۡ مَّرۡقَدِنَا ٜ سَکۡتَۃٌ ہٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَ صَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿52﴾ اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَۃً

بربادی! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھا دیا؟ یہی تو ہے جو رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا ﴿52﴾ وہ تو بس ایک (ہولناک) چیخ

وَّاحِدَۃً فَاِذَا ہُمۡ جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿53﴾ فَالۡیَوۡمَ لَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا وَّ لَا تُجۡزَوۡنَ

ہوگی، پھر یکایک وہ سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے ﴿53﴾ چنانچہ آج کسی جان (شخص) پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمھیں صرف

اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿54﴾

اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے ﴿54﴾

وقف لازم

﴿مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ﴾ ''یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' جیسا کہ فرمایا: ﴿یَسۡتَعۡجِلُ بِہَا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِہَا﴾ (الشوریٰ 42: 18) ''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کو جلدی مانگتے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً تَاۡخُذُہُمۡ وَ ہُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ ﴿49﴾﴾ ''یہ تو ایک چیخ کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں کہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے آ پکڑے گی۔'' یعنی یہ ایک چنگھاڑ کے منتظر ہیں اور اس سے مراد نفخۂ فزع، یعنی پہلا نفخہ ہے۔[1] وَاللّٰہُ أَعْلَمُ۔ صور میں جب نفخۂ فزع ہوگا تو لوگ حسب عادت بازاروں اور اپنے کاروباروں میں مصروف اور لڑائی جھگڑوں میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دیں گے اور وہ صور میں بہت طویل اور دراز پھونک ماریں گے جس کی وجہ سے روئے زمین کا ہر شخص ایک طرف سے گردن جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھائے گا اور آسمان کی طرف سے آواز سنے گا[2] اور پھر زمین پر موجود تمام لوگوں کو چاروں طرف سے آگ گھیر کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ تَوۡصِیَۃً﴾ ''تب نہ تو وہ وصیت کرنے کی طاقت رکھیں گے۔'' اپنی ملکیت کی چیزوں کے بارے میں کیونکہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہوگا ﴿وَّ لَاۤ اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿50﴾﴾ ''اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔'' اس سے متعلق بہت سے آثار و احادیث وارد ہیں جنھیں ہم نے کسی دوسری جگہ ذکر کیا ہے،[3] پھر اس کے بعد نفخۂ صعق ہوگا جس میں زندۂ جاوید ذات گرامی کے سوا تمام زندہ چیزیں مر جائیں گی، پھر اس کے بعد نفخۂ بعث ہوگا۔

تفسیر آیات: 51-54

جب تیسری دفعہ صور میں پھونکا جائے گا: یہ تیسرا نفخہ ہے جس سے قبروں میں مدفون سب لوگ باہر نکل آئیں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاِذَا ہُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّہِمۡ یَنۡسِلُوۡنَ ﴿51﴾﴾ ''تو یکایک وہ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں

[1] كتاب العظمة لأبي الشيخ الأصبهاني: 3/821-823، حديث: 386. [2] صحيح مسلم، الفتن......، باب في خروج الدجال ومكثه في الأرض......، حديث: 2940 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر البيان بأن الساعة تقوم......: 259/15، حديث: 6845. البتہ ''طویل اور دراز پھونک'' کا ذکر تفسیر الطبری: 18/23 میں ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے۔ [3] دیکھیے النمل، آیت: 87 کے ذیل میں اور الزمر، آیت: 68 کے ذیل میں، مزید دیکھیے مفصل تفسیر ابن کثیر الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں۔

إِنَّ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ ٱلْيَوْمَ فِى شُغُلٍ فَٰكِهُونَ ﴿55﴾ هُمْ وَأَزْوَٰجُهُمْ فِى ظِلَٰلٍ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ

بے شک اہل جنت آج ایک شغل میں خوش و خرم ہوں گے﴿55﴾ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے﴿56﴾ ان کے لیے

مُتَّكِـُٔونَ ﴿56﴾ لَهُمْ فِيهَا فَٰكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿57﴾ سَلَٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿58﴾

وہاں (ہر قسم کے) پھل ہوں گے اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے﴿57﴾ (انھیں) نہایت مہربان رب کی طرف سے سلام کہا جائے گا﴿58﴾

گے۔'' نسلان تیز چلنے کو کہتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ ٱلْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴾ (المعارج 43:70) ''جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے جیسے (اپنے بتوں کے) آستانوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔'' ﴿ قَالُوا۟ يَٰوَيْلَنَا مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ﴾ ''وہ کہیں گے: ہائے افسوس ہم پر! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگا) اٹھایا؟'' خواب گاہوں سے مراد قبریں ہیں جن کے بارے میں وہ دنیا میں یہ خیال کیا کرتے تھے کہ انھیں ان سے اٹھایا نہیں جائے گا لیکن جب حشر میں لوگ یہ دیکھ لیں گے کہ ان کا خیال غلط ثابت ہوا تو کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا ہے، اس سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ عذاب قبر بعد والے عذاب کی نسبت نیند ہی کی طرح ہوگا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، مجاہد، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ بعث (اٹھنے) سے کچھ دیر پہلے وہ سوئیں گے۔[1] قتادہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں نفخوں کے درمیان ہوگا، اس لیے وہ کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔[2] جب وہ یہ کہیں گے تو مومن انھیں یہ جواب دیں گے جیسا کہ کئی ایک ائمۂ سلف نے کہا ہے: ﴿ هَٰذَا مَا وَعَدَ ٱلرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ ٱلْمُرْسَلُونَ ﴿52﴾ ﴾ ''یہ وہی تو ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔'' حسن نے کہا ہے کہ انھیں یہ جواب فرشتے دیں گے۔ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دونوں ہی کی طرف سے یہ جواب ممکن ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿53﴾ ﴾ ''صرف ایک زور کی آواز ہی ہوگی کہ سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کیے جائیں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَإِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَٰحِدَةٌ ﴿13﴾ فَإِذَا هُم بِٱلسَّاهِرَةِ ﴿14﴾ ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ''پس وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی، اس وقت وہ (سب) میدان (حشر) میں (آجمع) ہوں گے۔'' اللہ جل شانہ نے فرمایا: ﴿ وَمَآ أَمْرُ ٱلسَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ ٱلْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ ﴾ (النّحل 16: 77) ''اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا معاملہ آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہی تو ہے یا وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِۦ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ (بنی إسرآء یل 52:17) ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت کم (مدت) رہے۔'' ہم تو انھیں ایک ہی حکم دیں گے جس سے سب کے سب ہمارے روبرو آحاضر ہوں گے۔ ﴿ فَٱلْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ﴾ ''پس آج کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اس کے عمل کے حوالے سے ﴿ وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿54﴾ ﴾ ''اور تم وہی بدلہ دیے جاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے۔''

تفسیر آیات: 55-58

[1] تفسیر الطبری: 21,20/23. [2] تفسیر الطبری: 20/23.

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿59﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ

اور اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ ﴿59﴾ اے بنی آدم! کیا میں نے تمھیں (اس بات کی) تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، بلاشبہ

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿60﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿61﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ

وہ تمھارا کھلا دشمن ہے ﴿60﴾ اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے ﴿61﴾ اور بلاشبہ اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ

جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿62﴾

کر دیا، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے تھے؟ ﴿62﴾

اہل جنت کا عیش ونشاط: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن جب میدان حشر سے روانہ ہوں گے تو باغہائے بہشت میں فروکش ہوں گے اور دوسروں سے بے نیاز ہو کر عیش و نشاط کے مشغلوں، ابدی نعمتوں، کامیابیوں اور کامرانیوں سے شادکام ہوں گے۔ حسن بصری اور اسماعیل بن ابوخالد کا قول ہے کہ ﴿فِيْ شُغُلٍ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دوزخیوں کے عذاب کے بجائے اہل جنت عیش ونشاط کے مشغلے میں ہوں گے۔[1] مجاہد کہتے ہیں: ﴿فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ﴾ کے یہ معنی ہیں کہ وہ جنت کی نعمتوں سے خوش ہوں گے۔[2] قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿فٰكِهُوْنَ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ خوش ہوں گے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ﴾ ''وہ اور ان کی بیویاں بھی سایوں میں (ہوں گے۔)'' یعنی جنت کے درختوں کے سایوں میں، یہ مجاہد کا قول ہے۔[5] ﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿56﴾﴾ ''تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، محمد بن کعب، حسن، قتادہ، سدی اور خصیف رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ﴿الْاَرَآئِكِ﴾ ان پلنگوں کو کہتے ہیں جو مسہریوں کے نیچے ہوں۔[6] اور فرمایا: ﴿لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ﴾ ''وہاں ان کے لیے پھل ہوں گے۔'' تمام انواع واقسام میں سے ﴿وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿57﴾﴾ ''اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے۔'' یعنی لذتوں کے طرح طرح کے وہ تمام سامان ان کے لیے موجود ہوں گے جو وہ طلب کریں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿58﴾﴾ ''(انھیں) پروردگار مہربان کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔''

ابن جریج نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی اہل جنت کے لیے سلامتی کا باعث ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ایسے ہی ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ﴾ (الأحزاب 33:44) ''جس روز وہ اس سے ملیں گے تو ان کی دعا ''سلام'' ہوگی۔''

تفسیر آیات: 59-62

حشر میں کافروں کی جگہ: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کو حکم دیا جائے گا

[1] تفسیر الطبری: 23/23. [2] تفسیر الطبری: 24/23. [3] تفسیر عبدالرزاق: 86/3، رقم: 2492. [4] تفسیر الطبری: 24/23. [5] تفسیر الطبری: 25/23. [6] تفسیر الطبری: 26/23.

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿63﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿64﴾

یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا﴿63﴾ آج کے دن اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے﴿64﴾ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے، اور ان کے پیر گواہی دیں گے اس کی جو کچھ وہ کماتے تھے﴿65﴾ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی

یَكْسِبُوْنَ ﴿65﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿66﴾ وَ لَوْ

آنکھیں مٹا دیں، پھر وہ دوڑیں راستہ (تلاش کرنے) کو، تو وہ کیوں کر دیکھ سکیں گے!﴿66﴾ اور اگر ہم چاہیں تو انھی کی جگہوں پر ان کی صورتیں مسخ کر

نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿67﴾ ع 4 17 3

دیں، پھر وہ (آگے) چلنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ وہ لوٹ سکیں﴿67﴾

کہ مومنوں سے الگ ہو جاؤ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَیَّلْنَا بَیْنَهُمْ ﴾ (یونس 10: 28) ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا کہیں گے کہ تم اور تمھارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر ہم ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ ○ ﴾ (الروم 30: 14) ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس روز لوگ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ یَوْمَىِٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ○ ﴾ (الروم 30:43) ''اس روز (سب) لوگ علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔'' یعنی منتشر ہو کر مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ اور فرمایا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ○ ﴾ (الصّٰفّٰت 37: 23,22) ''(اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، اللہ کے سوا، پھر انھیں دوزخ کی راہ دکھا دو۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿60﴾ ﴾ ''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تمھیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی ان کافروں کو جنھوں نے شیطان کی اطاعت کی تھی، حالانکہ وہ ان کا واضح دشمن ہے اور انھوں نے رحمان کی نافرمانی کی، حالانکہ وہ ان کا خالق و رازق ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿61﴾ ﴾ ''اور یہ کہ تم میری ہی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔'' میں نے تمھیں دنیا میں شیطان کی نافرمانی کا حکم دیا تھا اور تمھیں کہا تھا کہ میری ہی عبادت کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے مگر تم نے اس سیدھے رستے کو چھوڑ دیا اور شیطان کا حکم مانتے ہوئے اس کی پیروی کی۔ ﴿ وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ ﴾ ''اور البتہ تحقیق اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا۔'' اس سے مراد بہت سی خلقت ہے جیسا کہ مجاہد، قتادہ، سدی اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔[1] اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿62﴾ ﴾

① تفسیر الطبری: 29/23.

''کیا پھر تم سمجھتے نہیں تھے؟'' کیا اپنے رب کے حکم کہ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو، کی مخالفت اور تمھارے شیطان کی اتباع کی طرف پھرنے کے وقت تمھاری عقل کام نہیں کر رہی تھی۔

تفسیر آیات: 63-67

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن کافروں سے زجر وتوبیخ کے طور پر جہنم کو ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝ ﴾ ''یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' یعنی اس جہنم سے رسولوں نے تم ڈرایا تھا مگر تم نے ان کی تکذیب کی۔ ﴿ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝ ﴾ ''آج کے دن تم اس میں داخل ہو جاؤ کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔'' جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ۝ ﴾ (الطور52: 13-15) ''جس دن وہ آتش جہنم کی طرف سختی سے دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے، یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے (ذرا بتاؤ) تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟''

قیامت کے دن مجرموں کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ ﴾ ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کماتے رہے، ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے۔'' یہ کفار و منافقین کا قیامت کے دن حال ہوگا جب وہ دنیا میں اپنے کیے ہوئے جرائم کا انکار کر دیں گے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ انھوں نے تو یہ جرائم نہیں کیے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں اعضا سے گفتگو کرائے گا۔

امام ابن ابو حاتم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ ہنسنے لگے حتی کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[أَ تَدْرُونَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُّجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَارَبِّ! أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ فَيَقُولُ: بَلٰى! فَيَقُولُ: لَا أُجِيزُ عَلَيَّ شَاهِدًا إِلَّا مِنْ نَّفْسِي، فَيُقَالُ: كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ وَبِالْكِرَامِ عَلَيْكَ شَهِيدًا، فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ، وَيُقَالُ لِأَرْكَانِهٖ: اِنْطِقِي، فَتَنْطِقُ بِعَمَلِهٖ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُولُ: بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ]

''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس بات پر ہنس رہا ہوں۔ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن بندے کے اپنے رب سے مباحثے (جھگڑنے) کی وجہ سے ہنس رہا ہوں۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ تو اللہ فرمائے گا: کیوں نہیں! تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنے نفس ہی

سے شاہد کو قبول کروں گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اپنا آپ ہی شاہد (گواہ) کافی ہے اور کراما کاتبین بھی گواہ کافی ہیں، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ بولو تو وہ اس کے اعمال کے بارے میں بول کر بتائیں گے، پھر اسے بھی اعضا سے ہم کلام ہونے کا موقع دیا جائے گا تو وہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہو، میں تمھاری ہی وجہ سے تو لڑتا جھگڑتا تھا۔'' ① اسے مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ②

اور ابن جریر نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مومن کو قیامت کے دن جب حساب کے لیے بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ خلوت میں اس کے سامنے اس کے اعمال پیش فرمائے گا تو مومن اعتراف کرتے ہوئے عرض کرے گا: ہاں میرے رب! میں نے یہ عمل کیا تھا، میں نے یہ عمل کیا تھا، میں نے یہ عمل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا اور ان پر پردہ پوشی فرمائے گا، روئے زمین کی کوئی چیز اس کے کسی گناہ کو بھی دیکھ نہیں سکے گی، البتہ اس کی نیکیاں نظر آئیں گی، وہ پسند کرے گا کہ سب لوگ اس کی نیکیوں کو دیکھ لیں، اسی طرح کافر اور منافق کو بھی جب حساب کے لیے بلایا جائے گا تو رب تعالیٰ اس کے سامنے اس کے اعمال کو پیش فرمائے گا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے میرے نامہ میں ایسے اعمال لکھ دیے ہیں جو میں نے کیے ہی نہیں تھے، فرشتہ جواب دے گا: کیا تو نے فلاں دن فلاں جگہ یہ عمل نہیں کیا تھا؟ وہ کہے گا: نہیں، مجھے تیری عزت کی قسم اے میرے رب! میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے اس کی دائیں ران بات کرے گی، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۶۵﴾ ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کماتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے۔'' ③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ۝۶۶﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیں، پھر یہ رستے کو (تلاش کرنے کے لیے) دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں گے؟'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ہدایت کے بجائے انھیں گمراہ کر دیں تو یہ کس طرح ہدایت یاب ہو سکیں گے۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ اگر ہم انھیں اندھا کر دیں تو یہ کیسے دیکھ سکیں گے۔ ⑤ اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دے اور انھیں اندھا بنا دے کہ ڈگمگاتے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2559/8. ② صحیح مسلم، الزهد......، باب: [الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر]، حدیث: 2969 والسنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب سورة الانفطار: 508/6، حدیث: 11653. ③ تفسیر الطبری: 30/23. ④ تفسیر الطبری: 31/23. ⑤ تفسیر الطبری: 31/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3199/10.

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿68﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا

اور جس شخص کو ہم (زیادہ) عمر دیں (گویا) ہم اسے (حالت) پیدائش کی طرف لوٹا دیتے ہیں، کیا پھر وہ عقل نہیں رکھتے؟ ﴿68﴾ اور ہم نے اس (رسول) کو شعر

يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿69﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہی تھا، یہ (کلام الٰہی) تو سراسر نصیحت اور واضح قرآن ہے ﴿69﴾ تاکہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ ہے اور کافروں پر (اللہ

وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿70﴾

کے عذاب کی) بات ثابت ہو جائے ﴿70﴾

پھریں۔[1] مجاہد، ابوصالح، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ صراط کے معنی رستے کے ہیں۔[2] ابن زید کہتے ہیں کہ صراط سے یہاں حق مراد ہے اور جب ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا ہوگا تو یہ کہاں دیکھ سکیں گے! عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ یہ حق کو دیکھ نہیں سکیں گے۔[3]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو انھی کی جگہ پر ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کو ہلاک کر دیں۔[4] اور سدی نے کہا ہے کہ ہم ان کی شکلیں بدل دیں۔[5] ابوصالح نے کہا ہے کہ ہم انھیں پتھر بنا دیں، امام حسن بصری اور قتادہ نے فرمایا ہے کہ ہم انھیں ان کے پاؤں پر بٹھا دیں۔[6] اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿67﴾ ﴾ ''پھر وہ چلنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ وہ (پیچھے) لوٹ سکیں۔'' یعنی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے بلکہ ایک ہی جگہ جم کر رہ جائیں گے۔

تفسیر آیات: 68-70

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے بارے میں فرمایا ہے کہ جیسے جیسے اس کی عمر طویل ہوتی جاتی ہے ایسے ہی اسے قوت کے بعد ضعف اور نشاط کے بعد عاجزی و درماندگی لاحق ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾ (الروم 30: 54) ''اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھیں کمزوری (کی حالت) سے پیدا کیا، پھر اس نے کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی، پھر اس نے طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ ﴾ (الحج 22: 5) ''اور بعض تم میں سے ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ وہ (بہت کچھ) جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانیں۔'' اس سے مراد یہ بتانا مقصود ہے، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، کہ یہ دنیا زوال اور انتقال کا مقام ہے، یہ دوام واستقرار کی جگہ نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿68﴾ ﴾ ''کیا پھر وہ عقل نہیں رکھتے؟'' یعنی کیا یہ اپنی عقلوں سے کام لیتے ہوئے غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ابتدا میں کس

[1] تفسیر الطبری: 31/23. [2] تفسیر الطبری: 32/23. [3] تفسیر الطبری: 32/23. [4] تفسیر الطبری: 33/23.
[5] تفسیر الماوردی: 29/5. [6] تفسیر الطبری: 33,32/23.

طرح پیدا فرمایا تھا، پھر کس طرح جوانی کی عمر اور جوانی سے بڑھاپے کی عمر کو پہنچا دیا تاکہ یہ جان لیں کہ انھیں کسی اور گھر کے لیے پیدا کیا گیا ہے جسے کبھی زوال نہ ہوگا، جہاں سے کبھی کوچ کرنا نہ ہوگا اور وہ گھر آخرت کا گھر ہے۔

اللہ نے اپنے رسول کو شعر گوئی نہیں سکھائی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ ﴾ ”اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ اس کے لائق ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری ان کے شایان شان ہے نہ آپ اسے پسند فرماتے ہیں اور نہ آپ کی جبلت ہی اس سے مناسبت رکھتی ہے، اسی لیے مروی ہے کہ آپ کسی شعر کو اس کے صحیح وزن کے ساتھ یاد نہیں رکھتے تھے بلکہ اگر آپ کبھی شعر پڑھتے تو اسے بے وزن کر کے پڑھتے یا پورا نہ پڑھ سکتے تھے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عباس بن مرداس سُلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا یہ شعر تم نے کہا ہے۔

أَتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ بَيْنَ الْأَقْرَعِ وَعُيَيْنَةَ؟

”کیا آپ نے مال غنیمت میں سے میرا اور میرے گھوڑے عبید کا حصہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کے مابین تقسیم کر دیا ہے؟“

انھوں (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس نے یہ شعر) ایسے نہیں کہا اور اللہ کی قسم! آپ نہ شاعر ہیں اور نہ آپ کے شایان شان ہی ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: پھر کیسے ہے؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس طرح نہیں بلکہ عُيَيْنَةَ وَالْأَقْرَعِ ہے (اقرع بعد میں ہے)، آپ نے فرمایا: [اَلْكُلُّ سَوَاءٌ] ”ہر ایک برابر ہے۔“ یعنی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں (عیینہ پہلے ذکر ہو یا اقرع۔)[1] صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر گوئی اس لیے نہیں سکھائی کہ آپ کو تو اس نے اس قرآن عظیم کی تعلیم فرمائی ہے ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ”جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، بڑے حکمت والے قابل تعریف کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔“ یعنی وہ شعر نہیں ہے جیسا کہ جاہل، کفار قریش کی ایک جماعت کہتی تھی اور نہ کہانت ہے نہ قصے کہانیاں ہے اور نہ جادو ہے جیسا کہ گمراہ اور جاہل لوگوں نے قرآن مجید کے بارے میں اس طرح کی مختلف باتیں کہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی تو طبیعت ہی شرعی اور طبعی طور پر شعر گوئی کا انکار کرتی تھی۔ ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ ”یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے۔“ یعنی ہم نے آپ کو جو قرآن سکھایا ہے یہ روشن، واضح اور غور وفکر کرنے والے کے لیے جلی ہے ﴿ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا ﴾ ”تاکہ وہ اس شخص کو جو زندہ ہو ڈرائے۔“ تاکہ یہ صاف صاف اور پُر حکمت قرآن روئے زمین کے ہر زندہ شخص کو ڈرائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ

---

[1] دلائل النبوة للبيهقي، رجوع النبي ﷺ إلى الجعرانة......:182,181/5 البتہ مذکورہ حوالے میں [اَلْكُلُّ سَوَاءٌ] کے بجائے [سَوَاءٌ هُمَا] کے الفاظ ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿71﴾

کیاانھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے جو چیزیں بنائیں ان میں یقیناً ہم نے ان کے لیے چوپائے بھی پیدا کیے؟ پھر وہ ان کے مالک (بن گئے)

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿72﴾ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ

ہیں﴿71﴾ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا، چنانچہ ان میں سے کچھ ان کی سواریاں ہیں، اور ان میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں﴿72﴾ اور ان کے لیے ان (چوپایوں)

وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿73﴾

میں (اور بھی) فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں، کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟﴿73﴾

بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ ﴾ (الأنعام 6:19) ''تاکہ اس کے ذریعے سے تمھیں اور جس شخص تک پہنچ سکے میں ڈراؤں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ ﴾ (هود 11:17) ''اور (ان) گروہوں میں سے جو کوئی اس (قرآن) کا انکار کرے تو آگ ہی اس کا ٹھکانا ہے۔'' اور قرآن کی نصیحت سے وہ شخص فائدہ حاصل کر سکے گا جس کا دل زندہ اور جس کی بصیرت منور ہوگی جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا کہ جو زندہ دل اور زندہ نظر والا ہوگا۔[1] اور ضحاک نے کہا ہے کہ جو عقل مند ہوگا۔[2] ﴿ وَیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿70﴾ ﴾ ''اور کافروں پر (اللہ کے عذاب کی) بات ثابت ہو جائے'' کہ قرآن مومنوں کے لیے رحمت اور کافروں کے خلاف حجت ہے۔

تفسیر آیات: 71-73

چوپائے نشانی بھی ہیں اور نعمت بھی: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے اس انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان چوپایوں کو پیدا کر کے ان کے لیے مسخر کر دیا ہے ﴿ فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿71﴾ ﴾ ''تو یہ ان کے مالک ہیں۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے چوپایوں کو مغلوب کر رکھا ہے اور یہ ان کے مطیع فرمان ہیں، ان سے انکار نہیں کرتے۔[3] حتی کہ اگر ایک چھوٹا بچہ بھی اونٹ کو بٹھانا چاہے تو بٹھا دے، کھڑا کرنا چاہے تو کھڑا کر دے اور اگر انھیں چلانا چاہے تو چلا دے، یہ اس کا مطیع و فرماں بردار ہے، ایک اونٹ کیا اگر سو یا اس سے بھی زیادہ اونٹوں کی قطار ہو تو سب کے سب ایک چھوٹے بچے کے چلانے سے چل پڑیں ﴿ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ ''پھر کچھ ان میں سے ان کی سواریاں ہیں اور کسی کو ان میں سے وہ کھاتے ہیں۔'' یعنی کچھ ایسے ہیں جن پر یہ اپنے سفروں میں سواری کرتے ہیں اور تمام اطراف و جوانب کی طرف اپنے سامان ان پر لاد کر لے جاتے ہیں اور ان میں سے جن کو جب چاہیں ذبح کر کے کھا جائیں۔ ﴿ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ ﴾ ''اور ان میں ان کے لیے (اور) فائدے ہیں۔'' اور ان کی اون اور ریشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں بناتے ہو جو مدت تک کام دیتی ہیں، ﴿ وَمَشَارِبُ ﴾ ''اور پینے کی چیزیں ہیں۔'' یعنی ان کے دودھ اور دوائی کے طور پر استعمال کرنے کے لیے پیشاب وغیرہ ﴿ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿73﴾ ﴾ ''تو کیا پھر وہ شکر نہیں کرتے؟'' یعنی کیا یہ ان کے پیدا کرنے اور مسخر کرنے

[1] تفسیر الطبری: 35/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3200/10. [2] تفسیر الطبری: 35/23. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 3201/10 بالفاظ دیگر۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿74﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ

اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے تاکہ ان کی مدد کی جائے ﴿74﴾ وہ (معبود) ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے جبکہ وہ (مشرکین) تو خود ان (بتوں) کے

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿75﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿76﴾ وقف لازم

حاضر باش لشکری (حمایتی) ہیں ﴿75﴾ لہٰذا ان کی باتیں آپ کو غمگین نہ کریں، بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿76﴾

والے کو وحدہ لا شریک نہیں سمجھتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے؟

تفسیر آیات: 74-76

معبودانِ باطلہ مشرکین کی نصرت کی قدرت نہیں رکھتے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید کی ہے جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودانِ باطلہ کو اختیار کر رکھا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کریں، ان کو رزق دیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ ''وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے۔'' یعنی یہ معبودان باطلہ اپنے عابدوں کی مدد کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے کیونکہ یہ تو اس سے کمزور، قلیل، حقیر اور فروتر ہیں کہ کسی کی مدد کر سکیں، کسی کی مدد تو کجا یہ تو خود آپ اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے جو ان کے بارے میں کوئی برا ارادہ کرے اس سے انتقام نہیں لے سکتے کیونکہ یہ تو جمادات ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ عقل و شعور رکھتے ہیں۔ ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿75﴾﴾ ''اور یہ (معبودانِ باطلہ) ان (مشرکین) کے حاضر کیے گئے لشکر ہوں گے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ حساب کے وقت حاضر کیے جائیں گے۔[1] یعنی ان بتوں کو بھی اس وقت جمع کر کے حاضر کیا جائے گا جب قیامت کے دن ان کی عبادت کرنے والوں سے حساب لیا جا رہا ہوگا تاکہ ان کے غم و فکر میں مزید اضافہ ہو جائے اور ان پر زیادہ مضبوط طریقے سے حجت قائم کی جا سکے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ ''وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے۔'' یعنی معبودان باطلہ۔[2] ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿75﴾﴾ ''اور وہ (معبودانِ باطلہ) ان (مشرکین) کی فوج بنا کر حاضر کیے جائیں گے۔'' مشرکین دنیا میں اپنے معبودوں کی وجہ سے لوگوں سے ناراض ہوتے تھے، حالانکہ یہ انھیں نہ کوئی بھلائی پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی برائی کو ان سے دور کر سکتے ہیں کیونکہ یہ تو بے جان بت ہیں، حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یہ ایک اچھا قول ہے۔[3] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[4]

رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ ''تو ان کی باتیں آپ کو غمناک نہ کر دیں۔'' یعنی ان کا آپ کی تکذیب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے کیونکہ ﴿اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿76﴾﴾ ''وہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں بے شک ہم (سب) جانتے ہیں۔'' ہم ان کے تمام حالات سے آگاہ ہیں اور ان کے اعمال کا انھیں بدلہ دیں گے جبکہ اس دن ان کے سارے اعمال ان کے سامنے ہوں گے اور کسی بھی جلیل یا حقیر، چھوٹے یا بڑے عمل کو گم نہیں پائیں گے بلکہ ان کے پرانے اور نئے تمام کے تمام اعمال ان کے سامنے پیش کر دیے

[1] تفسیر الطبری: 37/23. [2] تفسیر الطبری: 37/23. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 3202/10. [4] تفسیر الطبری: 37/23.

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿77﴾ وَضَرَبَ

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر یکایک وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا﴿77﴾ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان

لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿78﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ

کی اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ گلی سڑی ہوں گی؟﴿78﴾ آپ کہہ دیجیے: انھیں وہی (اللہ) زندہ کرے گا

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۨ ﴿79﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ

جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے﴿79﴾ وہ (اللہ) جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ بنا دی، پھر

الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿80﴾

یکایک تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو﴿80﴾

جائیں گے۔

تفسیر آیات: 77-80

حیات بعد الممات کا انکار اور اس کی تردید: مجاہد، عکرمہ، عروہ بن زبیر، سدی اور قتادہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اُبَیّ بن خلف۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے ہاتھ میں ایک بوسیدہ ہڈی پکڑی ہوئی تھی وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں اڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے محمد! کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوسیدہ ہڈی کو بھی دوبارہ زندہ کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَللّٰهُ يُحْيِيهِ، ثُمَّ يُمِيتُهُ، ثُمَّ يُدْخِلُكَ النَّارَ] ”اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، پھر اسے مارے گا، پھر تجھے جہنم رسید کر دے گا۔“ اس موقع پر سورۂ یٰسٓ کی ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ”کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔“ سے لے کر آخر تک کی آیات نازل ہوئی تھیں۔[1]

اور امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عاص بن وائل نے بطحاء سے ایک ہڈی کو پکڑا اور اسے ہاتھ سے توڑ دیا، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں یہ جو کچھ دیکھ رہا ہوں، کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ، يَبْعَثُ اللّٰهُ هٰذَا، ثُمَّ يُمِيتُكَ، ثُمَّ يُحْيِيكَ، ثُمَّ يُدْخِلُكَ نَارَ جَهَنَّمَ] ”ہاں، اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا، پھر تجھے مارے گا، پھر تجھے زندہ کرے گا، پھر تجھے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس موقع پر سورۂ یٰسٓ کی آخری آیات نازل ہوئی تھیں،[2] اسے ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔[3]

یہ آیات کریمہ خواہ اُبَیّ بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہوں یا عاص بن وائل کے بارے میں یا دونوں کے بارے میں، اپنے مضمون کے اعتبار سے عام ہیں اور ہر اس شخص کے بارے میں ہیں جو بعث بعد الموت کا منکر ہو کیونکہ ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ﴾

---

① تفسیر الطبری: 38/23 اور دیکھیے صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی، ص: 201,200 یہ حدیث مرسل ہے۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 3203/10 و المستدرك للحاکم، التفسیر، باب تفسیر سورۃ یٰسٓ: 429/2، حدیث: 3606 مزید دیکھیے صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی، ص: 201. ③ تفسیر الطبری: 38/23.

میں ﴿ الْاِنْسَانُ ﴾ کا الف لام جنس کے لیے ہے اور ہر منکر بعث اس میں شامل ہے۔ ﴿ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''بے شک ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔'' یعنی کیا بعثت کا انکار کرنے والے نے اس سے استدلال نہیں کیا کہ جس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ابتدا حقیر پانی کے خلاصے سے کی، یعنی اسے ایک حقیر، ضعیف اور بے وقعت چیز سے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾ (المرسلٰت 77:20-22) ''کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا، ایک وقت معین تک۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﴾ (الدھر 76:2) ''بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا۔'' یعنی ایسے نطفے سے جو مختلف اخلاط سے مرکب ہے تو جس ذات پاک نے اسے اس کمزور سے نطفے سے پیدا فرمایا ہے کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں بسر[1] بن جحاش سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنی ہتھیلی پر لعابِ دہن رکھا، پھر اس پر اپنی انگلی رکھتے ہوئے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ابْنَ آدَمَ! أَنّٰى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهِ، حَتّٰى إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَلْتُكَ، مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ، وَلِلْأَرْضِ مِنْكَ وَئِيدٌ، فَجَمَعْتَ وَمَنَعْتَ، حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ، قُلْتَ: أَتَصَدَّقُ، وَأَنّٰى أَوَانُ الصَّدَقَةِ؟] ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم! تو مجھے کہاں عاجز کر سکے گا، میں نے تجھے اس طرح کی چیز سے پیدا کیا ہے حتی کہ میں نے جب تیرے اعضا کو ٹھیک کیا اور تیری قامت کو معتدل رکھا تو تو (فخر سے) اپنی چادروں میں چلنے لگا اور زمین پر تیری دھمک تھی، پھر تو نے مال جمع کیا اور خرچ نہ کیا حتی کہ جب وہ (جان) ہنسلیوں تک پہنچ گئی تو تو کہتا ہے کہ میں صدقہ کرتا ہوں مگر اب صدقے کا وقت کہاں؟''[2] اور اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴾ ''اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا: ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب وہ گلی سڑی ہوں گی؟'' یعنی اس نے اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنی عظیم الشان قدرت کے ساتھ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس بات کو بعید سمجھا کہ وہ بوسیدہ جسموں اور ہڈیوں کو دوبارہ زندہ فرما سکے اور وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عدم سے وجود بخشا ہے، اس طرح انسان نے جس چیز کو بعید از قیاس سمجھتے ہوئے انکار کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس سے بھی بڑی بات اس کے اپنے نفس سے سمجھا دی ہے اور فرمایا: ﴿ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ ''کہہ دیں کہ اسے وہی زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے۔'' یعنی

---

[1] حافظ ابن حجر تقریب التہذیب: 125/1 پر لکھتے ہیں: يقال فيه: بِشر، بكسر أوله والمعجمة (بُسر کو) ''بِشر'' با کے کسرے اور (سین کے بجائے) شین کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ [2] مسند أحمد: 210/4. [3] سنن ابن ماجه، الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحياة......، حديث: 2707.

وہ اطراف واکنافِ زمین کی تمام ہڈیوں کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کہاں گئیں، کہاں منتشر ہوگئیں اوران کے ذرات کہاں کہاں بکھر گئے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ربعی سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہمیں کوئی حدیث نہ بیان کریں گے جوآپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، فَلَمَّا أَيِسَ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْصٰى أَهْلَهُ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا كَثِيرًا جَزْلًا ، ثُمَّ أَوْقِدُوا فِيهِ نَارًا حَتّٰى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِي وَخَلَصَ إِلٰى عَظْمِي فَامْتَحَشْتُ فَخُذُوهَا (ثُمَّ اسْحَقُونِي) فَاذْرُوهَا فِي الْيَمِّ، فَفَعَلُوا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَقَالَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِكَ! قَالَ: فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ] ''ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو بہت زیادہ ایندھن اکٹھا کرلینا، پھر اسے آگ لگا دینا (اور مجھے اس میں جلا دینا) حتی کہ جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے اور میں جل کر کوئلہ بن جاؤں تو اسے پکڑ کر پیس دینا اوراس کے ذرات کو سمندر میں بہا دینا، اس کے اہل خانہ نے اس کی موت کے بعد ایسا ہی کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کے ذرات کو جمع کرکے اسے دوبارہ انسان بنا کر اپنے پاس لا حاضر کیا اور اس سے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کی: تیرے خوف کی وجہ سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اسے بخش دیا۔'' عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ یہ شخص کفن چور تھا۔ ①

صحیحین میں یہ حدیث قدرے طویل ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ اسے جلا دیں، پھراس کی ہڈیوں کو پیس لیں، پھراس کا نصف حصہ خشکی میں اڑا دیں اور نصف حصہ کسی تیز آندھی والے دن دریا میں بہا دیں، اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا، اس میں جس قدر اس کے جسم کے ذرات تھے، اس نے جمع کردیے، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اوراس نے بھی اس کے تمام ذرات کو جمع کردیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو (زندہ) ہوجا تو وہ ایک آدمی کی صورت میں کھڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے عرض کی کہ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اسے اسی وقت معاف فرما دیا۔ ②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ۝۸۰﴾ ''وہی جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی، پھر تم اس سے آگ جلاتے ہو۔'' یعنی جس ذات پاک نے اس درخت کو پانی سے پیدا فرمایا

---

① مسند أحمد: 395/5 جبکہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3478 و صحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى......، حديث: 2757 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 54، حديث: 3478 و6481 و صحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى......، حديث: 2757 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ و (25,24)-2756 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۚ وَهُوَ

کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! وہی تو (سب کچھ) پیدا کرنے

الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿81﴾ إِنَّمَآ أَمْرُهٗٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿82﴾ فَسُبْحٰنَ

والا، خوب جاننے والا ہے﴿81﴾ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا حکم صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس سے کہتا ہے: ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے﴿82﴾ چنانچہ

ع 5 16 4 الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿83﴾ ع

پاک ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے﴿83﴾

حتیٰ کہ وہ سرسبز و شاداب ہو کر ثمر بار ہو گیا، پھر ایک ایسا وقت آیا کہ وہ خشک ہو کر ایندھن بن گیا اور اس سے آگ جلائی جانے لگی، اسی طرح وہ جو چاہے اسے کرنے پر قادر ہے، وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی طاقت رکھتا ہے، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ امام قتادہ نے اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس نے اس آگ کو اس درخت سے نکالا، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں مذکور درخت سے مراد مرخ اور عفار ہیں جو سرزمین حجاز میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو شخص آگ جلانا چاہے اور اس کے پاس چقماق کا پتھر نہ ہو تو وہ ان میں سے کسی بھی درخت کی دو شاخیں لے کر ان کو ایک دوسری پر رگڑتا ہے تو ان سے آگ پیدا ہو جاتی ہے جس طرح چقماق کے رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] اسی لیے ضرب المثل ہے: لِكُلِّ شَجَرٍ نَّارٌ وَّاسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ ''ہر درخت میں آگ ہے، البتہ مرخ اور عفار میں زیادہ ہے۔'' اور حکماء کہتے ہیں کہ عُنّاب کے سوا ہر درخت میں آگ ہے۔

تفسیر آیات: 81-83

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ساتوں آسمانوں کو ثوابت اور سیاروں کے ساتھ پیدا فرمایا اور ساتوں زمینوں کو ان کے پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں اور جنگلوں کے ساتھ وجود بخشا ہے اور اپنی اس عظیم الشان قدرت کے حوالے سے اس استدلال کی طرف اس نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ جس ذات پاک نے ان عظیم الشان اشیا کو تخلیق فرمایا ہے وہ مرنے کے بعد ان جسموں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن 40: 57) ''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت زیادہ بڑا (کام) ہے۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ﴾ ''بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔'' یعنی انسانوں کو جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا تھا، کیا وہ اس طرح ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يُّحْيِۦَ

① تفسیر الطبری: 39/23 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3203/10. ② تفسیر البغوی: 24/4.

﴿الْمَوْتٰى ط بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝﴾ (الأحقاف 46:33) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے اکتایا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں، بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝﴾ ”کیوں نہیں! اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا ہے، اس کا معاملہ تو بس یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔“ یعنی وہ کسی چیز کو صرف ایک ہی بار حکم دیتا ہے، اسے تکرار یا تاکید کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ کسی شاعر نے بھی کہا ہے:

إِذَا مَا أَرَادَ اللّٰهُ أَمْرًا فَإِنَّمَا
يَقُولُ لَهُ كُنْ قَوْلَةً فَيَكُونُ

”اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے ایک ہی بار فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: يَاعِبَادِي! كُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْلَكُمْ...... وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ...... لِأَنِّي جَوَادٌ مَّاجِدٌ وَّاجِدٌ، أَفْعَلُ مَا أَشَاءُ، عَطَائِي كَلَامٌ وَّعَذَابِي كَلَامٌ، إِذَا أَرَدْتُّ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقُولُ لَهُ: كُنْ فَيَكُونُ] ”یقیناً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گناہ گار ہے سوائے اس کے جسے میں بچا لوں تو تم مجھ سے گناہوں کی بخشش مانگو، میں تمھیں معاف فرما دوں گا...... اور تم میں سے ہر ایک فقیر ہے، سوائے اس کے جس کو میں غنی کر دوں......، بے شک میں جواد، ماجد اور واجد ہوں، میں وہ کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں، میں نے عطا کرنا ہو تو فرما دیتا ہوں اور عذاب دینا ہو تو پھر بھی فرما دیتا ہوں اور جب کسی بھی چیز کا ارادہ کرتا ہوں، تو بس اسے فرما دیتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ ”تو وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی ہر قسم کی برائی سے منزہ، مقدس اور پاک ہے، وہ زندہ اور قائم ہے جس کے ہاتھوں میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور اس کی طرف سارا معاملہ لوٹتا ہے، سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور سب حکم بھی اسی کا ہے، روز قیامت تمام بندے بھی اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے، وہ ہر کام کرنے والے کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا، وہ عدل فرمانے والا، انعام سے نوازنے والا اور اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرمانے والا ہے۔ ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ کے معنی اس آیت کریمہ کی طرح ہیں: ﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (المؤمنون 23: 88) ”کہہ دیں کہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔“ یا اس آیت کریمہ کی طرح ہیں: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ز﴾ (الملك 67:1) ”وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، بابرکت ہے۔“ ملک اور ملکوت کے ایک ہی معنی ہیں جس طرح رحمت اور رحموت، رھبۃ اور رھبوت، جبر اور جبروت کے ایک ہی

[1] مسند أحمد: 177/5 .

معنی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ''ملک'' سے مراد عالم اجسام اور ''ملکوت'' سے مراد عالم ارواح ہے لیکن صحیح پہلی بات ہے اور جمہور مفسرین وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا تو آپ نے سات رکعتوں میں سات طویل سورتوں کی تلاوت فرمائی، آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے: [سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ] پھر یہ کلمات پڑھتے: [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ] ''سب تعریفیں اس اللہ ہی کے لیے ہیں جو وسیع سلطنت، عظیم اقتدار اور بڑائی و بزرگی کا مالک ہے۔'' آپ کا رکوع بھی قیام کی طرح طویل اور سجدہ بھی رکوع کی طرح طویل تھا، آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میرے پاؤں ٹوٹنے کے قریب تھے۔ ①

اور امام ابوداود نے عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا، آپ نے کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع فرما دی، جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہوتا تو آپ ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہوتا تو آپ ٹھہر جاتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے، پھر آپ نے قیام کے بقدر رکوع کیا اور رکوع میں یہ کلمات پڑھتے تھے: [سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَةِ] ''پاک ہے وہ ذات جو عظیم اقتدار، وسیع سلطنت اور بڑائی و بزرگی کی مالک ہے۔'' پھر آپ نے قیام کے برابر سجدہ کیا اور سجدے میں بھی یہی کلمات پڑھے، پھر آپ نے (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہو کر آل عمران کو پڑھا، پھر ایک ایک سورت پڑھی۔ ② اور اسے امام ترمذی نے شمائل میں اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ③

سورۂ یٰسٓ کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ .

① مسند أحمد: 397,396/5. ② سنن أبی داود، الصلاة، باب مایقول الرجل فی رکوعه و سجوده، حدیث: 873. البتہ مذکورہ حوالے میں یہ ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا رکوع کے بعد قیام میں پڑھنے کے بجائے رکوع میں پڑھا کرتے تھے۔

③ الشمائل المحمدیة، باب ماجاء فی صوم رسول الله ﷺ، حدیث: 313 و سنن النسائی، التطبیق، باب نوع آخر من الذکر فی الرکوع، حدیث: 1050 و السنن الکبری للنسائی، التطبیق، باب: 70 نوع آخر: 240/1، حدیث: 718.

تفسیر
سُوْرَۂ صٰفّٰت

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④

قسم ہے قطار در قطار صفیں باندھنے والوں (فرشتوں) کی ① پھر جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی ② پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی ③ بلاشبہ تمھارا معبود

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤

ایک ہی ہے ④ (وہی) رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور (اس کا بھی) جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور (تمام) مشرقوں کا رب ہے ⑤

فضیلت: امام نسائی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تخفیف کا حکم دیا کرتے تھے اور ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے آپ صافات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس روایت کو صرف امام نسائی نے روایت کیا ہے۔[1]

تفسیر آیات :1-5

فرشتے اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ①﴾ سے مراد فرشتے ہیں۔ ﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ②﴾ اور ﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③﴾ سے مراد بھی فرشتے ہیں۔[2] اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، سُدی، قتادہ اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[3] قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتے آسمانوں میں صفیں باندھے ہوئے ہیں۔[4] اور امام مسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ] ''ہمیں لوگوں پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے: (1) ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دیا گیا ہے۔ (2) اور ساری زمین کو ہمارے لیے مسجد بنا دیا گیا ہے۔ (3) اور اگر ہم پانی نہ پائیں تو اس کی مٹی کو ہمارے لیے ذریعۂ طہارت بنا دیا گیا ہے۔''[5]

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الصافات: 440/6، حديث: 11432 و مسند أحمد: 26/2 و صحيح ابن خزيمة، الإمامة في الصلاة، باب قدر قراءة الإمام الذي لا يكون تطويلا: 49/3، حديث: 1606. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3204/10. ③ تفسير القرطبي: 62,61/15. ④ تفسير الطبري: 41/23. ⑤ صحيح مسلم، كتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حديث: 522.

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ⑥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦ لَا يَسَّمَّعُونَ

بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر سجایا ہے⑥ اور ہر سرکش شیطان سے (اس کی) حفاظت کے لیے⑦ (تاکہ) وہ عالم بالا کی

إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ⑧ دُحُورًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨ إِلَّا مَنْ

(باتیں) سن نہ پائیں، اور (ان پر) ہر طرف سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں⑧ (انھیں) بھگانے کے لیے، اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے⑨ مگر جو کوئی

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩

(ایک آدھ بات) اچانک اچک کر لے جائے تو نہایت چمکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے⑩

اور امام مسلم ہی نے، نیز ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؟ قُلْنَا : وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْمُتَقَدِّمَةَ، وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ] ''تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں؟ ہم نے عرض کی: فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صفیں بناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پہلے اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور وہ صف کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بناتے ہیں۔''①
سدی وغیرہ نے کہا ہے کہ ﴿ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے بادلوں کو ڈانٹتے اور جھڑکتے ہیں اور انھوں نے ﴿ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③ ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ کتابوں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے پاس لاتے ہیں۔②

اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ''بے شک تمھارا ایک ہی الٰہ ہے، جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔'' اس پر قسم کھائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، ﴿ وَمَا بَيْنَهُمَا ﴾ ''اور جو کچھ ان دونوں میں ہے۔'' یعنی مخلوقات، ﴿ وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤ ﴾ ''اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے۔'' وہ مالک و متصرف ہے۔ کواکب، ثوابت اور سیاروں کو اس نے مسخر فرما رکھا ہے جو مشرق سے طلوع ہوتے اور مغرب میں غروب ہو جاتے ہیں لیکن صرف مشارق کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ مغارب پر خود بخود دلالت کر رہا ہے، اس کی صراحت اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: ﴿ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ إِنَّا لَقٰدِرُونَ ﴾ (المعارج 40:70) ''ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ بلاشبہ ہم البتہ طاقت رکھتے ہیں۔'' اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴾ (الرحمٰن 17:55) ''وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا

① صحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة والنهي عن الإشارة باليد......، حديث: 430 و سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 661 و اللفظ له، البتہ یہاں [الْمُتَقَدِّمَةَ] کے بجائے [الْمُقَدَّمَةَ] ہے و سنن النسائي، الإمامة، باب حث الإمام على رص الصفوف والمقاربة بينها، حديث: 817 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب إقامة الصفوف، حديث: 992. ② تفسير الطبري: 42,41/23 و تفسير ابن أبي حاتم: 3204/10.

مالک ہے۔'' یعنی سورج اور چاند کے موسم گرما و سرما میں الگ الگ مشرق و مغرب ہیں۔

تفسیر آیات:6-10

آسمان کی تزئین و حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے آسمانِ دنیا کو دیکھنے والوں کے لیے جو باشندگان زمین ہیں مزین فرما دیا ہے ﴿ بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ ﴾ ''ستاروں کی زینت سے۔'' اسے اضافت و بدل کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہیں،[1] آسمان کے ثوابت، کواکب اور سیارے اہل زمین کے لیے روشنی فراہم کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴾ (الملك 5:67) ''اور البتہ تحقیق ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیطانوں کے مارنے کا آلہ بنایا اور ان کے لیے دہکتے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴾ (الحجر 15:16-18) ''اور البتہ تحقیق ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اس کو سجایا اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اسے محفوظ کر دیا۔ ہاں، اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو روشن شعلہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ وَحِفْظًا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ ﴾ ''اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔'' ﴿ مَارِدٍ ﴾ کے معنی متمرد اور سرکش کے ہیں کہ جب وہ چوری چھپے سننے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ آ جاتا ہے جو اسے جلا ڈالتا ہے، اسی لیے اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى ﴾ ''وہ (شیطان) ملاءِ اعلیٰ کی باتیں نہ سن سکیں۔'' یعنی ملاءِ اعلیٰ تک نہ پہنچ سکیں، اور ملاءِ اعلیٰ سے مراد آسمان اور ان میں رہنے والے فرشتے ہیں جب وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی کردہ شرع و مقدرات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جیسا کہ اس کا ان احادیث میں ذکر ہے جو ہم قبل ازیں آیت کریمہ ﴿ حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴾ (سبا 34:23) ''یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو (باہم) کہتے ہیں: تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ (بالکل) حق (فرمایا) اور وہ نہایت عالی مقام، بہت بڑا ہے۔'' کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ ﴿ وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴾ ''اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔'' یعنی ہر اس طرف سے جہاں سے وہ آسمان کا قصد کرتے ہیں، ﴿ دُحُورًا ﴾ ''وہاں سے نکال دینے کو۔'' انھیں مارا جاتا، ڈانٹ ڈپٹ پلائی جاتی اور آسمان تک پہنچنے سے روکا جاتا ہے، ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ﴾ ''اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔'' یعنی آخرت میں انھیں دائمی، ہمیشہ رہنے والا اور بہت دردناک عذاب ہوگا، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴾ (الملك 5:67) ''اور ہم نے ان کے لیے دہکتے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

---

[1] یعنی زِينَةُ مضاف اور اَلْكَوَاكِبِ مضاف الیہ ہے بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ اور بدل کی صورت میں بِزِينَةٍ یعنی تنوین کے ساتھ پڑھیں گے اور آپس میں یہ بدل مبدل منہ ہوں گے۔

فَاسۡتَفۡتِہِمۡ اَہُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰہُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ

پھر آپ ان سے پوچھیے: کیا انھیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا جو کچھ ہم نے پیدا کیا؟ بے شک ہم نے ان (انسانوں) کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا⑪ بلکہ

لَّازِبٍ ⑪ بَلۡ عَجِبۡتَ وَیَسۡخَرُوۡنَ ۪ ⑫ وَاِذَا ذُکِّرُوۡا لَا یَذۡکُرُوۡنَ ۪ ⑬ وَاِذَا

آپ نے (کفار کے انکار آخرت پر) تعجب کیا جبکہ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں⑫ اور جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے⑬ اور جب وہ کوئی

رَاَوۡا اٰیَۃً یَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ۪ ⑭ وَقَالُوۡۤا اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۚۖ ⑮ ءَاِذَا مِتۡنَا

نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں⑭ اور وہ کہتے ہیں: یہ تو بالکل کھلا جادو ہے⑮ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو

وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ ⑯ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ؕ ⑰ قُلۡ نَعَمۡ وَاَنۡتُمۡ

کیا ہمیں سچ مچ (دوبارہ) اٹھایا جائے گا؟⑯ کیا ہمارے پہلے باپ دادوں کو بھی؟⑰ آپ کہہ دیجیے: ہاں! اور تم ذلیل وخوار ہو گے⑱ سو بس وہ (اٹھانا)

دٰخِرُوۡنَ ۚ ⑱ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فَاِذَا ہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ ⑲

تو ایک جھڑکی ہی ہوگی، تو وہ یکایک (زندہ ہو کر) دیکھتے ہوں گے⑲

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَۃَ ﴾ "ہاں، جو کوئی (فرشتوں کی بات کو) جھپٹ لینا چاہتا ہے۔" یعنی ان شیطانوں میں سے جو چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے اور وہ کوئی ایسی بات ہوتی ہے جسے وہ آسمان سے سن کر اپنے سے نیچے والے شیطان کو بتا دیتا ہے، بسا اوقات اسے بتانے سے پہلے ہی جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ جلتے ہوئے انگارے کے آنے اور اسے جلانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق نیچے والے شیطان کو بتانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ دوسرا شیطان وہ بات کاہن کو بتا دیتا ہے، جیسا کہ حدیث کے حوالے سے قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[1] اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَۃَ فَاَتۡبَعَہٗ شِہَابٌ ثَاقِبٌ ⑩ ﴾ "ہاں، جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگتا ہے۔" ﴿ ثَاقِبٌ ⑩ ﴾ کے معنی روشن اور منور کے ہیں۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شیطانوں کے لیے آسمانوں میں بیٹھنے کے لیے مقامات تھے جہاں سے وہ وحی سنتے تھے، اس وقت ستارے چلتے نہیں تھے اور شیطانوں کو مارا نہیں جاتا تھا اور جب وہ وحی سن لیتے تو زمین کی طرف اتر آتے اور سنی ہوئی ایک بات میں نو (9) اور باتیں ملا دیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تو شیطان جب اپنی جگہ پر جانے کا قصد کرتا تو اس کے پاس انگارا آ کر اسے بھسم کر دیتا، شیطانوں نے اس کا ابلیس ملعون کے پاس ذکر کیا تو اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہے، واقعہ معلوم کرنے کے لیے اس نے اپنے لشکروں کو روانہ کر دیا تو انھوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نخلہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان۔ وکیع نے کہا۔ یعنی بطن نخلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے واپس جا کر ابلیس کو بتایا تو ابلیس

[1] دیکھیے الشعرآء، آیت: 223 کے ذیل میں اور سبا، آیت: 23 کے ذیل میں اور صحیح البخاری، التفسیر، باب ﴿ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِہِمۡ ...... ﴾ (سبا 34:23)، حدیث: 4800 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

نے کہا کہ ہاں یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ ①

تفسیر آیات:11-19

حیات بعد الممات کا ثبوت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان منکرین بعثت سے پوچھو کہ کن کا بنانا مشکل ہے، ان کا یا آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان فرشتوں، شیطانوں اور دیگر بڑی بڑی مخلوقات کا؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں [أَمْ مَّنْ عَدَدْنَا] ہے، وہ اقرار کرتے تھے کہ ان کی نسبت ان مخلوقات کا بنانا زیادہ مشکل ہے۔ ②

اور جب حقیقت حال یہی ہے تو پھر بعثت کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ جس چیز کا انکار کر رہے ہیں اس سے بڑی چیز خود دیکھ رہے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ ”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا یقیناً لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ (المؤمن 40:57)

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بہت ہی کمزور چیز سے پیدا کیے گئے ہیں ﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪ ﴾ ”بے شک ہم نے انھیں چپکتے گارے سے بنایا ہے۔“ مجاہد، سعید بن جبیر اور ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪ ﴾ کے معنی اس گارے کے ہیں جو آپس میں چپک رہا ہو۔ ③ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کا قول ہے کہ اس کے معنی لیس دار گارے کے ہیں۔ ④ اور قتادہ کہتے ہیں کہ جو ہاتھ کے ساتھ چپک جائے۔ ⑤

ارشاد باری ہے: ﴿ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ ﴾ ”ہاں، آپ نے (کفار کے انکار پر) تعجب کیا جبکہ وہ تمسخر کرتے ہیں۔“ یعنی اے محمد! آپ تو ان منکرینِ بعثت کی تکذیب سے تعجب کر رہے ہیں کیونکہ آپ تو یقین رکھتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں جس عجیب معاملے کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جسموں کے فنا ہو جانے کے بعد انھیں دوبارہ اٹھایا جانا ہے تو اس کے برخلاف یہ لوگ شدید تکذیب کرتے ہوئے آپ کی ان باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ تعجب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا اور تمسخر گمراہ لوگوں نے۔ ⑥ ﴿ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً ﴾ ”اور وہ جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔“ یعنی اس کی واضح دلیل، تو ﴿ يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ ﴾ ”ٹھٹھا کرتے ہیں۔“ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ⑦ ﴿ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ﴾ ”اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔“ یعنی تم جو لائے ہو یہ تو صریح جادو ہے۔ ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑯ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑰ ﴾ ”بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے، کیا ہمارے باپ دادا بھی (جو) پہلے (ہو گزرے ہیں؟)“ یعنی وہ اسے بعید سمجھتے ہوئے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ﴿ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ⑱ ﴾ ”کہہ دیں: ہاں، اور تم ذلیل ہو گے۔“ یعنی اے محمد! ان سے کہہ دیں کہ تم مٹی اور ہڈیاں بننے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور تم اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے مقابلے

---

① تفسیر الطبری: 45/23. ② تفسیر الطبری: 51/23. ③ تفسیر الطبری: 53/23 و تفسیر القرطبی: 69/15.
④ تفسیر الطبری: 52/23. ⑤ تفسیر الطبری: 53/23 و تفسیر أبی حاتم: 3206/10. ⑥ تفسیر الطبری: 54/23.
⑦ تفسیر الطبری: 54/23.

ع 1 21 5

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑳ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉑ اُحْشُرُوا

اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے ⑳ یہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے ㉑ (اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ㉒ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى

لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا، اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے ㉒ اللہ کے سوا، پھر انھیں دوزخ کی راہ

صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ㉓ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ㉔ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ㉕ بَلْ هُمُ

دکھا دو ㉓ اور انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ ان سے باز پرس کی جائے گی ㉔ (کہا جائے گا:) تمھیں کیا ہوا، تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ ㉕

الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ㉖

بلکہ آج وہ (سب) فرماں بردار ہیں ㉖

میں بہت ہی حقیر ہو جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴾ (النمل 87:27) ''اور سب اس پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ (المؤمن 60:40) ''بے شک جو لوگ میری عبادت سے از راہ تکبر کتراتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔''

پھر اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑲ ﴾ ''سو بس وہ (اٹھانا) ایک جھڑکی ہی ہوگی تو وہ یکا یک دیکھنے لگیں گے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم ہوگا اور وہ انھیں یکبار بلائے گا کہ وہ زمین سے نکل آئیں، تو وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ.

تفسیر آیات:20-26

قیامت کے دن کی ہولناکیاں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور اعتراف کریں گے کہ انھوں نے دنیا میں اپنے اوپر خود ظلم کیا تھا اور جب روز قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو بے حد ندامت کا اظہار کریں گے لیکن اس وقت ندامت کا انھیں کوئی فائدہ نہ ہوگا: ﴿ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑳ ﴾ ''اور کہیں گے: ہائے شامت! یہی جزا کا دن ہے۔'' فرشتے اور مومن انھیں جواب دیں گے: ﴿ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉑ ﴾ ''(کہا جائے گا:) یہی ہے فیصلے کا دن جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے۔'' یہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ میدان حشر میں کافروں کو مومنوں سے الگ کر دیں، ارشاد ہوگا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ ''جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے ہم جنسوں کو جمع کر لو۔'' نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ ہم جنسوں سے مراد ان کے اشباہ و امثال ہیں۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، سدی، ابوصالح، ابوالعالیہ اور زید بن اسلم نے بھی اسی طرح کہا۔ [2] اور شریک نے سماک سے اور انھوں نے نعمان سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ میں ہم جنسوں سے ایک جیسے

[1] تفسير الطبري: 56/23 عن النعمان بن بشير عن عمر رضی اللہ عنہ. [2] تفسير الطبري: 57,56/23.

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿27﴾ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿28﴾ قَالُوْا بَلْ

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے ﴿27﴾ کہیں گے: بے شک تم تو ہمارے پاس دائیں (اور بائیں) طرف سے آیا کرتے تھے ﴿28﴾ وہ

لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿29﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿30﴾

کہیں گے: (نہیں!) بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہیں تھے ﴿29﴾ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا، بلکہ تم خود ہی سرکشی کرنے والے تھے ﴿30﴾ پھر ہم (سب)

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿31﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿32﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي

پر ہمارے رب کی بات ثابت ہو گئی، بے شک ہم (سب ہی عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں ﴿31﴾ چنانچہ ہم نے تمھیں گمراہ کیا، بلاشبہ ہم خود بھی گمراہ

الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿33﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿34﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ

تھے ﴿32﴾ پس یقیناً وہ اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے ﴿33﴾ بے شک ہم مجرموں سے ایسا ہی (سلوک) کرتے ہیں ﴿34﴾ بے شک جب ان سے کہا جاتا

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿35﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿36﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے ﴿35﴾ اور کہتے: کیا بھلا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں؟ ﴿36﴾ بلکہ وہ تو حق لایا

وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿37﴾

ہے اور اس نے (سب) رسولوں کی تصدیق کی ہے ﴿37﴾

لوگ مراد ہیں، زانی زانیوں کے ساتھ، سود خور سود خوروں کے ساتھ اور شرابی شرابیوں کے ساتھ آئیں گے۔ ① مجاہد اور سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ سے مراد ان کے ساتھی ہیں ﴿ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿22﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اور جن کی وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے (سب کو جمع کر لو۔)'' یعنی ان کے بتوں اور معبودانِ باطلہ کو بھی ان کے ساتھ ان کی جگہوں میں جمع کیا جائے گا۔ ﴿ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿23﴾ ﴾ ''پھر ان کو جہنم کے رستے پر چلا دو۔'' یعنی جہنم کے رستے کی طرف ان کی رہنمائی کرو، یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾ (بنيٓ إسرآءيل 97:17) ''اور ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ، اندھے، گونگے اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جب (اس کی آگ) بجھنے کو ہوگی تو ہم ان کو (عذاب دینے کے لیے) اور بھڑکا دیں گے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿24﴾ ﴾ ''اور انھیں ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔'' یعنی ان کو ٹھہراؤ تاکہ ان سے ان کے ان اعمال واقوال کی بابت پوچھا جائے جو دنیا میں ان سے صادر ہوئے تھے جیسا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں روک لو تاکہ ان سے حساب لیا جائے۔ ② عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ میں نے عثمان بن زائدہ سے سنا، فرماتے تھے کہ آدمی سے سب سے پہلے اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور پھر ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿25﴾ ﴾

① تفسیر القرطبي:73/15 و تفسیر الطبري:56/23 بالفاظ دیگر۔ ② تفسیر ابن أبي حاتم:3208/10.

''تمھیں کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟'' جیسا کہ تم گمان کرتے تھے کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے ﴿ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ۝۲۶ ﴾ ''بلکہ آج تو وہ فرماں بردار ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرماں بردار ہیں، اس کی مخالفت نہیں کریں گے اور نہ اس سے دور ہوں گے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:27-37

روزِ قیامت مشرکین کا باہمی جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کفار قیامت کے دن ایک دوسرے کو ملامت کریں گے جیسا کہ وہ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے: ﴿ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ۝ ﴾ (المؤمن 40:47،48) ''تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے تکبر کیا کہ ہم تو تمھارے تابع تھے تو کیا تم دوزخ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟ متکبر لوگ کہیں گے کہ تم (بھی اور) ہم (بھی) سب دوزخ میں ہیں۔ بے شک اللہ بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ ﴾ (سبا 34:31-33) ''اور کاش! (ان) ظالموں کو آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے جبکہ ان کا بعض بعض کی بات کا رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو تکبر کرتے تھے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے، بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے: بھلا ہم نے تمھیں ہدایت سے، جب وہ تمھارے پاس آ چکی تھی روکا تھا؟ (نہیں) بلکہ تم ہی گناہ گار تھے، اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے: (نہیں) بلکہ (تمھاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کے شریک بنائیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (سب دل میں) ندامت چھپائیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، بس جو عمل وہ کرتے تھے انھی کا انھیں بدلہ ملے گا۔''

اسی طرح وہ یہاں بھی ان سے کہیں گے: ﴿ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ۝۲۸ ﴾ ''بے شک تم ہی ہمارے پاس دائیں سے آتے تھے۔'' ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ کہیں گے کہ تمھیں ہم پر جو غلبہ و تسلط حاصل تھا اس کی وجہ سے تم ہمیں مغلوب کر لیتے تھے کیونکہ ہم کمزور تھے اور تم طاقتور تھے۔[1] قتادہ کہتے ہیں کہ انسان جنوں سے کہیں گے کہ تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے، یعنی خیر کی طرف سے اور ہمیں اس سے منع کرتے اور روکتے تھے۔[2] اور

[1] زاد المسیر :6/303 . [2] تفسیر الطبری :23/60 .

سدی کہتے ہیں کہ تم ہمارے پاس حق کی طرف سے آتے تھے اور باطل کو ہمارے سامنے مزین کرتے تھے اور حق سے ہمیں روکتے تھے۔[1] اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہمارے اور خیر و بھلائی کے مابین حائل ہو جاتے تھے اور تم نے ہمیں اسلام، ایمان اور اس اچھے عمل سے دور کر دیا تھا جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا۔[2] اور یزید رِشک کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ہمیں لا الہ الا اللہ سے روکتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ ’’وہ کہیں گے بلکہ تم (خود ہی) ایمان لانے والے نہ تھے۔‘‘ جنوں اور انسانوں میں سے قائدین اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ نہیں بات اس طرح نہیں جو تم کہتے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ تمھارے دل ایمان سے منکر اور کفر و نافرمانی کو قبول کرنے والے تھے ﴿ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ﴾ ’’اور ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا۔‘‘ یعنی ہم نے تمھیں جس چیز کی دعوت دی تھی، اس کے صحیح ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہ تھی ﴿ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝ ﴾ ’’بلکہ تم (خود) ہی سرکش لوگ تھے۔‘‘ بلکہ تم میں سرکشی تھی اور تم حق سے تجاوز کرتے تھے، اسی وجہ سے تم نے ہماری بات کو قبول کر لیا تھا اور تم نے اس حق کو ترک کر دیا تھا جسے انبیاء تمھارے پاس لائے تھے اور انھوں نے اس کے صحیح ہونے کے دلائل بھی قائم کر دیے تھے مگر تم نے ان کی مخالفت کی تھی ﴿ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۝ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝ ﴾ ’’سو ہمارے بارے میں ہمارے پروردگار کی بات پوری ہوگئی، بے شک (اب) ہم (عذاب کے) مزے چکھنے والے ہیں۔ پس ہم نے تمھیں گمراہ کیا، یقیناً ہم خود بھی گمراہ تھے۔‘‘ بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ ہم پر اللہ کی بات حق ثابت ہوگئی، لہٰذا ہم قیامت کے دن عذاب چکھنے والے بدبختوں میں سے ہو گئے ﴿ فَاَغْوَيْنٰكُمْ ﴾ ’’پس ہم نے تمھیں بھی گمراہ کیا۔‘‘ یعنی ہم نے تمھیں گمراہی کی طرف دعوت دی ﴿ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝ ﴾ ’’بے شک ہم خود بھی تو گمراہ تھے۔‘‘ یعنی جس گمراہی میں ہم خود مبتلا تھے ہم نے تمھیں دعوت دی اور تم نے اسے قبول کر لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ ﴾ ’’چنانچہ یقیناً وہ اس روز عذاب میں (ایک دوسرے کے) شریک ہوں گے۔‘‘ یعنی سب درجہ بدرجہ جہنم میں ہوں گے۔ ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ ﴾ ’’یقیناً ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں، بلاشبہ (ان کا یہ حال تھا کہ دنیا میں) جب بھی ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے۔‘‘ یعنی جس طرح مومن کہتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ از راہ تکبر ایسا نہیں کہتے تھے۔ ابن ابو حاتم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ] ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں حتی کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں، پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان کو بچا لیا سوائے اس کے حق کے اور اس کا

[1] تفسير الطبرى:60/23. [2] تفسير الطبرى:60/23.

اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿38﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿39﴾

بے شک تم اب دردناک عذاب (کا مزہ) ضرور چکھو گے ﴿38﴾ تمھیں بس اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے ﴿39﴾ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿40﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿41﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿42﴾

(عذاب سے محفوظ رہیں گے) ﴿40﴾ انھی (لوگوں) کے لیے مقررہ روزی ہے ﴿41﴾ یعنی (جنت کے) لذیذ پھل، اور وہ لوگ معزز ہوں گے ﴿42﴾ نعمت کے باغوں

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿43﴾ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿44﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿45﴾

میں ﴿43﴾ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (براجمان) ہوں گے ﴿44﴾ ان کے لیے جاری چشمے سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا ﴿45﴾ سفید

بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿46﴾ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿47﴾ وَعِنْدَهُمْ

رنگ (بالکل صاف شفاف) پینے والوں کے لیے لذت (والی ہوگی) ﴿46﴾ نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں گے ﴿47﴾ اور ان کے پاس

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿48﴾ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿49﴾

ہوں گی نیچی نگاہ والی، غزال چشم (خوبصورت آنکھوں والی حوریں) ﴿48﴾ گویا کہ وہ (پردوں میں) چھپائے ہوئے (شترمرغ کے) انڈے ہیں ﴿49﴾

حساب اللہ عزوجل کے ذمے ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿35﴾ وَیَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿36﴾ ﴾ ''بلاشبہ (ان کا یہ حال تھا کہ دنیا میں) جب (بھی) ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟''[1] یعنی کیا ہم اس دیوانے شاعر کے کہنے پر اپنے اور اپنے آباء واجداد کے معبودوں کی عبادت کو ترک کر دیں؟ دیوانہ شاعر وہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو کہا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب وتردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ ﴾ ''(نہیں) بلکہ وہ حق لائے ہیں۔'' یعنی رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس شریعت کو لے کر آئے ہیں وہ ساری کی ساری حق پر مبنی ہے، ﴿ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿37﴾ ﴾ ''اور اس نے (سب) رسولوں کی تصدیق کی ہے۔'' یعنی انھوں نے آپ کی جن پسندیدہ صفات اور صالح اعمال کا ذکر کیا تھا آپ نے انھیں سچ ثابت کر دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو اسی طرح بتایا ہے جس طرح سابقہ انبیائے کرام نے اس کی خبر دی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ''آپ سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے بھی کہی گئی تھیں۔'' (حٰمٓ السجدة 43:41)

تفسیر آیات:38-49

مشرکین کی سزا اور مخلصین کی جزا: اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿ اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ ﴿38﴾

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3210/10، البتہ مذکورہ حوالے میں ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿35﴾ ﴾ تک ہے، نیز اس حدیث کا مرفوع حصہ صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إله……، حدیث:(33)-21 میں بھی ہے۔

﴿ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''بے شک تم تکلیف دینے والے عذاب کو چکھنے والے ہو اور تمھیں ویسے ہی بدلہ ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ ﴾ (العصر 103:1-3) ''زمانے کی قسم! یقیناً انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ (التين 95:4-6) ''البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے، پھر ہم نے اسے نیچوں سے نیچے پھینک دیا مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ ﴾ (مریم 19:71,72) ''اور تم میں کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر (سے) گزرنا ہوگا، یہ آپ کے پروردگار کے ذمے حتمی اور طے شدہ بات ہے، پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ ﴾ (المدثر 74:38,39) ''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے، مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ۔)''

اسی لیے اللہ جل وعلا نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ ''مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔'' وہ تکلیف دینے والے عذاب کا مزہ نہیں چکھیں گے اور نہ ان سے حساب لیا جائے گا بلکہ اگر ان کے گناہ ہوئے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور ان کی نیکیوں کا انھیں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اجر وثواب عطا فرمائے گا بلکہ جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا انھیں اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے روزی مقرر ہے۔'' امام قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد جنت ہے۔[1] پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَوَاكِهُ ۚ ﴾ ''پھل'' مختلف انواع واقسام کے ﴿ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ ''اور وہ معزز لوگ ہوں گے۔'' یعنی انھیں خادم مہیا کیے جائیں گے، عیش وعشرت کی زندگی عطا کی جائے گی اور طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا ﴿ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ ''نعمت کے باغوں میں، ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (بیٹھے ہوں گے۔)'' مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض، بعض کی گدی کی طرف نہیں دیکھیں گے۔[2]

﴿ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴾ ''ان پر جاری چشموں سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا، سفید رنگ، پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت (والی ہوگی)، نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ مدہوش ہوں گے۔'' جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ

[1] تفسير الطبري: 63/23 و تفسير القرطبي: 77/15. [2] تفسير القرطبي: 77/15.

﴿ وَّ اَبَارِیْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۙ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا یُنْزِفُوْنَ ۙ ﴾ (الواقعة 56:17-19) ’’ان کے پاس سدا رہنے والے لڑکے آتے جاتے ہوں گے، ساغر اور صراحیاں اور شراب کے جاری چشمے سے چھلکتے جام لیے ہوئے، وہ اس سے نہ سردرد میں مبتلا ہوں گے اور نہ مدہوش ہوں گے۔‘‘

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنت کی شراب کو ان آفتوں سے پاک کر دیا ہے جو دنیا کی شراب میں سر درد، پیٹ درد اور عقل زائل کر دینے کی صورت میں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۙ ﴾ ’’ان پر جاری چشمے سے شراب (طہور) کا بھرا جام پھرایا جائے گا۔‘‘ یعنی ایسی رواں دواں نہروں سے شراب پلائی جائے گی جن میں شراب کے ختم ہو جانے کا انھیں کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ جنت کی شراب کا رنگ سفید، خوبصورت اور چمک دار ہوگا، دنیا کی شراب کی طرح وہ سرخ یا سیاہ یا پیلی یا میلی اور گندی رنگت کی نہ ہوگی کہ جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہو۔ ﴿ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚۖ ﴾ ’’اور پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہوگی۔‘‘ یعنی اس کے رنگ کی طرح اس کا ذائقہ بھی پاکیزہ ہوگا اور ذائقے کا پاکیزہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی خوشبو بھی پاک ہے جبکہ دنیا کی شراب ان تمام باتوں میں اس کے برعکس ہوتی ہے، ﴿ لَا فِیْهَا غَوْلٌ ﴾ ’’نہ اس سے سر چکرائے گا۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ابن زید کا قول ہے کہ غول سے مراد پیٹ کا درد ہے۔ [1] جیسا کہ دنیا کی شراب سے اس کی کثرت مائیات کی وجہ سے پیٹ میں قُولنج پیدا ہو جاتا ہے۔ ﴿ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ۝ ﴾ ’’اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں گے۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے پینے سے ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔ [2] اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، حسن، عطاء بن ابو مسلم خراسانی اور سدی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ [3] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شراب میں چار خرابیاں ہوتی ہیں: (1) اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ (2) سردرد ہوتا ہے۔ (3) قے آتی ہے (4) اور پیشاب زیادہ آتا ہے۔ [4] اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کا ذکر فرماتے ہوئے اسے ان تمام خرابیوں سے پاک قرار دیا ہے، جیسا کہ سورۂ صافات میں ذکر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ﴾ ’’اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی (حوریں) ہوں گی۔‘‘ یعنی وہ پاکدامن ہوں گی اور اپنے شوہروں کے علاوہ اور کسی کی طرف نہیں دیکھیں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، زید بن اسلم، قتادہ اور سدی وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ [5] ﴿ عِیْنٌ ۝ ﴾ ’’اور بڑی بڑی آنکھوں والی (غزال چشم۔)‘‘ یعنی وہ خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی اور خوبصورت آنکھوں سے مراد بھی یہی ہے، یعنی ان کی آنکھیں بڑی بڑی اور خوبصورت ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے حسن اور عفت کی تعریف فرمائی ہے: ﴿ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ۝ ﴾ ’’اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی (اور) بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی۔‘‘

---

[1] تفسیر الطبری: 64/23. [2] تفسیر الطبری: 66/23. [3] تفسیر الطبری: 66/23 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3211/10. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 3211/10 و تفسیر القرطبی: 79/15. [5] تفسیر الطبری: 67/23.

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿50﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ

وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے﴿50﴾ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا﴿51﴾ جو

قَرِيْنٌ ﴿51﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿52﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

کہتا تھا: کیا بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟﴿52﴾ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم (اٹھا

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿53﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿54﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ

کر) بدلہ دیے جائیں گے؟﴿53﴾ وہ (جنتی ساتھیوں سے) کہے گا: کیا تم (جہنم میں) جھانک کر دیکھو گے؟﴿54﴾ پھر وہ جھانکے گا تو اسے جہنم کے درمیان میں

الْجَحِيْمِ ﴿55﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿56﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ

دیکھے گا﴿55﴾ وہ (اس سے) کہے گا: اللہ کی قسم! یقیناً قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالتا﴿56﴾ اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں ضرور حاضر کیے ہوؤں

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿57﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿58﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿59﴾

(مجرموں) میں سے ہوتا﴿57﴾ (جنتی ساتھیوں سے کہے گا:) تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں﴿58﴾ اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہو

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿60﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿61﴾

گا﴿59﴾ بلاشبہ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے﴿60﴾ عمل کرنے والوں کو تو ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے چاہئیں﴿61﴾

نیز فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿49﴾ ﴾ ''گویا وہ پردوں میں چھپائے ہوئے (شتر مرغ کے) انڈے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کی لطافت کو خوبصورت رنگ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿49﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں گویا وہ محفوظ موتی ہیں۔ ① حسن نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ ہاتھوں کے لمس سے بھی محفوظ ہیں۔ ② سدی نے کہا کہ وہ ایسے ہیں جیسے اپنے گھونسلے میں انڈا محفوظ ہوتا ہے۔ ③ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد انڈے کے اندر والا حصہ ہے۔ ④ اور عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ باریک جھلی ہے جو اوپر کے چھلکے اور مغزِ انڈا کے درمیان ہوتی ہے۔ ⑤ سدی کہتے ہیں کہ وہ اس انڈے کی طرح ہوں گی جس کا اوپر سے چھلکا اتار دیا گیا ہو۔ ⑥ ابن جریر نے بھی اس قول کو پسند کیا ہے کہ اوپر کے چھلکے کو تو پرندے کے پروں، گھونسلے کے تنکوں اور لوگوں کے ہاتھوں نے چھوا ہوتا ہے جبکہ انڈے کے اندر کے حصے کو کسی چیز نے چھوا نہیں ہوتا۔ ⑦ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

تفسیر آیات:50-61

اہل جنت کی باہمی میل ملاقات: اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے باہم احوال پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کن شدائد و مشکلات کو برداشت کرتے تھے۔ جب وہ اپنے تختوں پر جلوہ افروز ہو کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے اور شراب کے دور چل رہے ہوں گے تو وہ آپس میں اسی

① تفسير الطبرى :68/23. ② تفسير ابن أبى حاتم :3212/10. ③ تفسير ابن أبى حاتم :3212/10. ④ تفسير الطبرى :68/23. ⑤ تفسير ابن أبى حاتم :3212/10. ⑥ تفسير ابن أبى حاتم :3212/10. ⑦ تفسير الطبرى :69/23.

طرح کی باتیں کریں گے اور خدام ان کے پاس انواع واقسام کے کھانے پینے اور پہننے کی ایسی نفیس ترین چیزیں جلدی جلدی لا رہے ہوں گے جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان گزرا ہوگا۔ ﴿ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّیۡ كَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ ﴿51﴾ ﴾ ''ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا کہ بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشیں تھا۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ مشرک آدمی ہے جو دنیا میں اہل ایمان میں سے کسی کا ساتھی تھا۔ ① ﴿ یَّقُوۡلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِیۡنَ ﴿52﴾ ﴾ ''(جو) کہتا تھا کہ بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟'' یعنی کیا تم بھی بعث، دوبارہ جی اٹھنے، حساب اور جزا وسزا کو مانتے ہو؟ وہ یہ بات تعجب، تکذیب، کفر، سرکشی اور بعید از قیاس سمجھتے ہوئے کہتا تھا، ﴿ ءَاِذَا مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیۡنُوۡنَ ﴿53﴾ ﴾ ''بھلا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم (اٹھا کر) بدلہ دیے جائیں گے؟''

مجاہد اور سدی نے کہا ہے کہ کیا ہم سے اس وقت حساب لیا جائے گا۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن کعب قرظی نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں: کیا ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا؟ ③ اور دونوں معنی ہی صحیح ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ ﴿54﴾ ﴾ ''(پھر) کہے گا کہ بھلا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟'' یعنی جنتی جنت کے اپنے ساتھیوں اور ہم نشینوں سے یہ کہے گا، ﴿ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیۡ سَوَآءِ الۡجَحِیۡمِ ﴿55﴾ ﴾ ''پھر (اتنے میں) وہ (خود) جھانکے گا تو اسے وسط دوزخ میں دیکھے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، خلید عصری، قتادہ، سدی اور عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ اسے جہنم کے وسط میں دیکھے گا۔ ④ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے وسط میں اسے دیکھے گا گویا وہ آگ کا انگارا ہے جو جل رہا ہے۔ ⑤ ﴿ قَالَ تَاللّٰهِ اِنۡ كِدۡتَّ لَتُرۡدِیۡنِ ﴿56﴾ ﴾ ''وہ کہے گا: اللہ کی قسم! تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا۔'' مومن اس کافر سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ اگر میں تمھاری بات مان لیتا تو تم نے مجھے بھی ہلاک کر دینا تھا۔ ﴿ وَ لَوۡ لَا نِعۡمَةُ رَبِّیۡ لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُحۡضَرِیۡنَ ﴿57﴾ ﴾ ''اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔'' یعنی اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو میں بھی آج جہنم کے وسط میں اسی جگہ ہوتا جہاں تو ہے اور تیری طرح آج میں بھی عذاب میں حاضر کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل وکرم فرمایا اور مجھے ایمان کی ہدایت بخشی اور اس نے اپنی توحید کی طرف میری راہنمائی فرمائی: ﴿ وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ هَدٰىنَا اللّٰهُ ﴾ (الأعراف 43:7) ''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی تو ہم ہرگز ایسے نہ تھے کہ ہدایت پاتے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَا نَحۡنُ بِمَیِّتِیۡنَ ﴿58﴾ اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰى وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿59﴾ ﴾ ''تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں، اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہوگا۔'' یہ مومن کی بات ہے جو خود پر رشک کر رہا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں ہمیشہ کی زندگی عطا کی ہوگی اور اپنے اس عزت کے گھر میں اقامت عطا فرمائی ہوگی

---

① تفسیر الطبری: 70/23. ② تفسیر الطبری: 71/23. ③ تفسیر الطبری: 71/23. ④ تفسیر الطبری: 73,72/23. ⑤ تفسیر الطبری: 72/23 اس میں انگارے اور جلنے کا ذکر نہیں ہے۔

جس میں موت ہو گی نہ عذاب، اس پر وہ خوشی کا اظہار کرے گا، اس لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴿60﴾ ﴾ ”یقیناً یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔“

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس حقیقت کو معلوم کر لیا تھا کہ موت ہر نعمت کو ختم کر دے گی، اس لیے وہ کہیں گے: ﴿ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴿58﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴿59﴾ ﴾ ”تو کیا پس (اب) ہم مرنے والے نہیں، اپنے پہلی بار مرنے کے سوا اور نہ ہمیں عذاب ہی ہوگا۔“ کہا جائے گا: نہیں، تو وہ کہیں گے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴿60﴾ ﴾ ”بے شک یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔“ [1] ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴿61﴾ ﴾ ”ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔“ کے بارے میں ابن جریر نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس طرح کی نعمتوں اور اس طرح کی کامیابیوں کے لیے عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ دنیا میں ایسے عمل کریں تاکہ آخرت میں وہ ان سے شادکام ہوں۔ [2]

دو اسرائیلیوں کا قصہ: علمائے تفسیر نے یہاں بنی اسرائیل کے ان دو آدمیوں کا قصہ ذکر کیا ہے جو آپس میں شریک تھے اور ان کا قصہ اس آیت کریمہ کے عموم میں داخل ہے، ابوجعفر بن جریر نے فرات بن ثعلبہ بہرانی سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ﴿51﴾ ﴾ ”بے شک میں (اور دنیا میں) میرا ایک ہم نشین تھا۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے دو آدمی آپس میں شریک تھے، ان کے پاس آٹھ ہزار دینار جمع ہو گئے، ان میں سے ایک شخص کام جانتا تھا اور دوسرا کام نہیں جانتا تھا، جو شخص کام جانتا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ تو کام نہیں جانتا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تجھے چھوڑ دوں اور ہم اپنا سرمایہ آپس میں تقسیم کر لیں، پس اس نے سرمایہ تقسیم کر کے اسے چھوڑ دیا، پھر اس شخص نے ایک ہزار دینار کا ایک گھر خریدا جو کسی بادشاہ کی ملکیت تھا اور وہ فوت ہو گیا تھا، پھر اس نے اپنے ساتھی کو بلا کر گھر دکھایا اور کہا کہ یہ کیسا گھر ہے، میں نے اسے ایک ہزار دینار میں خریدا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بہت خوبصورت گھر ہے اور جب وہ اس گھر سے باہر نکل گیا تو اس نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے اس ساتھی نے ایک ہزار دینار میں یہ گھر خریدا ہے اور میں تجھ سے جنت کے ایک گھر کا سوال کرتا ہوں اور پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیا، پھر اس کے ساتھی نے کچھ عرصہ بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک عورت سے شادی کی اور اسے کھانے پر بلایا جب وہ آیا تو اس نے اسے بتایا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے، اس نے کہا: بہت خوب اور جب وہ اس کے پاس سے گیا تو کہا کہ اے میرے رب! میرے ساتھی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے شادی کی ہے اور میں تجھ سے حور عین کا سوال کرتا ہوں اور پھر اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کر دیا۔

پھر کچھ عرصے بعد اس نے دو ہزار دینار کے ساتھ دو باغ خریدے اور پھر اپنے ساتھی کو بلایا اور اسے یہ دو باغ دکھائے،

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3216/10. [2] تفسیر الطبری: 74/23.

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿62﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿63﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا (دوزخ میں) تھوہر کا درخت؟﴿62﴾ بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے﴿63﴾ بے شک وہ ایک درخت

فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿64﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿65﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ

ہے جو دوزخ کی تہ میں اگتا ہے﴿64﴾ اس کا پھل گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں﴿65﴾ تو بلاشبہ وہ (دوزخی) اس میں سے کھائیں گے، پھر اس سے

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿66﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿67﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى

(اپنے) پیٹ بھریں گے﴿66﴾ پھر اس پر بے شک ان کے لیے (پینے کو) گرم کھولتے پانی کا آمیزہ ہوگا﴿67﴾ پھر یقیناً ان کی واپسی بھڑکتی آگ کی

الْجَحِيْمِ ﴿68﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿69﴾ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿70﴾

طرف ہوگی﴿68﴾ بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا﴿69﴾ تو وہ انھی کے نقش قدم پر دوڑے جاتے ہیں ﴿70﴾

اس نے کہا: یہ بہت خوبصورت باغ ہیں۔ اور جب اس کے پاس سے گیا تو اس نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے اس ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ خریدے ہیں اور میں تجھ سے جنت میں دو باغوں کا سوال کرتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے دو ہزار دینار صدقہ کر دیے، پھر فرشتہ آیا اور اس نے دونوں کی روح کو قبض کر لیا اور اس صدقہ کرنے والے کو اس نے ایک بے حد خوشنما اور خوبصورت گھر میں داخل کر دیا، جس میں ایک ایسی حسین وجمیل عورت تھی جب وہ نیچے کی طرف دیکھتی تو اس کے نیچے جو کچھ ہوتا اس کے حسن کی وجہ سے چمک اٹھتا اور پھر اسے ایسے دو باغوں میں داخل کر دیا جن کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یہ دیکھ کر اس شخص نے کہا کہ یہ صورتحال اس شخص کے حالات سے کس قدر مطابقت رکھتی ہے جس کا یہ معاملہ تھا تو فرشتہ اس سے کہے گا کہ اس کے لیے بس وہی کچھ تھا اور تیرے لیے یہ گھر، یہ دو باغ اور یہ عورت ہے، وہ کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا ﴿ يَّقُوْلُ اَىِٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿52﴾ ﴾ ''(جو) کہتا تھا کہ بھلا تو بھی (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں سے ہے؟'' اسے بتایا جائے گا کہ وہ تو جہنم میں ہے تو ﴿ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿54﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿55﴾ ﴾ ''وہ کہے گا: بھلا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ اتنے میں وہ (خود) جھانکے گا تو اسے وسطِ دوزخ میں دیکھے گا۔'' اور اس وقت وہ کہے گا: ﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿56﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿57﴾ ﴾ ''اللہ کی قسم! تو تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔''①

تفسیر آیات:62-70

تھوہر کا درخت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ کیا جنت کی کھانے پینے اور نکاح کی یہ نعمتیں اور دیگر لذتیں بہتر ضیافت اور عطیہ ہیں ﴿ اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿62﴾ ﴾ ''یا تھوہر کا درخت؟'' جو جہنم میں ہوگا اور اس سے مراد جنس درخت ہے جسے زقوم (تھوہر) کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ○ ﴾

① تفسیر الطبری: 71,70/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3215-3213/10 .

(المؤمنون 20:23) ”اور وہ درخت بھی (ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے۔(زیتون کا درخت) کہ کھانے والوں کے لیے روغن اور سالن اگاتا ہے۔“

یعنی اس سے مراد زیتون کا کوئی خاص درخت نہیں بلکہ جنس درخت مراد ہے جسے زیتون کہتے ہیں اور اس کی تائید اس ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے کہ یہاں تھوہر کا کوئی خاص درخت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد جنسِ درخت ہے جسے زقوم (تھوہر) کہا جاتا ہے ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ ﴾ (الواقعة 56:51,52) ”پھر یقیناً تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! (تم) تھوہر کے درخت سے ضرور کھانے والے ہو گے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ ”بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔“ قتادہ کہتے ہیں کہ جب تھوہر کے درخت کا ذکر کیا گیا تو گمراہ لوگ فتنے میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ تمھارے صاحب نے خبر دی ہے کہ جہنم کی آگ میں درخت ہو گا، حالانکہ آگ تو درخت کو کھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرما دی تھی: ﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ ”یقیناً وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے۔“ یعنی اسے آگ ہی سے پیدا کیا جائے گا اور آگ ہی کی غذا سے پروان چڑھے گا۔[1] مجاہد نے ﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ ”بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔“ کے بارے میں فرمایا: ابو جہل لعین نے کہا کہ زقوم سے مراد کھجور اور مکھن ہے میں اسے ملا کر کھا جاؤں گا۔[2] میں کہتا ہوں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد! ہم نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ تھوہر کا درخت تو ایک آزمائش ہے جس کے ساتھ ہم لوگوں کو آزمانا چاہتے ہیں کہ کون اس کی تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 60:17) ”اور ہم نے آپ کو (معراج میں) جو مشاہدہ کرایا، اسے لوگوں کے لیے بس ایک آزمائش ہی بنا دیا اور اس درخت (زقوم) کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی اور ہم انھیں ڈراتے ہیں تو یہ (ڈرانا) ان کی بڑی سرکشی ہی کو زیادہ کرتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ ”بے شک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے۔“ یعنی اس کے اگنے کی اصل جگہ جہنم کا پیندہ ہے، ﴿ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۝ ﴾ ”اس کا پھل گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں۔“ اس سے اس کے قبیح المنظر اور اس کے قابل نفرت ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اسے شیطانوں کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی گو وہ مخاطب لوگوں کے ہاں معروف نہ تھے لیکن یہ بات تو دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے کہ شیطانوں کی شکلیں بہت بری ہیں۔ ﴿ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ﴾ ”پس بے شک وہ (دوزخی) اسی میں سے کھائیں گے، پھر اسی سے (اپنے) پیٹ بھریں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ اس درخت سے کھائیں

[1] تفسیر الطبری :75/23 . [2] تفسیر الطبری :75/23 .

گے، حالانکہ اس جیسا بدترین اور بدشکل کوئی درخت نہ ہوگا اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کا ذائقہ، اس کی بد بو اور اس کی طبیعت بدترین ہوگی لیکن وہ اسے کھانے کے لیے مجبور ہوں گے کیونکہ اس کے سوا یا اس جیسی اور کسی چیز کے سوا ان کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝ ﴾ ''اور خاردار جھاڑی کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔'' (الغاشية 7,6:88)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ۝ ﴾ ''پھر بلا شبہ اس پر ان (کے پینے) کے لیے کھولتے پانی کا آمیزہ ہوگا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ تھوہر کھانے کے بعد پینے کے لیے انھیں گرم پانی دیا جائے گا۔[1] اور آپ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ تھوہر میں انھیں گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔[2] آپ کے علاوہ دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے گرم پانی میں لہو اور پیپ کو ملایا جائے گا، پیپ بھی وہ جو جہنمیوں کی شرم گاہوں اور آنکھوں سے بہ رہی ہوگی۔[3] امام ابن ابو حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جب دوزخیوں کو بھوک لگے گی تو وہ تھوہر کے درخت کو کھائیں گے جس سے ان کے چہروں کی کھالیں جھلس جائیں گی، ان کے پاس سے اگر کوئی گزرے گا تو وہ ان کے چہروں کی بد بو سے انھیں پہچانے گا، پھر ان پر پیاس طاری کر دی جائے گی، وہ پانی طلب کریں گے تو انھیں ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا اور انتہائی گرم، جب وہ اسے اپنے مونہوں کے قریب کریں گے تو اس کی شدید حرارت کی وجہ سے ان کے چہروں کا گوشت بھن جائے گا، کھالیں جل جائیں گی اور پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور جب وہ چلیں گے تو ان کی انتڑیاں بہ رہی ہوں گی اور کھالیں گر رہی ہوں گی اور پھر انھیں لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ مارا جائے گا جس سے ایک ایک عضو ٹوٹ جائے گا اور وہ موت مانگنے لگیں گے۔[4] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۝ ﴾ ''یقیناً ان کو دوزخ کی طرف لوٹایا جائے گا۔'' یعنی پھر اس فیصلے کے بعد ان سب کو شعلے مارتی ہوئی آگ، بھڑکتے ہوئے جہنم اور دہکتے ہوئے دوزخ کی طرف لوٹایا جائے گا، کبھی ایک قسم کی آگ میں جلایا جائے گا اور کبھی دوسری قسم کی آگ میں جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝ ﴾ (الرحمٰن 44:55) ''وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔''

اسی طرح امام قتادہ نے بھی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سورۂ رحمٰن کی اس آیت کی تلاوت کی تھی۔[5] اور یہ بہت خوبصورت اور قوی تفسیر ہے، سدی نے کہا ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق یہ آیت اس طرح ہے: [ثُمَّ إِنَّ مُنْقَلَبَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ][6] اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن ابھی نصف النہار کا وقت بھی نہیں ہوگا کہ اہل جنت، جنت میں قیلولہ کریں گے اور

[1] تفسیر الطبری: 77/23. [2] تفسیر الطبری: 77/23. [3] تفسیر الطبری: 77/23. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 3217/10. [5] تفسیر الطبری: 77/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3217/10. [6] ابن کثیر میں مَقِيلَهُمْ کے الفاظ ہیں جبکہ ابن جریر میں مُنْقَلَبَهُمْ ہیں۔

2 ع 53 6

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿71﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿72﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

اور بلاشبہ ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوئے ﴿71﴾ اور یقیناً ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے تھے ﴿72﴾ پھر دیکھ لیجیے ان کا انجام

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿73﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿74﴾ ع

کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا؟ ﴿73﴾ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے ﴿74﴾

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿75﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿76﴾ وَجَعَلْنَا

اور یقیناً نوح نے ہمیں پکارا تھا تو (دیکھو!) ہم کیا ہی خوب جواب دینے والے ہیں ﴿75﴾ اور ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بہت بڑی پریشانی سے نجات دی ﴿76﴾

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿77﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿78﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿79﴾

اور ہم نے اس کی اولاد کو باقی رہنے والے بنا دیا ﴿77﴾ اور ہم نے اس (کے ذکر خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا ﴿78﴾ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو ﴿79﴾

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿80﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿81﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿82﴾

بلاشبہ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ﴿80﴾ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا ﴿81﴾ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا ﴿82﴾

اہل دوزخ، دوزخ میں، پھر انھوں نے اس آیت کو پڑھا: ﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴾ ''اس دن اہل جنت باعتبار ٹھکانے کے بہت بہتر ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بہت اچھے ہوں گے۔'' (الفرقان 24:25)[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿69﴾ ﴾ ''یقیناً انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔'' یعنی ہم نے انھیں یہ سزا اس لیے دی کہ انھوں نے اپنے آباء و اجداد کو گمراہ پایا تو بغیر کسی دلیل و برہان کے ان کی پیروی شروع کر دی، اس لیے فرمایا: ﴿ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿70﴾ ﴾ ''سو وہ انھی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی چال ہے جو تیز دوڑنے کے مشابہ ہو۔[2] اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے وہ بھی بے وقوف بنے جاتے ہیں۔

تفسیر آیات: 71-74

ڈرائے گئے لوگوں کا انجام؟ اللہ جل شانہ نے بیان فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے اکثر لوگ گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ دیگر معبودان باطلہ کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان امتوں میں رسول بھیجے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو اور اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرنے والوں کو اس (اللہ تعالیٰ) کی گرفت، اس کی سزا اور اس کے عذاب سے ڈراتے تھے مگر ان لوگوں نے سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رسولوں کی مخالفت اور تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان تکذیب کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا اور مومنوں کو نجات دی اور انھیں فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا، اسی لیے ارشاد ربانی ہے: ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿73﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿74﴾ ﴾ ''سو دیکھ لیں جنھیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا؟ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔''

[1] تفسیر الطبری: 78,77/23. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 3217/10 و تفسیر الطبری: 78/23.

تفسیر آیات:75-82

نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ پہلے اکثر لوگ راہِ نجات سے بھٹک گئے تھے اور اب اس نے اس کی تفصیل کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے اور اسی سلسلے میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے اس کی تکذیب کی اور طویل مدت تک رہنے کے باوجود ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے، آپ ان میں ساڑھے نوسو سال تک رہے تھے، جب ان کی مخالفت طویل اور تکذیب بہت شدید ہوگئی اور انھوں نے اپنی قوم کو جب بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ (القمر 10:54) ”تو انھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ بے شک میں بے بس ہوں، (اب) تو ہی ان سے بدلہ لے۔“ تو نوح علیہ السلام کے قوم سے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کی قوم سے شدید ناراض ہوگیا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴾ ”اور البتہ تحقیق نوح نے ہمیں پکارا سو (دیکھ لو کہ ہم دعا کو) کیسے اچھے قبول کرنے والے ہیں۔“ یعنی ہم نے ان کی دعا کو بہت اچھے طریقے سے قبول کیا ﴿ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴾ ”اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی پریشانی سے نجات دی۔“ بڑی پریشانی سے مراد تکذیب اور اذیت ہے۔ ﴿ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴾ ”اور ہم نے اس کی اولاد کو ہی باقی رہنے والے کر دیا۔“

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد ہی باقی رہی تھی۔ [1] اور سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ سب لوگ نوح علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ [2] امام ترمذی، ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: [حَامٌ وَّسَامٌ وَّيَافِثُ] ”(اولاد سے مراد) حام، سام اور یافث ہیں۔“ [3] اور امام احمد نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [سَامٌ أَبُو الْعَرَبِ، وَ حَامٌ أَبُو الْحَبَشِ، وَ يَافِثُ أَبُو الرُّومِ] ”سام عربوں کے باپ، حام حبشیوں کے باپ اور یافث رومیوں کے باپ ہیں۔“ [4] اور اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [5] رومیوں سے مراد پہلے رومی، یعنی یونانی ہیں جو روما بن لیطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴾ ”اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس (کے ذکر جمیل) کو باقی چھوڑ دیا۔“ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انھیں ہمیشہ اچھے الفاظ میں یاد کیا جاتا رہے گا۔ [6] اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام انبیائے کرام ان کا ذکر خیر اور تعریف کریں گے۔ [7] امام قتادہ وسدی کا قول ہے کہ پیچھے آنے

---

[1] تفسير الطبري: 80/23. [2] تفسير الطبري: 80/23. [3] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة والصافات، حديث: 3230 و تفسير الطبري: 80/23 و تفسير ابن أبي حاتم: 3218/10، یہ حدیث ضعیف ہے۔
[4] مسند أحمد: 9/5، یہ حدیث ضعیف ہے۔ [5] جامع الترمذي، المناقب، باب مناقب في فضل العرب، حديث: 3931. [6] تفسير الطبري: 81/23. [7] تفسير الطبري: 81/23.

وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِیۡمَ ﴿83﴾ اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴿84﴾ اِذۡ قَالَ

اور بے شک ابراہیم بھی اسی (نوح) کے گروہ سے ہے﴿83﴾ جب وہ اپنے رب کے پاس پاک صاف دل کے ساتھ آیا﴿84﴾ جب اس نے

لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿85﴾ اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِیۡدُوۡنَ ﴿86﴾ فَمَا

اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟﴿85﴾ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟﴿86﴾

ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿87﴾

پھر رب العالمین کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟﴿87﴾

والوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اچھی تعریف کو باقی رکھا ہے۔ [1] ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد سلام اور ثنائے حسن ہے۔ ﴿سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿79﴾﴾ ''تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو۔'' یہ اس ذکر جمیل اور ثنائے حسن کی تفسیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھی ہے کہ تمام جماعتیں اور امتیں ان پر سلام بھیجتی رہیں گی، ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿80﴾﴾ ''بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' یعنی بندگانِ الٰہی میں سے جو شخص احسن انداز میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لائے تو ہم اسی طرح اسے اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں کہ بعد میں آنے والے لوگوں میں حسب مرتبہ اس کا ذکر جمیل جاری کر دیتے ہیں ﴿اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿81﴾﴾ ''بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔'' یعنی تصدیق کرنے والوں، توحید کو اختیار کرنے والوں اور ایمان و یقین رکھنے والوں میں سے تھے: ﴿ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿82﴾﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔'' یعنی ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، ان میں سے کوئی فرد بشر باقی نہ بچا، ان کا کوئی ذکر اور نشان بھی نہ رہنے دیا اور اگر انھیں یاد کیا بھی جاتا ہے تو اسی بدترین صفت کے ساتھ کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو انھیں غرق کر کے تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

تفسیر آیات: 83-87

ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کا قصہ: علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِیۡمَ ﴿83﴾﴾ ''اور بے شک اسی (نوح) کی جماعت سے البتہ ابراہیم بھی ہے۔'' سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی انھی کے دین (پر کاربند رہنے) والوں میں سے تھے۔ [2] اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انھی کے طریقے اور سنت پر تھے۔ [3]

﴿اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴿84﴾﴾ ''جب وہ اپنے پروردگار کے پاس (عیب سے) پاک دل لے کر آئے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے۔

ابن ابوحاتم نے عوف سے روایت کیا ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ قلب سلیم سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا: انسان جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو ضرور

[1] تفسیر الطبری: 81/23. [2] تفسیر الطبری: 82/23. [3] تفسیر الطبری: 82/23.

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿88﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿89﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿90﴾ فَرَاغَ

تب اس نے ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی﴿88﴾ پھر کہا: بے شک میں تو بیمار ہوں﴿89﴾ چنانچہ وہ اس سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے﴿90﴾ پھر وہ ان کے معبودوں کی

اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿91﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿92﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا

طرف متوجہ ہوا اور کہا: کیا تم کھاتے نہیں؟﴿91﴾ تمھیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں؟﴿92﴾ پھر وہ انھیں دائیں ہاتھ سے مارتا ہوا متوجہ ہوا﴿93﴾ پھر وہ لوگ دوڑتے

بِالْيَمِيْنِ ﴿93﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿94﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿95﴾ وَاللّٰهُ

ہوئے اس کی طرف آئے﴿94﴾ اس نے کہا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنھیں تم خود تراشتے ہو؟﴿95﴾ حالانکہ اللہ ہی نے تمھیں اور تمھارے اعمال کو پیدا کیا

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿96﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿97﴾ فَاَرَادُوْا

ہے﴿96﴾ وہ کہنے لگے: اس کے لیے ایک مکان بناؤ (اس میں آگ جلاؤ) پھر اسے دہکتی آگ میں ڈال دو﴿97﴾ پھر انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنے کا

بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿98﴾

ارادہ کیا تو ہم نے انھیں ہی نیچا دکھا دیا﴿98﴾

اٹھائے گا۔[1] اور حسن فرماتے ہیں کہ ﴿ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴿84﴾ ﴾ سے مراد وہ دل ہے جو شرک سے پاک ہو۔[2] عروہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دل ہے جو کسی پر لعنت نہ کرے۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ﴿85﴾ ﴾ ''جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟'' یعنی انھوں نے اپنی قوم کے بتوں کو پوجنے کی روش کا انکار کیا، اس لیے اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿ اَىِٕفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ﴿86﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿87﴾ ﴾ ''کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو، بھلا پروردگار عالم کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اللہ کے سوا اوروں کو بھی پوجتے ہو تو تمھارا کیا خیال ہے جب تم اس سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے کیا سلوک کرے گا؟[4]

تفسیر آیات:88-98

بت شکنی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ (بیمار ہونے کا ذکر) اس لیے فرمایا تھا تاکہ قوم کے اپنے میلے پر چلے جانے کے بعد آپ شہر میں رہ سکیں کیونکہ قوم کے لوگوں کا اپنے میلے کے لیے شہر سے باہر چلے جانے کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے پروگرام بنایا تھا کہ ان کے معبودوں کو خالی پا کر ان کو توڑ پھوڑ ڈالیں گے، اس لیے آپ نے ان سے اس انداز میں گفتگو کی جو فی نفسہ حق تھی مگر لوگوں نے اس سے اپنے خیال کے مطابق یہ سمجھا کہ آپ بیمار ہیں ﴿ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ﴿90﴾ ﴾ ''تب وہ اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص غور و فکر کر رہا ہو تو عرب اس کے لیے نَظَرَ فِي النُّجُوْمِ ''اس نے ستاروں کی طرف دیکھا'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔[5] قتادہ کے کہنے کے معنی یہ ہیں کہ حضرت

---

① تفسير القرطبي: 91/15. ② تفسير الطبري: 83/23 عن السدي و قتادة. ③ تفسير الطبري: 83/23 وتفسير القرطبي: 91/15. ④ تفسير الطبري: 83/23. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3219/10.

ابراہیم علیہ السلام نے اس بات پر غور وفکر کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا کہ وہ انھیں کسی طرح غافل کر دیں، پس آپ نے فرمایا: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ ''میں تو بیمار ہوں۔'' یعنی کمزور ہوں۔

اور وہ حدیث جسے امام ابن جریر نے یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَمْ یَکْذِبْ إِبْرَاهِیمُ علیہ السلام غَیْرَ ثَلَاثِ کَذَبَاتٍ: ثِنْتَیْنِ فِی ذَاتِ اللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ)، قَوْلُهُ: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾، وَقَوْلُهُ: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ (الأنبیآء 21:63) وَقَوْلُهُ فِی سَارَةَ: هِیَ أُخْتِی] ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین باتوں کے سوا کبھی خلاف واقع بات نہیں کی، ان میں سے دو باتیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے تھیں: (1) آپ کی یہ بات کہ ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ ''بے شک میں تو بیمار ہوں۔'' اور (2) ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ (الأنبیآء 21:63) ''بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہے۔'' اور تیسری بات یہ تھی کہ انھوں نے حضرت سارہ کے بارے میں کہا: ''یہ میری بہن ہے۔''[1] یہ حدیث کتب صحاح اور سنن میں کئی سندوں سے بیان کی گئی ہے۔[2] ان باتوں سے مراد وہ حقیقی جھوٹ نہیں جس کے بولنے والے کو مذموم قرار دیا جاتا ہے، حاشا وکلا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کذبِ حقیقی کی نسبت کی جائے بلکہ آپ کی نسبت کذب کا لفظ مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور یہ شرعی و دینی مقصد کی خاطر کلام میں معاریض (توریہ) کے قبیل سے ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ ''بے شک میں تو بیمار ہوں۔'' اس سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی جو پوجا کرتے ہو تو اس وجہ سے میرا دل بیمار ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ میلے کی طرف جانے لگے تو انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی چلنے کے لیے کہا تو آپ پشت کے بل لیٹ گئے، فرمانے لگے: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ اور پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور جب سب لوگ شہر سے باہر نکل گئے تو آپ ان کے بتوں کے پاس چلے گئے اور انھیں توڑ دیا۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴾ ''تب وہ اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔'' اور جب وہ چلے گئے تو آپ جلدی سے اور مخفی طور پر بتوں کے پاس چلے گئے ﴿ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ ''اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟'' اس لیے کہ ان لوگوں نے ان بتوں کے سامنے نذر و نیاز کے طور پر کھانے رکھے ہوئے تھے تاکہ اس سے ان کے رزق میں برکت ہو جائے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے کھانوں کو دیکھا تو فرمایا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴾ ''تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمھیں کیا ہوا ہے، تم بولتے بھی نہیں؟'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

---

[1] تفسیر الطبری: 84/23. [2] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیآء، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ (النسآء 4: 125)......، حدیث: 3358,3357 والنکاح، باب اتخاذ السراری......، حدیث: 5084 وصحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل إبراهیم الخلیل، حدیث: 2371 و سنن أبی داود، الطلاق، باب فی الرجل یقول لامرأته یا أختی، حدیث: 2212 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورة الأنبیآء، حدیث: 3166 و السنن الکبری للنسائی، المناقب، باب سارة رضی اللہ عنہا: 98/5، حدیث: 8375 و مسند أحمد: 404,403/2. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 3220/10.

﴿ ضَرۡبًا بِالۡیَمِیۡنِ ﴿93﴾ ﴾ ''پھر وہ انھیں دائیں ہاتھ سے مارتا ہوا متوجہ ہوا۔'' فراء کہتے ہیں کہ اس کے معنی مَالَ یعنی ٹوٹ پڑے، اور پل پڑے کے ہیں، یعنی دائیں ہاتھ سے ضربیں لگاتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ قتادہ اور جوہری کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: أَقْبَلَ یعنی آگے بڑھے۔[1] دائیں ہاتھ سے آپ نے اس لیے ضرب لگائی کہ اس سے ضرب کاری اور شدید لگتی ہے، آپ نے بتوں کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر ایک بڑے بت کو نہ توڑا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں، جیسا کہ قبل ازیں سورۂ انبیاء میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔[2] اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَیۡہِ یَزِفُّوۡنَ ﴿94﴾ ﴾ ''تو وہ اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔''

مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے بھاگتے ہوئے آئے۔[3] یہاں یہ قصہ مختصر مگر سورۂ انبیاء میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔[4] بہر حال جب وہ واپس آئے تو فوراً نہ جان سکے کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟ حتی کہ جب انھوں نے تحقیق کی اور معلومات حاصل کیں تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ کام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا ہے اور جب وہ آپ کے پاس سرزنش کے لیے آئے تو آپ نے ان کی توبیخ کی اور ان کی خرابیاں بیان فرمائیں: ﴿ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ﴿95﴾ ﴾ ''کیا تم ایسی چیزوں کو پوجتے ہو، جنھیں تم خود تراشتے ہو؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تم ایسے بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو، جنھیں تم خود اپنے ہاتھوں سے تراشتے اور بناتے ہو؟ ﴿ وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَ مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿96﴾ ﴾ ''حالانکہ تمھیں اور جو تم کرتے ہو اسے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔'' یہاں ما مصدر یہ بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اور تمھارے عمل کو پیدا فرمایا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ما، الذی کے معنی میں ہو اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اور جو تم بناتے ہو، (بت وغیرہ) اس کو پیدا فرمایا ہے لیکن دونوں معنی متلازم ہیں، اور ایک کے ساتھ دوسرا معنی لازم ہے۔ لیکن ان میں سے پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب أفعال العباد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت بیان کی ہے کہ [إِنَّ اللّٰهَ يَصْنَعُ كُلَّ صَانِعٍ وَّصَنْعَتَهٗ] ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر کام کرنے والے اور اس کے کام کو پیدا فرماتا ہے۔''[5] اور بعض راویوں نے (اس کے بعد) ﴿ وَ اللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَ مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿96﴾ ﴾ پڑھا۔ بہر حال جب ان پر حجت قائم ہوگئی تو وہ بات کرنے کے بجائے آپ کو ہاتھوں سے پکڑنے کی طرف پھرے اور زبردستی کرتے ہوئے کہنے لگے: ﴿ ابۡنُوۡا لَہٗ بُنۡیَانًا فَاَلۡقُوۡہُ فِی الۡجَحِیۡمِ ﴿97﴾ ﴾ ''اس کے لیے ایک مکان (مقام) بناؤ، (اس میں آگ جلاؤ) اور اسے دہکتی آگ میں ڈال دو۔'' اس واقعے کی ساری تفصیل قبل ازیں سورۂ انبیاء میں بیان کی جا چکی ہے۔[6] جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگ سے محفوظ رکھا، ان پر غالب کر دیا، اپنی حجت کو بلند کر دیا اور اپنے پیغمبر کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا، اس لیے اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ فَاَرَادُوۡا بِہٖ کَیۡدًا فَجَعَلۡنٰہُمُ الۡاَسۡفَلِیۡنَ ﴿98﴾ ﴾

---

① تفسیر الطبری:86/23 و الصحاح للجوھری:1090/3، مادۃ: روغ۔ ② دیکھیے الأنبیآء، آیات:52-67 کے ذیل میں۔ ③ تفسیر الطبری:88/23۔ ④ دیکھیے الأنبیآء، آیات:59-67۔ ⑤ السلسلۃ الصحیحۃ:181/4، رقم:1637 و کتاب الأسماء و الصفات للبیھقی: ص388۔ ⑥ دیکھیے الأنبیآء، آیات:68-70 کے ذیل میں۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿99﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿100﴾

اور اس نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، یقیناً وہ میری رہنمائی فرمائے گا﴿99﴾ اے میرے رب! مجھے (بیٹا) عطا فرما جو صالحین

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿101﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی

میں سے ہو﴿100﴾ چنانچہ ہم نے اسے بہت حلم والے لڑکے کی بشارت دی﴿101﴾ پھر جب وہ (لڑکا) اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے (کی عمر) کو پہنچا تو اس نے کہا:

الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِیْۤ

اے میرے پیارے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے یقیناً ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ! تیری کیا رائے ہے؟ اس (بیٹے) نے کہا:

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿102﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿103﴾ ۚ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ

ابا جان! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے کر گزریں، اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے﴿102﴾ پھر جب دونوں مطیع ہو گئے اور

یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿104﴾ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿105﴾ اِنَّ هٰذَا

اس (باپ) نے اس (بیٹے) کو پیشانی کی ایک جانب لٹا دیا﴿103﴾ اور ہم نے اسے پکارا: اے ابراہیم!﴿104﴾ تو نے اپنا خواب یقیناً سچ کر دکھایا، بے شک ہم

لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿106﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿107﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿108﴾ ۖ

نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں﴿105﴾ بلاشبہ یہ تو کھلی آزمائش ہی ہے﴿106﴾ اور ہم نے اس (اسمٰعیل) کے بدلے میں ایک عظیم القدر (جانور) ذبح کرنے کو

سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿109﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿110﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

دیا﴿107﴾ اور ہم نے اس (کے ذکر خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا﴿108﴾ ابراہیم پر سلام ہو﴿109﴾ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں﴿110﴾ بے شک وہ

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿111﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿112﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤی

ہمارے مومن بندوں میں سے تھا﴿111﴾ اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحٰق (بیٹے) کی بشارت دی، جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا﴿112﴾ اور ہم نے اس پر اور

3 ع 39 7 اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿113﴾ ع

اسحٰق پر برکت نازل کی، اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا اور کوئی اپنے آپ پر کھلم کھلا ظلم کرنے والا ہے﴿113﴾

”پھر انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی تو ہم نے انھی کو نیچا دکھا دیا۔“

تفسیر آیات: 99-113

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور آزمائش: اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا اور وہ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ وہ اتنی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائی تو آپ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا اور فرمایا: ﴿ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿99﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿100﴾ ﴾ ”بے شک میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں، یقیناً وہ میری رہنمائی فرمائے گا، اے پروردگار! مجھے نیکو کاروں میں سے (اولاد) عطا فرما۔“ یعنی قوم اور اعزہ و اقارب کو جو چھوڑا ہے تو ان کے بدلے میں مجھے اولاد عطا فرما جو تیری اطاعت گزار ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿101﴾ ﴾ ”پھر ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی

خوش خبری دی۔'' اس لڑکے سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ یہ پہلے بیٹے تھے جن کی ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی، تمام مسلمانوں اور اہل کتاب کا اتفاق ہے کہ یہ حضرت اسحاق سے بڑے تھے بلکہ اہل کتاب کی نص کے مطابق اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال تھی اور جب اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ننانوے برس کے تھے، اہل کتاب کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دیں اور ایک دوسرے نسخے میں ہے کہ اپنے پلوٹھے بیٹے کو ذبح کر دیں اور اس کے باوجود انھوں نے اس کے بعد کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے یہاں اسحاق کا لفظ داخل کر دیا۔ ① اور یہ قطعاً درست نہیں کیونکہ یہ تو ان کی اپنی کتاب کی نص کے بھی خلاف ہے، انھوں نے یہاں اسحاق کے لفظ کو اس لیے داخل کیا کہ اسحاق علیہ السلام ان کے باپ تھے، جبکہ اسماعیل علیہ السلام عربوں کے باپ تھے۔ تو انھوں نے عربوں سے حسد سے کام لیتے ہوئے اس لفظ کا اضافہ کر دیا اور ''اپنے اکلوتے'' کی اس طرح تحریف کی کہ اپنے اس بیٹے کو ذبح کر دو جس کے سوا اور کوئی اس وقت تمھارے پاس موجود نہیں ہے کیونکہ اسماعیل اور ان کی والدہ کو آپ مکہ مکرمہ میں لے گئے تھے، مگر یہ ایک سراسر باطل تاویل اور تحریف ہے کیونکہ اکلوتا اسے کہا جاتا ہے جس کے سوا کوئی اور نہ ہو اور پھر پہلا بیٹا جس قدر عزیز ہوتا ہے بعد والی اولاد اس قدر عزیز نہیں ہوتی، لہٰذا پہلے بیٹے کے ذبح کر دینے کے حکم میں زیادہ ابتلاء و آزمائش تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ ''پھر جب وہ اس کے ساتھ بھاگنے دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا۔'' یعنی بڑا ہو گیا اور پروان چڑھ گیا اور اپنے باپ کے ساتھ آنے جانے اور چلنے لگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اور اس کی والدہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اکثر بلادِ فاران میں جاتے رہتے تھے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر تشریف لاتے اور یہاں بہت جلد پہنچ جایا کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ② ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عطاء خراسانی، زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اسماعیل جوان ہو گئے اور اپنے باپ کی طرح سعی و عمل کے قابل ہوئے۔ ③

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾ ''جب وہ اس کے ساتھ بھاگنے دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو اس نے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے یقیناً ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ! تیری کیا رائے ہے؟'' عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور پھر انھوں نے اپنی اس بات کی تائید میں اسی آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ ④ آپ نے بیٹے کو اس لیے بتا دیا تاکہ اس کے لیے زیادہ آسانی ہو جائے، نیز آپ اس کے صبر و شجاعت اور صغرسنی کے باوجود اس کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اپنے والد کی اطاعت کے عزم و ارادہ کی آزمائش کر سکیں۔ ﴿قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ''اس نے کہا: اے میرے ابا جان!

---

① کتاب مقدس، پیدائش، باب: 22، آیت: 2۔ ② تاریخ الیعقوبی، إبراهیم: 25/1 و فتح الباری: 404/6، تحت الحدیث: 3365. ③ تفسیر الطبری: 91/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3221,3220/10. ④ تفسیر الطبری: 93/23.

آپ کو جو حکم دیا گیا ہے کر گزریں۔'' اس حکم الٰہی کی اطاعت بجا لائیں، ﴿ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴾ ''اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' یعنی میں صبر کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر و ثواب کا طلب گار رہوں گا اور انھوں نے جو وعدہ کیا اسے واقعی سچ ثابت کر دکھایا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَٱذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ إِسۡمَٰعِيلَۚ إِنَّهُۥ كَانَ صَادِقَ ٱلۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا ۝ وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرۡضِيّٗا ۝ ﴾ (مریم 19: 55,54) ''اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں، وہ وعدے کے سچے اور رسول (اور) نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں نہایت پسندیدہ (اور برگزیدہ) تھے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّآ أَسۡلَمَا وَتَلَّهُۥ لِلۡجَبِينِ ﴾ ''چنانچہ جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس (باپ) نے اسے (بیٹے کو) ماتھے کی ایک جانب پر لٹا دیا۔'' یعنی جب دونوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کے لیے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شہادت کی موت کے لیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ أَسۡلَمَا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب دونوں مطیع و فرماں بردار ہو گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانے کے لیے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور اپنے باپ کی فرماں برداری کے لیے، یہ امام مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی، ابن اسحاق اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے۔ [1] ﴿ وَتَلَّهُۥ لِلۡجَبِينِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کے بل لٹا دیا تاکہ گدی کی طرف سے ذبح کر دیں اور بوقت ذبح ان کے چہرے کو نہ دیکھیں تاکہ ان کے لیے ذبح کرنے میں آسانی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کے بل لٹا دیا تھا۔ [2]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک کا حکم دیا گیا تو شیطان سعی کرنے کی جگہ پر آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپ سے سبقت لے جانے کی کوشش کی مگر ابراہیم علیہ السلام شیطان سے سبقت لے گئے، پھر جبریل علیہ السلام آپ کو جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو شیطان آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں حتی کہ وہ چلا گیا، پھر وہ جمرہ وسطیٰ کے پاس آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں، پھر آپ نے اسماعیل علیہ السلام کو ماتھے کی ایک جانب پر لٹا دیا، اسماعیل علیہ السلام نے سفید رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی، انھوں نے عرض کی ابا جان! کوئی اور کپڑا نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفن دیں، لہٰذا میری قمیص اتار لیں تاکہ اسے میرے کفن کے لیے استعمال کر سکیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ان کی قمیص اتارنے لگے تو پیچھے سے آواز آئی: ﴿ أَن يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُ ۝ قَدۡ صَدَّقۡتَ ٱلرُّءۡيَآۚ ﴾ ''اے ابراہیم! تحقیق تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔'' ابراہیم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو آپ کے پیچھے سینگوں

[1] تفسیر الطبری: 94,93/23. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 3224/10 و تفسیر الطبری: 95,94/23.

والا، سفید رنگ اور موٹی موٹی آنکھوں والا ایک مینڈھا کھڑا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہم لوگ قربانی کے لیے اسی قسم کے مینڈھے تلاش کیا کرتے تھے۔[1] مناسک کے باب میں اس حدیث کو مکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔[2] ﴿ وَنَادَيْنَٰهُ أَن يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ ٱلرُّءْيَآ ﴾ ''اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔'' کہ تم نے جب ذبح کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو لٹا دیا تو اس سے تمھارے خواب کا مقصود حاصل ہو گیا۔ سدی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری پھیری مگر چھری نے ایک بال بھی نہ کاٹا بلکہ چھری اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان پیتل کا ایک تختہ حائل ہو گیا اور اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو یہ آواز دی گئی کہ تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ ﴿ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ۝ ﴾ ''بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' یعنی جو لوگ ہماری اطاعت کریں شدائد و مشکلات کو ہم ان سے اسی طرح دور کر دیا کرتے اور ان کے لیے آسانی و سہولت پیدا کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَٰلِغُ أَمْرِهِۦ ۚ قَدْ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَىْءٍ قَدْرًا ۝ ﴾ (الطلاق 65:2,3) ''اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے (رنج و حزن سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور وہ اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے تو وہ اس کے لیے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر کے رہتا ہے۔ یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

اس آیت کریمہ اور اس میں مذکور قصے سے علماء اصول کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ حکم عملی طور پر سرانجام دیے جانے سے قبل بھی منسوخ ہو سکتا ہے اور یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے جبکہ معتزلہ کی ایک جماعت کا موقف اس کے خلاف ہے، حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو ذبح کر دینے کا حکم دیا اور پھر اسے منسوخ کر کے فدیے کے طور پر مینڈھا بھیج دیا اور اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دینے کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صبر اور عزم کو پختہ تر کر دیا جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلْبَلَٰٓؤُا۟ ٱلْمُبِينُ ۝ ﴾ ''بلاشبہ یہ تو صریح آزمائش ہی تھی۔'' یعنی یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی کہ آپ کو اپنے لخت جگر اور نور نظر کو ذبح کر دینے کا حکم دیا گیا تو آپ اپنے رب تعالیٰ کا حکم بجا لانے کے لیے فوراً تیار ہو گئے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

---

[1] مسند أحمد: 298,297/1، شواہد کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 439,438/4. [2] دیکھیے السنن الکبرٰی للبیهقی، الحج، باب ماجاء فی بدء الرمی: 154,153/5 وشعب الإیمان للبیهقی، باب فی المناسك، الوقوف یوم عرفة بعرفات......: 465,464/3، حدیث: 4077 ومسند أبی داود الطیالسی: 416-414/4، حدیث: 2820 والمعجم الکبیر للطبرانی: 269,268/10، حدیث: 10628 وتفسیر الطبری: 95/23 وتهذیب الکمال، ترجمة أبی عاصم الغنوی: 332-330، رقم: 8055، ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں یہاں وَذِكَرَ تَمَامُ الْحَدِيثِ کے بجائے وَذَكَرَ هِشَامٌ الْحَدِيثَ (ہشام نے اس حدیث کو ذکر کیا) کے الفاظ ہیں جبکہ مذکورہ تمام مراجع میں ہشام راوی کا ذکر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ہے: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴾ (النجم 37:53) ''اور وہ ابراہیم جنھوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴾ ''اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑی قربانی دی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ ایک ایسا مینڈھا تھا جو جنت میں چالیس سال تک چرتا رہا تھا۔ [1]

امام احمد رحمہ اللہ نے صفیہ بنت شیبہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے بنو سلیم کی ایک عورت نے خبر دی، جس نے ہمارے گھر کے اکثر لوگوں کو جنوایا تھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ اور ایک بار انھوں نے یہ کہا کہ انھوں نے عثمان سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھیں کیوں بلایا تھا؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: [إِنِّي كُنْتُ رَأَيْتُ قَرْنَيِ الْكَبْشِ حِينَ دَخَلْتُ الْبَيْتَ، فَنَسِيتُ أَنْ آمُرَكَ أَنْ تُخَمِّرَهُمَا، فَخَمِّرْهُمَا، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَشْغَلُ الْمُصَلِّيَ] ''جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے مینڈھے کے دونوں سینگوں کو دیکھا تو میں تمھیں یہ کہنا بھول گیا کہ ان دونوں سینگوں کو ڈھانپ دو، پس انھیں ڈھانپ دو کیونکہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کو مشغول کر دے۔'' [2] سفیان کہتے ہیں کہ یہ دونوں سینگ بیت اللہ میں لٹکے رہے حتی کہ ایک بار جب بیت اللہ کو آگ لگی تو یہ دونوں سینگ بھی جل گئے۔ یہ بھی اس بات کی مستقل دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ قریش میں خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ یہ دونوں سینگ وراثت میں منتقل ہوتے چلے آئے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا اور یہ سینگ اس مینڈھے کے تھے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور فدیہ قربان کیا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ذبیح کون؟ سعید بن جبیر، عامر شعبی، یوسف بن مہران، مجاہد، عطاء اور دیگر کئی مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔ [3] ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن کا فدیہ دیا گیا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جبکہ یہودیوں کا کہنا ہے کہ وہ اسحاق تھے مگر یہودی جھوٹ بولتے ہیں۔ [4] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ [5] ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ [6] یوسف بن مہران کا بھی یہی قول ہے۔ [7] شعبی کہتے ہیں کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں اور میں نے مینڈھے کے دونوں سینگوں کو کعبہ میں دیکھا تھا۔ [8]

محمد بن اسحاق نے حسن بن دینار اور عمرو بن عبید سے اور انھوں نے حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انھیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے جس کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔ [9] ابن اسحاق نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن کعب قرظی سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

[1] تفسیر الطبری :105/23 . [2] مسند أحمد :68/4 مزید دیکھیے سنن أبي داود، المناسك، باب في دخول الكعبة، حديث:2030. [3] تفسیر الطبری:100,99/23 . [4] تفسیر الطبری :99/23 . [5] تفسیر الطبری :99/23 . [6] تفسیر الطبری:100/23. [7] تفسیر الطبری:100,99/23. [8] تفسیر الطبری :100/23. [9] تفسیر الطبری :101,100/23 .

کو اپنے دونوں بیٹوں میں سے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اور کتاب اللہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیٹے کے ذکر کے بعد جسے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا ہے: ﴿ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ’’اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔‘‘ اور دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ ﴾ (ھود 11:71) ’’پھر ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔‘‘ یعنی بیٹے اور پوتے کی خوشخبری دی اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اسحاق کے ذبح کرنے کا بھی حکم دے اور پھر اس سے اولاد کی بشارت بھی سنائے، لہٰذا یقینی اور حتمی بات یہ ہے کہ جس بیٹے کے ذبح کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ [1] اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب قرظی سے یہ بات بکثرت سنی تھی۔ [2]

ابن اسحاق نے بریدہ بن سفیان بن فروہ اسلمی سے اور انھوں نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ انھوں نے امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے یہ ذکر کیا جبکہ آپ ان کے ساتھ شام میں تھے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے فرمایا کہ یہ بات مجھے پہلے معلوم نہ تھی اور میری رائے میں آپ صحیح کہہ رہے ہیں، پھر انھوں نے شام کے ایک شخص کو بلایا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوگیا اور وہ ایک اچھا مسلمان ثابت ہوا تھا، اس کا تعلق یہود کے علماء میں سے تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے اس بارے میں پوچھا، اور محمد بن کعب کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس ہی تھا، حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کے بارے میں انھیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ اس نے جواب دیا: اسماعیل، اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہودیوں کو بھی یہ بات معلوم ہے مگر وہ عربوں سے حسد کرتے ہیں کہ تمھارے باپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا ہو، حالانکہ انھیں یہ شرف وفضل اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا تھا مگر یہود اس کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شرف ابراہیم کے بیٹے اسحاق کو حاصل ہوا تھا کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے باپ ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کون سا بیٹا تھا، ہاں! البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹے ہی طاہر، طیب اور اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار تھے۔ [3]

عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی (امام احمد رحمہ اللہ) سے پوچھا کہ ذبیح کون ہیں اسماعیل یا اسحاق؟ انھوں نے فرمایا: اسماعیل۔ انھوں نے اسے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے۔ [4] اور ابن ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام ابو حاتم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صحیح بات یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، انھوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی، ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو الطفیل رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیّب، سعید بن جبیر، حسن، مجاہد، شعبی، محمد بن کعب قرظی، ابو جعفر محمد بن علی اور ابو صالح رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ [5] امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر

---

① تفسیر الطبری: 100/23 . ② تفسیر الطبری: 101/23 . ③ تفسیر الطبری: 101/23 . ④ الزھد لابن حنبل، زھد عبید بن عمیر، رقم: 2321. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 3223/10 .

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿114﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿115﴾

اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا﴿114﴾ اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی﴿115﴾ اور ہم نے ان کی مدد

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿116﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿117﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

کی، چنانچہ وہی غالب آئے﴿116﴾ اور ہم نے ان دونوں کو انتہائی واضح کتاب دی﴿117﴾ اور ہم نے ان دونوں کو راہِ راست کی ہدایت دی﴿118﴾ اور ہم نے ان

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿118﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿119﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿120﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

دونوں (کے ذکر خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی رکھا﴿119﴾ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو﴿120﴾ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں﴿121﴾ بلاشبہ وہ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿121﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿122﴾

دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے﴿122﴾

میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیّب، سدی، حسن بصری، مجاہد، ربیع بن انس، محمد بن کعب اور کلبی کا بھی یہی مذہب ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے، نیز ابوعمرو بن علاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

امام ابن جریر نے صنابحی سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس بات کا ذکر شروع ہو گیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ انھوں نے فرمایا کہ تم نے باخبر شخص سے پوچھا ہے، ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اے دو ذبیحوں کے صاحبزادے! مجھے بھی اس مال سے دیجیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر ہنسنے لگے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی گئی: امیر المومنین! دو ذبیحوں سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ عبدالمطلب کو جب زمزم کے کھودنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس کام میں آسانی پیدا فرما دیں تو وہ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کر دیں گے اور اس سلسلے میں جب قرعہ عبداللہ کے نام نکلا تو ان کے ماموؤں نے عبدالمطلب کو عبداللہ کو ذبح کرنے سے روک دیا اور کہا کہ اپنے بیٹے کے بجائے سو اونٹ فدیے کے طور پر قربان کر دو تو عبدالمطلب نے عبداللہ کے بجائے سو اونٹ فدیے کے طور پر قربان کر دیے تھے جس کی وجہ سے عبداللہ بچ گئے تو ایک ذبیح یہ ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿112﴾﴾ "اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت بھی دی جو صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔" جب حضرت اسماعیل ذبیح علیہ السلام کے بارے میں بشارت کا پہلے ذکر ہوا تو اب ان کے بھائی اسحاق علیہ السلام کے بارے میں بشارت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ سورۂ ہود[4] اور سورۂ حجر[5] میں بھی اس بشارت کا ذکر ہے۔ ﴿نَبِيًّا﴾ حال مقدور ہے، یعنی ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ ان کے ہاں صالح نبی پیدا ہوگا: ﴿وَبٰرَكْنَا

① تفسیر البغوی: 36/4. ② تفسیر البغوی: 36/4. ③ تفسیر الطبری: 102,101/23. ④ ھود 71:11.
⑤ الحجر 53:15.

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿123﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿124﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

اور بے شک الیاس بھی یقیناً رسولوں میں سے تھا﴿123﴾ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟﴿124﴾ کیا تم بعل (بت) کو پکارتے ہو اور سب سے

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿125﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿126﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿127﴾

بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو﴿125﴾ (یعنی) اللہ کو جو تمھارا اور تمھارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے؟﴿126﴾ پھر انھوں نے اسے جھٹلایا، لہٰذا یقیناً وہ

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿128﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿129﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿130﴾ اِنَّا

(سب عذاب میں) ضرور حاضر کیے جائیں گے﴿127﴾ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے﴿128﴾ اور ہم نے اس (کے ذکرِ خیر) کو پیچھے آنے والوں میں باقی

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿131﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿132﴾

رکھا﴿129﴾ الیاسین (الیاس) پر سلام ہو﴿130﴾ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں﴿131﴾ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا﴿132﴾

﴿عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿113﴾﴾ ”اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت (نازل) کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا بھی ہے اور کوئی اپنے نفس پر کھلم کھلا ظلم کرنے والا بھی ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ (هود 11:48) ”کہا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کی جماعتوں پر (نازل کی گئی) ہیں اور کچھ جماعتیں ہوں گی جنھیں ہم فائدہ دیں گے، پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔“

تفسیر آیات:114-122

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن سے اس نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو نوازا تھا اور وہ یہ کہ انھیں نبوت عطا فرمائی اور انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو فرعون اور اس کی قوم کے مظالم سے نجات بخشی، فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اسرائیلیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے تھے، ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتے اور انھیں بہت گھٹیا کاموں کے لیے استعمال کرتے تھے لیکن اس سب کچھ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی، فرعون اور اس کی قوم کے خلاف مدد فرمائی، ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور انھیں ان کی زمینوں، مالوں اور ان تمام مویشیوں کا وارث بنا دیا اور ہر اس چیز کا جو انھوں نے زندگی بھر جمع کیا تھا اور پھر اس سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر ایک عظیم الشان، واضح، جلی اور روشن کتاب بھی نازل فرمائی، یعنی تورات جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاۗءً﴾ (الأنبياء 21:48) ”اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت اور گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور روشنی عطا کی۔“ اور اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿117﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿118﴾﴾ ”اور ہم نے ان دونوں کو واضح (المطالب) کتاب عنایت کی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھا رستہ دکھایا۔“ یعنی اقوال و افعال میں، ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا

﴿ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴾ ''اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان دونوں (کے ذکر خیر) کو باقی رکھا۔'' یعنی ان کے بعد ان کے ذکر جمیل اور ثنائے حسن کو باقی چھوڑا اور پھر اس کی تفسیر اس طرح فرمائی: ﴿ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ ''موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو، بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔''

تفسیر آیات:123-132

الیاس علیہ السلام کا ذکر: قتادہ اور محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ الیاس علیہ السلام ہی ادریس علیہ السلام ہیں۔[1] اور ابن ابو حاتم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ الیاس علیہ السلام ہی ادریس علیہ السلام ہیں۔[2] اور ضحاک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3] اور وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ وہ الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہیں۔[4] اللہ تعالیٰ نے انھیں حزقیل علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا تھا، اس وقت بنی اسرائیل بعل نامی ایک بت کی پوجا کرتے تھے، انھوں نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا، اس دور کا بادشاہ پہلے تو ایمان لے آیا مگر پھر مرتد ہو گیا، بنی اسرائیل بھی اپنی ضلالت ہی میں مبتلا رہے اور ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔[5] حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تین سال تک انھیں بارش سے محروم کر دیا، پھر انھوں نے الیاس علیہ السلام سے کہا کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے قحط سالی کو دور کر کے بارش نازل فرما دے، وہ ان پر ایمان لے آئیں گے، انھوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرما دی مگر قوم نے پہلے سے بھی بڑھ کر کفر کا مظاہرہ کیا تو انھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اب ان کی روح قبض فرما لے۔ الیسع بن اخطوب علیہ السلام نے ان کے ہاتھوں میں پرورش پائی تھی۔

الیاس علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ فلاں جگہ چلے جائیں اور ان کے پاس جو چیز آئے اس پر بلاخوف وخطر سوار ہو جائیں تو ان کے پاس آگ کا ایک گھوڑا آیا، آپ اس پر سوار ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے انھیں نور کا لباس پہنا دیا اور پر عطا فرما دیے اور انھوں نے فرشتوں کے ساتھ انسانی، آسمانی اور زمینی فرشتہ بن کر اڑنا شروع کر دیا۔[6] وہب بن منبہ نے اہل کتاب سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ ﴿ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ ''جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں۔'' یعنی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ ﴿ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۝ ﴾ ''کیا تم بعل کو پکارتے (اور اسے پوجتے ہو) اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور سدی نے کہا ہے کہ بعل ان کے خدا کا نام تھا۔[7] عکرمہ و قتادہ نے کہا ہے کہ یہ اہل یمن کی لغت ہے۔[8] اور قتادہ سے ایک روایت ہے کہ یہ ازدِ شنواہ کی لغت کا لفظ ہے۔[9] اور

---

[1] تفسیر الطبری :109/23 . [2] تفسیر ابن أبی حاتم :1336/4 . [3] تفسیر الطبری :109/23 والدر المنثور :537/5 عن قتادة. [4] تفسیر الطبری :111/23 . [5] تفسیر الطبری :111/23 . [6] تفسیر الطبری :111/23-113 و تفسیر القرطبی :115/15 . [7] تفسیر الطبری :110/23 . [8] تفسیر الطبری :110/23 . [9] تفسیر ابن أبی حاتم :3225/10 .

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿133﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿134﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿135﴾ ثُمَّ

اور بلاشبہ لوط بھی رسولوں میں سے تھا﴿133﴾ جب ہم نے اسے اور اس کے اہل سب کو نجات دی ﴿134﴾ سوائے ایک بڑھیا (لوط کی اہلیہ) کے جو پیچھے رہ جانے والوں

دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿136﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿137﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿138﴾ ع 4 25 8

میں تھی ﴿135﴾ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا﴿136﴾ اور بلاشبہ تم صبح کو ان (کی تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو﴿137﴾ اور رات کو بھی، کیا پھر تم عقل نہیں رکھتے؟﴿138﴾

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے کہ یہ ایک بت کا نام تھا جس کی دمشق کے مغرب کی طرف بعلبک نامی شہر کے لوگ پوجا کرتے تھے۔[1] ضحاک نے بھی کہا ہے کہ یہ ایک بت تھا جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔[2] ﴿ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا ﴾ ''کیا تم بعل کو پکارتے ہو؟'' یعنی اس بت کی پوجا کرتے ہو ﴿ وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿125﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿126﴾ ﴾ ''اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑے دیتے ہو (یعنی) اللہ کو جو تمھارا اور تمھارے پہلے باپ دادا کا پروردگار ہے۔'' یعنی مستحق عبادت تو صرف وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿127﴾ ﴾ ''تو ان لوگوں نے اسے جھٹلا دیا، سو یقیناً وہ حاضر کیے جائیں گے۔'' یعنی حساب کے دن عذاب کے لیے حاضر کیے جائیں گے ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿128﴾ ﴾ ''سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے۔'' یعنی جو موحد ہوں گے (انھیں عذاب نہ ہو گا۔) یہ کلامِ مثبت موجب سے استثناءِ منقطع ہے۔ ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿129﴾ ﴾ ''اور ان دونوں کا ذکر (خیر) پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا۔'' یعنی ثناءِ جمیل۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿130﴾ ﴾ ''الیاسین پر سلام ہو۔'' یہ ایسے ہے جیسے اسماعیل کو اسماعین کہا جاتا ہے۔ یہ بنو اسد کی لغت ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے: میکال، میکائیل، میکائین اور ابراہیم وابراہام، اسرائیل واسرائین، اسی طرح طور سیناء اور طور سینین ایک ہی جگہ کے نام ہیں، بہرحال یہ سب نام اس طرح استعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿131﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿132﴾ ﴾ ''بے شک ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں، یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔'' اس کی تفسیر قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[3] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:133-138

قوم لوط کی ہلاکت کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا مگر ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے اہل کو نجات دی مگر ان کی بیوی اپنی قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف سزاؤں کے ساتھ ہلاک کیا اور ان کی زمین کی جگہ بحیرہ مردار پیدا کر دیا جو انتہائی بدبودار، قبیح المنظر اور جس کا ذائقہ اور جس کی ہوا بھی انتہائی بدبودار ہے اور اسے ایک ایسے رستے کے قریب بنا دیا ہے جس کے پاس سے مسافر دن رات گزرتے ہیں، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ

---

① تفسیر الطبری:23/110، 111 و تفسیر ابن أبی حاتم:10/3225. ② تفسیر الطبری:23/110. ③ دیکھیے الصّٰٓفّٰت، آیات 80 و 81 کے ذیل میں۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿139﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿140﴾ فَسَاهَمَ

اور بے شک یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا﴿139﴾ جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا﴿140﴾ پھر (کشتی والوں نے) قرعہ ڈالا تو وہ ہارنے والوں

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿141﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿142﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ

میں سے ہوگیا﴿141﴾ تب اسے مچھلی نے نگل لیا جبکہ وہ (خود کو) ملامت کرنے والا تھا﴿142﴾ پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿143﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿144﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ

تھا﴿143﴾ تو وہ لوگوں کے دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانے کے دن (روز قیامت) تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا﴿144﴾ پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں

وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿145﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿146﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ

ڈال دیا جبکہ وہ بیمار تھا﴿145﴾ اور ہم نے اس پر ایک بیل دار درخت (کدو) اگا دیا﴿146﴾ اور ہم نے اسے ایک لاکھ (انسانوں) کی طرف بھیجا، یا وہ (اس سے کچھ)

اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿147﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿148﴾

زیادہ ہوں گے﴿147﴾ چنانچہ وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ (اٹھانے کا موقع) دیا﴿148﴾

﴿مُّصْبِحِيْنَ ﴿137﴾ وَبِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿138﴾﴾ ''اور بے شک تم صبح کو بھی ان (کی تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو اور رات کو بھی، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' یعنی کیا تم اس بات سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کس طرح تباہ و برباد کر دیا تھا اور تم یہ جانتے ہو کہ کافروں کو بھی اسی طرح کا عذاب ہوگا۔

تفسیر آیات:139-148

یونس علیہ السلام کا قصہ: حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ قبل ازیں سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے۔① اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّونُسَ بْنِ مَتّٰى] ''کسی بندے کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔''②

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿140﴾﴾ ''جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کی طرف گیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشحون کے معنی ہیں سامان سے بھری ہوئی ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿141﴾﴾ ''پھر (کشتی والوں نے) قرعہ ڈالا تو وہ ہارنے والوں میں سے ہوگیا۔'' یعنی وہ مغلوب ہوگئے اور وہ اس طرح کہ سمندر کی موجوں نے کشتی کو چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لیا جس کی وجہ سے سب لوگ غرق ہونے کے قریب پہنچے تو انھوں نے قرعہ اندازی کی تاکہ جس کے نام قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دیا جائے اور کشتی کا بوجھ کم ہو جائے، قرعہ تین بار ڈالا گیا اور تینوں بار اللہ کے نبی یونس علیہ السلام کا نام نکلا اور کشتی والے اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ آپ کو کشتی سے اتار کر سمندر

① دیکھیے الأنبیآء، آیات :88,87 کے ذیل میں۔ ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿86﴾﴾ (الأنعام6:86)، حديث:4630 وصحيح مسلم، الفضائل، باب في ذكر يونس عليه السلام ......، حديث :2377 عن ابن عباس رضي الله عنهما.

میں پھینکیں مگر ان کے انکار کے باوجود آپ نے کپڑے اتارے اور سمندر میں چھلانگ لگا دی، ادھر اللہ تعالیٰ نے بحر اخضر کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ سمندروں کو چیرتی ہوئی فوراً وہاں پہنچے اور یونس علیہ السلام کو نگل لے مگر نہ ان کے گوشت کو کھائے اور نہ ان کی کسی ہڈی کو توڑے۔ ادھر یہ مچھلی آ گئی، ادھر یونس علیہ السلام نے چھلانگ لگا دی تو مچھلی نے انھیں نگل لیا اور انھیں لے کر چل دی اور سارے سمندر میں لے کر گھومتی پھرتی رہی...... مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام نے خیال کیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں، پھر انھوں نے اپنے سر پاؤں اور اطراف کو ہلایا تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ فوت نہیں ہوئے، بلکہ زندہ ہیں تو انھوں نے کھڑے ہو کر مچھلی کے پیٹ میں نماز پڑھنا شروع کر دی اور وہاں انھوں نے جو دعائیں مانگیں ان میں ایک دعا یہ بھی تھی: ''اے میرے رب! میں نے تیرے لیے ایک ایسی جگہ مسجد بنائی ہے، جہاں تک کوئی انسان نہیں پہنچا۔'' اس بارے میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تین دن۔ ① امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سات دن، ابو مالک کا قول ہے کہ چالیس دن۔ ② مجاہد نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ مچھلی نے آپ کو چاشت کے وقت نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا تھا۔ ③ اس مدت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿143﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿144﴾﴾ ''پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھا تو وہ اس روز تک کہ (جس میں) لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اس (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا۔'' اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر خوش حالی کے زمانے کے ان کے عمل نہ ہوتے جیسا کہ ضحاک بن قیس، ابو العالیہ، وہب بن منبہ، قتادہ اور کئی دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ ④

اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ ⑤ اُس حدیث سے، جسے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے، یہی بات معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے: [تَعَرَّفْ (إِلَى اللّٰهِ) فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ] ''تم اللہ تعالیٰ کو خوش حالی میں پہچانو، وہ تمھیں تمھاری سختی کے دنوں میں پہچانے گا۔'' ⑥ اور یہ بھی کہا گیا ہے: ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿143﴾﴾ سے مراد یہ ہے کہ ﴿فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (الأنبياء 21:87،88) ''پھر اس نے اندھیروں میں (ہمیں) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں، تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور ہم نے اسے غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :3230/10 . ② تفسیر ابن أبی حاتم :3230/10 و تفسیر الطبری :121/23 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم :3229/10 . ④ تفسیر الطبری :119/23 و تفسیر ابن أبی حاتم :3229/10 . ⑤ تفسیر الطبری :119/23 .
⑥ مسند أحمد :307/1، جبکہ قوسین والے الفاظ المعجم الکبیر للطبرانی :123/11، حدیث:11243 والمستدرک للحاکم، معرفۃ الصحابۃ :541/3، حدیث:6303 میں ہے، مزید اس جملے کے علاوہ دیکھیے جامع الترمذی، صفۃ القیامۃ، باب حدیث حنظلۃ......، حدیث:2516 .

ہیں۔'' یہ سعید بن جبیر وغیرہ کا قول ہے۔ ①

امام ابن ابو حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انس رضی اللہ عنہ نے حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مرفوع بیان کیا ہے: [أَنَّ يُونُسَ النَّبِيَّ عليه السلام حِينَ بَدَالَهُ أَنْ يَّدْعُوَ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ، وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَأَقْبَلَتِ الدَّعْوَةُ تَحُفُّ بِالْعَرْشِ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: يَا رَبِّ! هٰذَا صَوْتٌ ضَعِيفٌ مَّعْرُوفٌ مِّنْ بِلَادٍ بَعِيدَةٍ غَرِيبَةٍ! فَقَالَ: أَمَا تَعْرِفُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا: يَا رَبِّ! وَمَنْ هُوَ؟ قَالَ: عَبْدِي يُونُسُ، قَالُوا: عَبْدُكَ يُونُسُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ يُرْفَعُ لَهُ عَمَلٌ مُّتَقَبَّلٌ وَّدَعْوَةٌ مُّسْتَجَابَةٌ؟ قَالُوا: يَارَبِّ! أَوَلَا تَرْحَمُ مَا كَانَ يَصْنَعُ فِي الرَّخَاءِ فَتُنَجِّيَهُ مِنَ الْبَلَاءِ؟ قَالَ: بَلٰى! فَأَمَرَ الْحُوتَ، فَطَرَحَهُ بِالْعَرَاءِ] ''اللہ کے نبی یونس علیہ السلام نے جب ان کلمات کے ساتھ دعا شروع کی جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انھوں نے کہا: ''اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں (اپنے آپ پر) زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں'' تو دعا کے ان کلمات نے عرش کو گھیر لیا، فرشتوں نے عرض کی: اے رب! یہ کمزور سی آواز جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے جو کسی دور دراز کے اجنبی سے علاقے سے آ رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ یہ کس کی آواز ہے۔'' فرشتوں نے عرض کی: اے رب! یہ کس کی آواز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے یونس کی، فرشتوں نے عرض کی: تیرا وہی بندہ یونس جن کے اعمال صالحہ اور جن کی قبول ہونے والی دعائیں ہمیشہ آپ کے پاس پہنچتی رہی ہیں؟ فرشتوں نے عرض کی کہ یا اللہ! اس کے آسودگی میں کیے گئے اعمال کے عوض تو اس پر رحم فرما کر اسے آزمائش سے نجات نہیں دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے آپ کو ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا۔'' ②

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ ﴾ ''پھر ہم نے انھیں چٹیل میدان میں ڈال دیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ عراء ایسی زمین کو کہتے ہیں جس میں نہ نباتات ہوں اور نہ کوئی عمارت۔ ③ ﴿ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴾ ''جبکہ وہ بیمار تھا۔'' یعنی ان کا بدن کمزور تھا۔ ﴿ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴾ ''اور ہم نے اس پر ایک بیل دار پودا (جیسے کدو وغیرہ) اگا دیا۔'' ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، وہب بن منبہ، ہلال بن یساف، عبداللہ بن طاؤس، سدی، قتادہ، ضحاک، عطاء خراسانی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ يَقْطِيْنٍ ﴾ کے معنی کدو کے ہیں۔ ④

بعض لوگوں نے کدو کے کچھ خاص فوائد بھی ذکر کیے ہیں، مثلاً: اس کا جلدی اگنا، اس کے پتوں کے بڑے اور ملائم ہونے کی وجہ سے سایہ کرنا، مکھی کا اس کے قریب نہ آنا، اس کے پھل کا عمدہ غذا ہونا اور اس کا کچا اور پکا کر کھایا جانا اور اس کے گودے اور چھلکے دونوں کا کھایا جانا وغیرہ۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے اور اس کی

① تفسیر الطبری: 121/23. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 3228/10 و تفسیر الطبری: 120,119/23. ③ تفسیر الطبری: 121/23. ④ تفسیر القرطبی: 129/15 و تفسیر الطبری: 124,123/23.

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿149﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

پھر ان (اہل مکہ) سے پوچھیے: کیا آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟﴿149﴾ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا اور وہ حاضر تھے؟﴿150﴾

شٰهِدُوْنَ ﴿150﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿151﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿152﴾

خبردار! بلاشبہ وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر کہتے ہیں﴿151﴾ کہ ”اللہ نے اولاد جنی“ اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں﴿152﴾ کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو پسند کیا (ترجیح دی)

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿153﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿154﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿155﴾ اَمْ لَكُمْ

ہے؟﴿153﴾ کیا ہو گیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟﴿154﴾ کیا پھر تم غور نہیں کرتے؟﴿155﴾ یا تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟﴿156﴾ پھر تم اپنی کتاب لے آؤ اگر تم

سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿156﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿157﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ

سچے ہو﴿157﴾ اور انھوں نے اس (اللہ) کے اور جنوں کے درمیان رشتہ ٹھہرایا، حالانکہ بلاشبہ خود جنوں نے جان لیا کہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں

عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿158﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿159﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿160﴾

گے﴿158﴾ اللہ ان (باتوں) سے پاک ہے جو وہ (اس کے بارے میں) بیان کرتے ہیں﴿159﴾ سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (وہ ایسی باتیں نہیں کرتے)﴿160﴾

قاشوں (ٹکڑوں) کو برتن میں سے تلاش فرمایا کرتے تھے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ ”اور ہم نے اسے ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا یا وہ (اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے۔“ یعنی جن لوگوں کی طرف انھیں پہلے بھیجا گیا تھا مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد انھی کی طرف انھیں دوبارہ بھیجا گیا تو انھوں نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے۔ ﴿اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ ”یا (اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے۔“ مکحول کہتے ہیں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تھی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے بعض اہل عربیت کہتے تھے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی تعداد ایک لاکھ تھی یا تمھارے نزدیک اس سے بھی زیادہ تھی گویا تمھارے نزدیک بھی ان کی تعداد یہی تھی۔[2] ابن جریر نے یہاں وہی طریقہ اختیار کیا ہے جو انھوں نے درج ذیل آیات میں اختیار کیا ہے: ﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ﴾ (البقرۃ 74:2) ”پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے، چنانچہ وہ پتھروں کے مانند ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔“ ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ﴾ (النسآء 77:4) ”ایک گروہ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے یا وہ اس سے بھی بڑھ کر خوفزدہ تھا۔“ اور ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴾ (النجم 9:53) ”تو دو کمان کے بقدر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا۔“ سے مراد اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے ﴿فَاٰمَنُوْا﴾ ”تو وہ ایمان لے آئے۔“ یعنی یہ سب لوگ، ایمان لے آئے جن کی طرف یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا، ﴿فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ ”سو ہم نے بھی انھیں (دنیا میں) ایک وقت (مقرر) تک فائدہ دیا ہے۔“ یعنی ان لوگوں کی موت کے وقت تک جیسا کہ اللہ جل جلالہٗ نے

---

[1] صحيح البخاري، الأطعمة، باب من ناول أو قدم إلى صاحبه......، حديث :5439 و صحيح مسلم، الأشربة، باب جواز أكل المرق واستحباب أكل اليقطين......، حديث :2041 عن أنس رضي الله عنه. [2] تفسير الطبري:125/23 .

فرمایا ہے: ﴿ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ط لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ○ ﴾ (یونس 10:98) ”پھر کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ایسی کہ وہ (عذاب سے پہلے) ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو، سوائے قومِ یونس کے، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیاوی زندگی میں ذلت کا عذاب ٹال دیا اور ہم نے انھیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ (اٹھانے) دیا۔“

تفسیر آیات:149-160

اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرنے والوں کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیں اور اپنے لیے پسندیدہ اولاد بیٹوں کو چاہا، یعنی اپنے لیے گویا اچھی چیز کو پسند کیا۔ ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ ﴾ (النحل 16:58) ”حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ (غم کے سبب) کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غم و غصے سے بھرا ہوتا ہے۔“ یعنی اسے یہ خبر بہت بری محسوس ہوتی ہے، اس لیے اپنے لیے وہ بیٹوں ہی کو پسند کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف ایسی چیزوں کو کیوں منسوب کرتے ہیں جنھیں خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ ﴾ ”سو آپ ان سے پوچھیں۔“ یعنی ان کی اس روش کا انکار کرتے ہوئے ان سے یہ پوچھیے کہ ﴿ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴾ ”بھلا تمھارے پروردگار کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ ﴾ (النجم 53:21,22) ”(مشرکو!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اس (اللہ) کے لیے بیٹیاں؟ یہ تو پھر بڑی ہی بے انصافی کی تقسیم ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴾ ”یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا اور وہ (اس وقت) دیکھ رہے تھے؟“ یعنی انھوں نے فرشتوں کے بارے میں یہ کیسے فیصلہ کر دیا کہ وہ مؤنث ہیں، حالانکہ وہ تو ان کی تخلیق کے وقت موجود ہی نہ تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ط اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ط سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:19) ”اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے، ان کی شہادت ضرور لکھ لی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔“ یعنی ان سے روزِ قیامت اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ○ وَلَدَ اللّٰهُ ﴾ ”خبردار! بے شک وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ گھڑ کر کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد جنی۔“ یعنی اس نے اولاد کو جنم دیا ہے، ﴿ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ”اور کچھ شک نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے فرشتوں کے بارے میں تین قول ذکر کیے ہیں جو حد درجہ کذب و کفر پر مبنی ہیں: (1) انھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کی، حالانکہ اس کی ذات اولاد سے پاک ہے۔ (2) اس اولاد کو انھوں نے لڑکیاں قرار دیا اور (3) پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے بجائے ان کی پوجا شروع کر دی، ان میں سے ہر بات

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿161﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿162﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ

(اے مشرکو!) بے شک تم اور (وہ) جن کی تم عبادت کرتے ہو﴿161﴾ تم (ان مخلص بندوں کو) اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے نہیں﴿162﴾ مگر اسی کو جو جہنم

الْجَحِيْمِ ﴿163﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿164﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿165﴾ وَاِنَّا

میں جانے والا ہے﴿163﴾ (فرشتے کہتے ہیں:) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے﴿164﴾ اور بے شک ہم (اللہ کے حضور) یقیناً صف باندھے کھڑے

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿166﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿167﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ

رہنے والے ہیں﴿165﴾ اور بے شک ہم تو تسبیح کرنے والے ہیں﴿166﴾ اور بلاشبہ وہ (کفار) کہتے تھے﴿167﴾ اگر ہمارے پاس اگلوں کی نصیحت (کتاب) ہوتی﴿168﴾

الْاَوَّلِيْنَ ﴿168﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿169﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿170﴾

تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے﴿169﴾ پھر (پیغمبر قرآن لے کر آیا تو) انھوں نے اس (قرآن) کا انکار کر دیا، لہٰذا عنقریب وہ جان لیں گے﴿170﴾

ان کے آتش جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے کافی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ﴿153﴾ ﴾ ''کیا اس نے بیٹوں پر بیٹیوں کو پسند کیا ہے؟'' یعنی اسے کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ وہ بیٹوں کے بجائے بیٹیوں کو اپنے لیے پسند کرے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 40:17) ''(مشرکو!) کیا تمھارے پروردگار نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور (خود) فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا؟ کچھ شک نہیں کہ تم بڑی (نامعقول) بات کہتے ہو۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴿154﴾ ﴾ ''کیا ہوگیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟'' یعنی کیا تم میں عقل نہیں ہے جس سے تم اپنی بات پر غور کر سکو؟ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴿155﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ﴿156﴾ ﴾ ''بھلا تم غور (کیوں) نہیں کرتے یا تمھارے پاس کوئی صریح دلیل ہے؟'' یعنی تم جو کہتے ہو کیا اس کی تمھارے پاس کوئی دلیل ہے؟ ﴿ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴿157﴾ ﴾ ''پس اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔'' یعنی اپنی اس بات کی کوئی دلیل پیش کرو اور وہ دلیل کسی ایسی کتاب میں سے ہونی چاہیے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا ہو اور جس سے یہ ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے کیونکہ تم جو بات کہتے ہو اس کی کوئی عقلی دلیل تو ہو نہیں سکتی بلکہ عقل تو بالکل اس بات کو جائز قرار نہیں دیتی، ﴿ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ ﴾ ''اور انھوں نے اس (اللہ) کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ مقرر کیا۔''

مجاہد نے کہا کہ مشرکین نے جب یہ کہا تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ان کی مائیں کون ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ سردار جنات کی بیٹیاں ان کی مائیں ہیں۔[1] قتادہ اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔[2] اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ جنوں نے بھی جان لیا۔'' جن کی طرف انھوں نے بات کو منسوب کیا ہے ﴿ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴿158﴾ ﴾ ''بلاشبہ وہ (اللہ کے سامنے) ضرور حاضر کیے جائیں گے۔'' یعنی

[1] تفسیر الطبری:129/23. [2] تفسیر الطبری:129/23 .

جنھوں نے یہ بات کہی ہے اس کذب و افتراء کی وجہ سے انھیں قیامت کے دن عذاب کے لیے حاضر کیا جائے گا کیونکہ انھوں نے علم کے بغیر یہ باطل بات کہی تھی۔ ﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴾ ''وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو، وہ ان ظالموں اور ملحدوں کی بات سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴾ ''سوائے اللہ کے چنے ہوئے بندوں کے (وہ ایسی بات نہیں کہتے۔)'' یہ کلام مثبت سے استثناء منقطع ہے الا یہ کہ ﴿ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴾ کی ضمیر سب لوگوں کی طرف لوٹتی ہو اور پھر ان میں سے مخلصین کو مستثنیٰ کیا گیا ہو، مخلصین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر نبی اور رسول پر نازل ہونے والے حق کی اتباع کرنے والے ہوں (تو پھر استثناء منقطع کے بجائے متصل ہے۔)

تفسیر آیات: 161-170

مشرکین کی بات کو وہی قبول کر سکتا ہے جو ان سے بھی زیادہ گمراہ ہو: اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۝ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ۝ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ ۝ ﴾ ''سو تم اور جنھیں تم پوجتے ہو، اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے نہیں، مگر اسے جو جہنم میں جانے والا ہے۔'' یعنی تمھاری اس بات اور اس ضلالت اور باطل عبادت کو صرف ایسا شخص ہی قبول کر سکتا ہے جو تم سے زیادہ گمراہ ہو اور جسے جہنم رسید ہونے کے لیے پیدا کیا گیا ہو کیونکہ ﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۟ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۟ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 179:7) ''ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ (بالکل) چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے، یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔'' اس قسم کے لوگ ہیں جو دین شرک، کفر اور ضلالت کو قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝ ﴾ (الذّٰریٰت 9,8:51) ''(اے اہل مکہ) تم ایک مختلف بات میں (پڑے ہوئے) ہو، اس سے وہی پھیرا جاتا ہے جو (اللہ کی طرف سے) پھیرا جائے۔'' یعنی اس بات کے ساتھ وہ گمراہ ہوتا ہے جو راہِ راست سے بھٹکا ہوا اور باطل پر اٹکا ہوا ہو۔

فرشتوں کا مقام اور صفیں باندھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا: کفار و مشرکین نے از راہ کفر و کذب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس سے پاک قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ ﴾ ''اور (فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔'' یعنی ان میں سے ہر ایک کے لیے آسمانوں میں ایک مخصوص جگہ اور عبادت کے خاص مقامات ہیں جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا۔ امام ضحاک نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کرتے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا فِی سَمَاءِ الدُّنْیَا مَوْضِعُ قَدَمٍ إِلَّا عَلَیْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ قَائِمٌ] ''آسمان دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا قیام کی حالت

میں نہ ہو۔''[1] اور یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ ''اور ہم میں سے تو ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں میں ایک ایسا آسمان بھی ہے کہ جس میں ایک بالشت برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کسی فرشتے کی پیشانی یا قدم نہ ہوں، پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾۔[2] سعید بن جبیر نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ﴿ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴾ ''اور بے شک ہم تو البتہ (اللہ کے حضور) صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں ﴿ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴾ (الصّٰٓفّٰت 1:37) کی تفسیر میں بیان کیا جا چکا ہے۔[3]

ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے، ابونضرہ نے کہا ہے کہ جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جاتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے کہ اپنی صفوں کو درست کرو، سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم (صفیں بنانے میں) فرشتوں کی سیرت کو اختیار کرو، پھر یہ آیت پڑھتے: ﴿ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴾ ''اور بے شک ہم تو البتہ (اللہ کے حضور) صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں۔'' اے فلاں شخص! تم پیچھے ہو جاؤ، اے فلاں! تم آگے ہو جاؤ، پھر آپ آگے بڑھ کر تکبیر کہتے۔[4] صحیح مسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا، وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا] ''ہمیں لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: (1) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئی ہیں۔ (2) ہمارے لیے ساری زمین کو مسجد اور (3) اس کی مٹی کو ہمارے لیے پاک کرنے والا بنا دیا گیا ہے۔''[5] ﴿ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴾ ''اور یقیناً ہم تو تسبیح کرنے والے ہیں۔'' یعنی ہم صفیں باندھ کر رب تعالیٰ کی تسبیح، تمجید، تقدیس اور نقائص سے تنزیہ بیان کرتے رہتے ہیں، ہم اس کے غلام، اس کے محتاج اور اس کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتے ہیں۔

قریش کی تمنا کہ ان کے پاس کوئی کتاب نصیحت ہوتی! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ وہ (کفار) کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت (کی کتاب) ہوتی تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔''

---

[1] تفسیر الطبری :133/23 اور مسند أحمد :173/5 میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حسن درجے کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: [......مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ، إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ......] ''......آسمان میں چار انگلیوں کے بقدر بھی جگہ نہیں ہے مگر فرشتہ وہاں سجدہ کر رہا ہے......'' [2] المعجم الکبیر للطبرانی:214/9، حدیث:9042 وشعب الإیمان للبیهقی، باب فی الإیمان بالملائکة:178,177/1، حدیث :159 و تفسیر الطبری:135/23 وتفسیر ابن أبی حاتم :3232/10 وتفسیر عبدالرزاق: 107/3، رقم:2565، البتہ مذکورہ حوالوں میں ﴿ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ کے بجائے اس کے بعد والی دو آیات: ﴿ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴾ ہیں۔ [3] دیکھیے الصّٰٓفّٰت، آیت: 1 کے ذیل میں۔ [4] تفسیر ابن أبی حاتم :3233,3232/10 و تفسیر الطبری :134/23 . [5] صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حدیث :522 .

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿171﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿172﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا

اور درحقیقت ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے ان بندوں کے لیے صادر ہو چکا ہے جو رسول ہیں﴿171﴾ کہ یقیناً انھی کی ہی مدد کی جائے گی﴿172﴾ اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی

لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿173﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿174﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿175﴾ اَفَبِعَذَابِنَا

غالب رہے گا﴿173﴾ تو ایک مدت تک آپ ان سے منہ موڑ لیجیے﴿174﴾ اور انھیں دیکھتے رہیے (کہ ان پر عذاب آیا ہی چاہتا ہے) پھر جلد ہی وہ بھی دیکھ لیں

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿176﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿177﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى

گے﴿175﴾ کیا پھر وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟﴿176﴾ پھر جب وہ ان کے صحن میں نازل ہوگا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوگی﴿177﴾ اور ان سے

حِيْنٍ ﴿178﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿179﴾

ایک مدت تک منہ موڑ لیجیے﴿178﴾ اور (انھیں) دیکھتے رہیے، جلد ہی وہ بھی دیکھ لیں گے﴿179﴾

اے محمد (ﷺ!) آپ کے آنے سے پہلے یہ لوگ تمنا کیا کرتے تھے کہ اے کاش! ان کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جو انھیں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلائے، پہلے لوگوں کی باتیں بتائے اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب لائے جیسا کہ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴾ (فاطر 42:35) ''اور انھوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ضرور ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو اس (کی آمد) نے انھیں (حق سے) نفرت ہی میں زیادہ کیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴾ (الأنعام 157,156:6) ''تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے صرف دو گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے۔ یا تم (یہ نہ) کہو کہ اگر بے شک ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم ضرور ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، چنانچہ یقیناً تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح کتاب اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے۔ پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے منہ موڑا؟ جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں ہم انھیں جلد سخت عذاب کی صورت میں سزا دیں گے، اس لیے کہ وہ (حق سے) منہ موڑتے تھے۔'' اس لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿170﴾ ﴾ ''پھر (جب پیغمبر قرآن لے کر آیا تو) انھوں نے اس کا انکار کر دیا، لہٰذا عنقریب وہ جان لیں گے۔'' ان کے اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے یہ زبردست وعید اور بہت شدید سرزنش ہے۔

تفسیر آیات: 171-179

نصرت کا وعدہ اور قریش سے اعراض کا حکم: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿171﴾ ﴾

’’اور البتہ تحقیق اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے ہی صادر ہو چکی ہے۔‘‘ یعنی کتاب اول میں یہ بات پہلے ہی لکھی جا چکی ہے کہ دنیا و آخرت میں اچھا انجام میرے پیغمبروں اور ان کے پیروکاروں ہی کا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ (المجادلة 21:58) ’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے، بے شک اللہ زور آور، نہایت غالب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ (المؤمن 51:40) ’’بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی۔)‘‘ اسی لیے اللہ جل جلالہٗ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے ہی صادر ہو چکی ہے کہ بے شک البتہ وہی مدد کیے جائیں گے۔‘‘ یعنی دنیا و آخرت میں۔ جیسا کہ قبل ازیں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جن قوموں نے اپنے انبیاء کی تکذیب و مخالفت کی تھی ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو کس طرح فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا تھا اور کافروں کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی تھی۔[1] ﴿ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ﴾ ’’اور بلاشبہ ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔‘‘ اور اسی کا انجام اچھا ہوگا۔ ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ ﴾ ’’تو آپ ایک مدت تک ان سے منہ موڑ لیجیے۔‘‘ یعنی آپ کو جو ایذا دیتے ہیں اس پر صبر کریں اور ایک وقت مقرر تک انتظار کریں، ہم عنقریب تمھیں عافیت، نصرت اور کامیابی سے سرفراز کریں گے۔ ﴿ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ ’’اور آپ انھیں دیکھتے رہیں، پس وہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔‘‘ یعنی انتظار کریں اور دیکھیں کہ تمھاری مخالفت اور تکذیب کی وجہ سے یہ کیسے کیسے عذاب اور تباہ کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی لیے وعید اور سرزنش کے طور پر فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ ’’تو وہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ﴾ ’’کیا پھر ہمارا عذاب وہ جلدی مانگتے ہیں۔‘‘ یعنی یہ لوگ تمھاری تکذیب اور تمھارے ساتھ کفر کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے ان سے سخت ناراض ہے اور وہ انھیں عنقریب سزا دے گا، اس کے باوجود یہ لوگ ازراہ کفر و عناد عذاب اور سزا کے لیے جلدی کر رہے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاۗءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ ﴾ ’’مگر جب وہ ان کے (گھروں کے) صحن میں آ اترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔‘‘ یعنی جب ان کے علاقے میں عذاب نازل ہوگا تو ان کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا یہ بدترین دن ہوگا۔ سدی نے کہا ہے کہ ﴿ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ ان کے گھروں میں نازل ہوگا۔[2] ﴿ فَسَاۗءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ ﴾ ’’تو ان ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بدترین ہوگی۔‘‘

---

[1] دیکھیے آل عمران، آیت:123-126 کے ذیل میں اور الأنعام، آیت: 34 کے ذیل میں عنوان ’’نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی‘‘

[2] تفسیر الطبری :138/23.

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿180﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿181﴾ وَالْحَمْدُ

آپ کا رب، عزت کا مالک، ان باتوں سے پاک ہے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں﴿180﴾ اور تمام رسولوں پر سلام ہے ﴿181﴾ اور سب

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿182﴾

تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں ﴿182﴾

صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر صبح کے وقت حملہ کیا تو اہل خیبر (زمینوں میں کام کاج کے لیے) زنبیلوں، کلہاڑیوں اور کسیوں کو لے کر نکلے جب انھوں نے محمدی لشکر کو دیکھا تو یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گئے: محمد! اللہ کی قسم! محمد اور لشکر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ] ''اللہ بزرگ و برتر ہے، خیبر تباہ و برباد ہو گیا، بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن (علاقے) میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کے لیے برا دن ہوتا ہے۔''[1] یہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿178﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿179﴾﴾ پہلے نازل ہونے والے حکم کی تاکید ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:180-182

اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید اور رسولوں پر سلام: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ظالموں، تکذیب کرنے والوں اور حد سے بڑھ جانے والوں کی بات سے اپنی ذات کو پاک، مقدس اور بری قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ﴾ ''آپ کا پروردگار جو صاحب عزت ہے پاک ہے۔'' وہ ایسی عزت کا مالک ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ﴿عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿180﴾﴾ ''ان (باتوں) سے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں۔'' یعنی وہ ان حد سے بڑھ جانے والے افترا پردازوں کی باتوں سے پاک ہے، ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿181﴾﴾ ''اور (تمام) پیغمبروں پر سلام ہے۔'' یعنی دنیا و آخرت میں ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ کہا وہ صحیح، حق اور درست تھا، ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿182﴾﴾ ''تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں۔'' یعنی دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، ہر حال میں اسی کے لیے تعریف ہے۔ تسبیح چونکہ نقص سے تنزیہ پر بھی مشتمل ہے، اس لیے اس مقام پر اور قرآن مجید کے دیگر بہت سے مقامات پر اسے ملا کر بیان کیا گیا ہے، بہر حال ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿180﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿181﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿182﴾﴾ ''وہ (مشرک) جو کچھ بیان کرتے ہیں آپ کا پروردگار جو صاحب عزت ہے اس سے پاک ہے اور (تمام) پیغمبروں پر سلام ہے اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہیں۔''

سعید بن ابو عروبہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا سَلَّمْتُمْ عَلَيَّ، فَسَلِّمُوا عَلَى الْمُرْسَلِينَ، فَإِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ مِّنَ الْمُرْسَلِينَ] ''جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر سلام بھیجو کیونکہ

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة......، حديث: 2945 و صحيح مسلم، الجهاد والسير، باب غزوة خيبر، حديث: 1365، بعد الحديث: 1801.

میں بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔“① ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابو محمد بغوی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اسے روز قیامت پورا پورا اجر وثواب ملے تو مجلس میں اس کی آخری بات یہ ہونی چاہیے: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿180﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿181﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿182﴾ ﴾ اسی طرح بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ کفارۂ مجلس کی یہ دعا ہے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ] ”پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی تعریف کے ساتھ، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں ہے، میں تجھ ہی سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف ہی توبہ کرتا ہوں۔“② میں نے کفارہ مجلس سے متعلق ایک مستقل جز (کتاب) کو ترتیب دیا ہے، اسے یہاں پر لکھا جائے گا۔ إن شاء اللّٰه تعالٰى.③

سورۂ صافات کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

---

① تفسير الطبرى:139/23 و تفسير ابن أبى حاتم:3234/10 و طبقات المحدثين بأصبهان لعبداللّٰه بن محمد بن جعفر بن حيان :11/2 (C.D). ② سنن أبى داود، الأدب، باب فى كفارة المجلس، حديث:4859 عن أبى برزة الأسلمى ﷺ و جامع الترمذى، الدعوات، باب ما يقول إذا قام من مجلسه، حديث : 3433 و مسند أحمد :369/2 و 495,494/2 عن أبى هريرة ﷺ، یہ حدیث صحیح ہے۔ یاد رہے یہ حدیث اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ان جملہ روایات کو محقق ”سامی بن محمد السلامۃ“ نے الصّٰفّٰت، آيات : 180-182 کے تحت جمع کیا ہے۔ ③ لیکن شاید اس کا اثبات نہ کر سکے کیونکہ ابن کثیر کے نسخوں میں یہ نہیں پایا جاتا۔

تفسیر سُوْرَۃُ صٓ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ② کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ

صٓ، قسم ہے نصیحت والے قرآن کی ①(یہ تو لاریب کتاب ہے) بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ تکبر اور مخالفت میں (پڑے) ہیں ② ہم نے ان سے پہلے کتنی

مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّلَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ③

ہی قومیں ہلاک کر دیں، تو (عذاب آنے پر) انھوں نے (مدد کو) پکارا جبکہ وہ فرار و خلاصی کا وقت نہ تھا③

تفسیر آیات:1-3

حروف مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کی ابتدا میں گفتگو ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں پر کیا گزری؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① ﴾ ”قسم ہے نصیحت والے قرآن کی!“ یعنی قرآن ایسی باتوں پر مشتمل ہے جن میں بندوں کے لیے نصیحت اور دنیا و آخرت کا نفع ہے۔ ضحاک نے ﴿ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ ﴾ (الأنبیآء 10:21) ”البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا ذکر ہے۔“ یعنی جس میں تمھارے لیے نصیحت ہے۔[1] امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، اسماعیل بن ابو خالد، ابن عیینہ، ابو حصین، ابو صالح اور سدی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ﴿ ذِی الذِّکۡرِ ؕ① ﴾ کے معنی ذو شرف، یعنی شان و مقام والے کے ہیں۔[3] اور ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو تذکیر، اعذار اور انذار پر مشتمل ہے۔ اس قسم کا جواب یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝ ﴾ (صٓ 14:38) ”اور (ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) آ واقع ہوا۔“ اور قتادہ کا قول ہے کہ جواب قسم یہ ہے: ﴿ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ② ﴾ ”بلکہ جو لوگ کافر ہیں، وہ غرور اور مخالفت میں ہیں۔“[4] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[5]

① تفسیر الطبری: 142/23. ② تفسیر الطبری: 142/23. ③ تفسیر الطبری: 142/23. ④ تفسیر الطبری: 143/23. ⑤ تفسیر الطبری: 143/23.

وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ؗ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۚ④ اَجَعَلَ

اورانھوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا، اور کافروں نے کہا: یہ تو ایک جادوگر ہے بڑا جھوٹا④ کیا اس

الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا

نے سارے معبودوں کو ایک کر دیا؟ بے شک یہ تو یقیناً ایک بڑی عجیب وغریب چیز ہے⑤ اور ان کے سردار (آوازِ حق سن کر یہ کہتے ہوئے) چل دیے کہ چلو

وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۚ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖۚ

اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، بے شک یہ چیز ہے جو کسی غرض سے (کہی جارہی) ہے⑥ ہم نے یہ بات کسی اور دین میں نہیں سنی، یہ تو بس گھڑی ہوئی

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚ⑦ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ

بات ہے⑦ کیا ہم میں سے اسی پر ذکر (قرآن) اتارا گیا ہے؟ بلکہ وہ تو میرے ذکر (وحی) کے متعلق شک میں ہیں، بلکہ ابھی تک انھوں نے میرا عذاب

ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ⑧ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ

نہیں چکھا⑧ کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو نہایت غالب، خوب عطا کرنے والا ہے؟⑨ یا آسمانوں اور زمین اور ان کے

الْوَهَّابِ ۚ⑨ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ⑩

درمیان ہر چیز کی بادشاہت انھی کے لیے ہے؟ (اگر ایسا ہے) تو چاہیے کہ وہ آسمانی راستوں کے ذریعے سے (آسمان پر) چڑھ جائیں⑩ (یہ تو) یہاں کے

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪

شکست خوردہ لشکروں میں سے ایک (معمولی سا) لشکر ہے⑪

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ②﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اس قرآن میں نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہے۔ لیکن کافر اس سے نفع حاصل نہیں کرتے کیونکہ وہ تو غرور وتکبر میں مبتلا ہو کر اور اس کی مخالفت اور دشمنی کر کے اس سے الگ راہ اختیار کر رہے ہیں۔ پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ڈرایا ہے کہ سابقہ امتوں کو رسولوں کی مخالفت اور آسمانی کتابوں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا تھا ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا'' جنھوں نے تکذیب کی تھی ﴿فَنَادَوْا﴾ ''تو وہ لگے فریاد کرنے۔'' یعنی جب ان کے پاس عذاب آیا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف فریاد کرنا اور دہائی دینا شروع کر دی لیکن اب یہ فریاد و دہائی کسی کام کی نہ تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ؕ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝﴾ (الأنبیآء 21: 13,12) ''پھر جب انھوں نے ہمارے (مقدمہ) عذاب کو محسوس کیا تو لگے اس سے بھاگنے، مت بھاگو اور جن (نعمتوں) میں تم عیش وآسائش کرتے تھے، ان کی اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ تم سے (اس بارے میں) دریافت کیا جائے۔''

ابوداود طیالسی نے تمیمی سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ③﴾ ''تو وہ (عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔'' کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے

فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ فریاد کرنے، رہائی دینے یا فرار ہونے کا وقت نہیں۔ [1] محمد بن کعب نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جب دنیا نے ان سے منہ پھیر لیا تو اُس وقت انھوں نے توحید کا اقرار کرتے ہوئے اللہ کے سامنے توبہ کرنی شروع کر دی۔ [2] قتادہ کہتے ہیں کہ جب انھوں نے عذاب کے آنے کو دیکھا تو توبہ کا ارادہ کر لیا مگر اب توبہ کا وقت نہ تھا۔ [3] مجاہد کہتے ہیں کہ یہ نہ فرار کا وقت تھا اور نہ دعوتِ حق کو قبول کرنے کا، اس لیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝ ﴾ ''اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔'' [4] یعنی اب یہ فرار ہونے اور بھاگ جانے کا وقت نہیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات: 4-11

مشرکین کا رسالت، توحید اور قرآن سے تعجب: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے رسول اللہ ﷺ کے بشیر و نذیر کی حیثیت سے مبعوث ہونے پر تعجب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (یونس 10:2) ''کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انھی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ایمان لانے والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔ (ایسے شخص کی نسبت) کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ ﴾ ''اور انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ڈرانے والا آیا۔'' یعنی جو انھی کی طرح کا بشر ہے۔

﴿ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ ﴾ ''اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر، جھوٹا ہے۔'' ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ﴾ ''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟'' یعنی کیا اس کا یہ گمان ہے کہ معبود ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ مشرکین نے اس بات کا انکار کیا۔ ان کا برا ہو۔ اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے پر اظہار تعجب کیا کیونکہ انھوں نے تو اپنے آباء واجداد سے بتوں کی عبادت ہی کو سیکھا تھا اور بتوں ہی کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دعوت دی کہ اپنے دلوں سے بتوں کی محبت کو نکال دو اور اللہ وحدہٗ لا شریک کی توحید کو اختیار کر لو تو انھوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ ﴾ ''کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے! اور ان میں سے سردار چل کھڑے ہوئے۔'' یعنی ان کے سردار، قائدین، رؤساء اور بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چل پڑے ﴿ اَنِ امْشُوْا ﴾ ''کہ چلو۔'' یعنی اپنے دین پر برقرار رہو ﴿ وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚ ﴾ ''اور اپنے معبودوں (کی پوجا) پر قائم رہو۔'' اور محمد (ﷺ) تمھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، اسے قبول نہ کرو ﴿ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝ ﴾ ''بے شک

---

[1] تفسیر الطبری: 145/23. [2] الدر المنثور: 557/5. [3] تفسیر الطبری: 145/23. [4] تفسیر الطبری: 145/23.

یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔‘‘ ابن جریر نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ محمد ﷺ تمھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ وہ تم پر شرف وفضیلت حاصل کریں اور تم میں سے انھیں پیروکار مل جائیں مگر ہم ان کی اس بات کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ ①

ان آیات کریمہ کا سبب نزول: ابوجعفر بن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو ان کے پاس قریش کا ایک گروہ آیا جس میں ابوجہل بھی تھا۔ انھوں نے ابوطالب سے کہا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو گالی دیتا، یہ کرتا اور یہ کہتا ہے، لہٰذا آپ انھیں اپنے ہاں بلائیں اور اس سے منع کریں۔ ابوطالب نے پیغام بھیجا تو نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ اس وقت ان لوگوں کے اور ابوطالب کے درمیان صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابوجہل ملعون کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ محمد (ﷺ) جب ابوطالب کے پاس بیٹھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ ابوطالب کا دل نرم ہو جائے تو وہ فوراً کود کر اس جگہ خود بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے چچا کے پاس جگہ نہ پائی تو آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے کہا: بھتیجے! آپ کی قوم کے لوگ آپ کی شکایت کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ آپ ان کے خداؤں کو گالی دیتے ہیں اور آپ یہ یہ باتیں کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے آپ ﷺ کے خلاف بہت باتیں کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کی بات سن کر فرمایا: چچا جان! میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایک کلمے کو اختیار کرلیں جس کے قبول کرنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے تابع ہو جائے گا اور عجم انھیں جزیہ دینے لگ جائیں گے۔ وہ آپ کی بات اور آپ کے اس کلمے سے چونک اٹھے اور کہنے لگے کہ ایک کلمہ! آپ کے باپ کی قسم! ہم دس کلمے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، آپ بتائیں کہ وہ کلمہ کیا ہے۔ ابوطالب نے بھی پوچھا کہ ہاں بھتیجے! بتائیں، وہ کلمہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کلمہ ہے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ]۔ یہ سن کر وہ لوگ نفرت کرتے اور اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ﴿ أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ ﴾ ’’کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے!‘‘ اس موقع پر یہاں سے لے کر ﴿ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧ ﴾ تک آیات نازل ہوئی تھیں۔ یہ ابوکُرَیب کی روایت کے الفاظ ہیں۔ ②

امام احمد اور نسائی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ③

﴿ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ ’’یہ (بات) پچھلے مذہب میں ہم نے کبھی سنی ہی نہیں۔‘‘ یعنی محمد (ﷺ) ہمیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں، ہم نے کبھی کسی پچھلے مذہب میں یہ بات نہیں سنی تھی۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں پچھلے مذہب سے مراد نصرانیت ہے اور انھوں نے کہا یہ تھا کہ اگر یہ قرآن حق ہوتا تو نصاریٰ نے

① تفسیر الطبری: 150/23. ② تفسیر الطبری: 149/23. ③ مسند أحمد: 362/1 والسنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، سورۃ صٓ: 442/6، حدیث: 11436 و جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب و من سورۃ صٓ، حدیث: 3232 مزید دیکھیے السلسلۃ الصحیحۃ: 195,194/1، تحت الحدیث: 92 و السیرۃ النبویۃ لمهدی رزق اللّٰہ: 197,196/1.

اس کے بارے میں ہمیں خبر دی ہوتی۔[1] ﴿ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴾ ”یہ بالکل بنائی ہوئی بات ہے۔“ مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿ اخْتِلَاقٌ ﴾ کے معنی جھوٹ کے ہیں۔[2] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی اٹکل پچو بیان کیے ہیں۔[3]

﴿ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ﴾ ”کیا ہم (سب) میں سے اسی پر نصیحت (کی کتاب) اتری ہے؟“ وہ اس بات کو بہت بعید سمجھتے تھے کہ ان سب میں سے قرآن کے نازل کیے جانے کے لیے محمد ﷺ ہی کا بطور خاص کیوں انتخاب کیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ ﴾ (الزخرف 31:43) ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ (الزخرف 32:43) ”کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ہم نے ان کے ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے۔“ جب انھوں نے یہ بات کہی جو ان کی جہالت اور قلتِ عقل پر دلالت کرتی تھی کہ ان سب میں سے رسول اللہ ﷺ ہی پر قرآن مجید کیوں نازل کیا گیا تو اس کے بارے میں یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴾ ”بلکہ انھوں نے ابھی میرے عذاب (کے مزے) کو نہیں چکھا۔“ یعنی انھوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ یہ بات کہنے کے وقت تک انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب یا اس کی طرف سے کسی سزا کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ انھوں نے یہ جو کہا ہے اور رسول ﷺ کی تکذیب کی ہے، اس کا وہ عنقریب انجام معلوم کر لیں گے جس دن ان کو جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرنے والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جس کو جو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے، اپنے بندوں میں سے جس کے دل پر چاہے اپنے حکم سے روح القدس کو نازل فرما دیتا ہے اور جس کے دل پر چاہے مہر لگا دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے مہر لگا دینے کے بعد، کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا، بندے کسی چیز کے بھی مالک نہیں، ملک میں انھیں قطعاً کوئی تصرف حاصل نہیں، تصرف تو کجا وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں ہیں۔ اسی لیے ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴾ ”کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں جو نہایت غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟“ یعنی وہ اس قدر غالب ہے کہ اس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا اور وہ بہت عطا فرمانے والا ہے جس کو جو چاہتا ہے، عطا فرما دیتا ہے، یہ آیت کریمہ حسبِ ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مشابہ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

[1] تفسیر الطبری: 151/23. [2] تفسیر الطبری: 153/23. [3] تفسیر الطبری: 153/23.

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۝ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا۝ ﴾ (النسآء 4 :53-55) ''کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے؟ تب تو لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے۔ یا جو اللہ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے، اس کا حسد کرتے ہیں؟ تو ہم نے خاندانِ ابراہیم کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی، پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رُکا (اور ہٹا) رہا تو ان نہ ماننے والوں (کے جلانے) کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَاۗىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 100:17) ''کہہ دیں کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمھارے ہاتھ میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے خوف سے (ان کو) بند کر رکھتے اور انسان بہت بخیل ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ بات کفار کی اس بات کو بیان کرنے کے بعد فرمائی ہے کہ انھوں نے انسانوں میں سے رسول کی بعثت کا انکار کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ۝ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ۝ ﴾ (القمر 26,25:54) ''کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوتی ہے؟ (نہیں!) بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے، ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ۝ ﴾ ''یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان (سب) پر انھی کی حکومت ہے؟ تو چاہیے کہ رسیاں تان کر (آسمانوں پر) چڑھ جائیں۔'' یعنی اگر انھیں یہ حکومت حاصل ہے تو وہ آسمانوں پر چڑھ جائیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اسباب سے مراد آسمان کے راستے ہیں۔[1] ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر انھیں یہ حکومت حاصل ہے تو وہ ساتویں آسمان تک چڑھ کر دکھائیں۔[2]

پھر فرمایا: ﴿ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ۝ ﴾ ''یہاں شکست کھائے ہوئے گروہوں میں سے یہ بھی ایک لشکر ہے۔'' یعنی یہ تکذیب کرنے والے گروہ جو غرور اور مخالفت میں ہیں، یہ عنقریب شکست کھائیں گے، مغلوب ہو جائیں گے اور تباہ و برباد ہو جائیں گے جیسا کہ ان سے پہلے تکذیب کرنے والے لشکر تباہ و برباد کر دیے گئے تھے۔ یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا حسب ذیل ارشاد ہے: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝ ﴾ (القمر 45,44:54) ''یا (یوں) کہتے ہیں کہ ہم انتقام لینے والی جماعت ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'' غزوۂ بدر کے دن اسی طرح ہوا تھا، پھر فرمایا: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۝ ﴾ (القمر 54: 46) ''بلکہ ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔''

---

[1] تفسير الطبرى : 154/23 . [2] تفسير الطبرى : 154/23 .

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ⑫ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ

ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے (حق کو) جھٹلایا⑫ اور قوم ثمود اور قوم لوط اور اصحاب اَیکہ نے بھی (جھٹلایا، واقعی) یہ (بہت بڑے

1 ع 14 10 اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ⑬ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ⑭ ع وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً

اور طاقتور) لشکر تھے⑬ (ان میں سے) ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا، لہٰذا (ان پر) میرا عذاب ثابت ہو گیا⑭ یہ لوگ تو بس ایک (ہولناک) چیخ کا انتظار

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ⑮ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ⑯

کر رہے ہیں، جس میں کوئی وقفہ نہیں ہو گا⑮ اور انھوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا (عذاب کا) حصہ یوم حساب سے پہلے جلد دے دے⑯

تفسیر آیات: 12-16

ہلاک کردہ سابقہ قوموں سے عبرت: اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی تکذیب و مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والے عذابوں اور سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بہت سے مقامات پر ان قوموں کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ﴿ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ⑬ ﴾ ''یہی وہ گروہ ہیں'' جو طاقت و قوت میں بھی تم سے زیادہ تھے اور مال و اولاد بھی تمھاری نسبت کثیر رکھتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو ان میں سے کوئی چیز بھی انھیں عذاب الٰہی سے نہ بچا سکی، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ⑭ ﴾ ''(ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) آ واقع ہوا۔'' پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انھیں ہلاک کر دینے کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ انھوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی، لہٰذا مخاطب لوگوں کو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب سے بہت زیادہ ڈرنا چاہیے۔ ﴿ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ⑮ ﴾ ''اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جس میں کچھ وقفہ نہیں ہو گا، انتظار کرتے ہیں۔'' امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی وقفہ نہیں ہو گا۔[1] یعنی یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس قیامت اچانک آ جائے، پس اس کی علامات تو آ گئی ہیں جس کی وجہ سے قیامت بھی بہت قریب ہے۔ اس زور کی آواز سے مراد وہ نفخۂ فزع ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ وہ اسے طول دے دیں، اس کو سن کر آسمانوں اور زمین والوں میں سے ہر ایک پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہو جائے گی، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ⑯ ﴾ ''اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔'' اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس بات کی تردید فرمائی ہے جو وہ اپنے لیے جلد عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لفظ قِطّ کے معنی کتاب کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی حصے کے ہیں۔[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، حسن اور کئی ایک ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے جلد عذاب

[1] تفسير عبدالرزاق : 112/3، رقم : 2578 عن قتادة. [2] تفسير القرطبي : 157/15.

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿17﴾

(اے نبی!) جو کچھ یہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کیجیے اور ہمارے بندے داود کو یاد کیجیے جو صاحب قوت تھا، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا﴿17﴾ بے شک

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿18﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ

ہم نے پہاڑ اس کے تابع کر دیے تھے، جبکہ وہ (اس کے ساتھ) صبح و شام تسبیح کرتے رہتے تھے﴿18﴾ اور پرندے بھی (تابع کر دیے تھے) اکٹھے کیے ہوئے،

كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿19﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿20﴾

سب اس کے مطیع و فرماں بردار تھے﴿19﴾ اور ہم نے اس کی بادشاہی مستحکم کر دی تھی، اور ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن بات (کی صلاحیت) دی تھی﴿20﴾

مانگا تھا۔[1] قتادہ نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ جیسے انھوں نے یہ کہا تھا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (الأنفال 32:8) ''اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب ہم پر لے آ۔''[2] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے جنت کے حصے کا جلد مطالبہ کیا، بشرطیکہ ان کے لیے جنت میں کوئی حصہ موجود ہو تاکہ وہ اسے دنیا ہی میں حاصل کر لیں، یہ بات انھوں نے جنت اور اس سے متعلق وعدوں کو بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ انھوں نے مطالبہ کیا کہ وہ جس خیر یا شر کے مستحق ہیں، وہ انھیں دنیا ہی میں مل جائے۔[3] امام ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول بہت بہتر ہے۔ ضحاک اور اسماعیل بن ابو خالد کے قول کا مفہوم قریبًا قریبًا یہی ہے، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.[4] مشرکین نے یہ بات چونکہ استہزا کے طور پر اور اسے بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی طرف سے ایذا رسانیوں پر صبر کا مظاہرہ کریں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری بھی سنا دی کہ صبر کے صلے میں عافیت، فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی نصیب ہوگی۔

تفسیر آیات:17-20

حضرت داود علیہ السلام کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ صاحبِ قوت تھے۔ أید کے معنی علم و عمل میں قوت کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ أید کے معنی قوت کے ہیں۔[5] اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی اطاعت میں قوت کے ہیں۔[6] امام قتادہ نے کہا ہے کہ داود علیہ الصلاۃ والسلام کو عبادت کی قوت اور دین کی فقاہت عطا کی گئی تھی۔[7] حدیث میں ہے کہ حضرت داود علیہ الصلاۃ والسلام ایک تہائی رات قیام فرمایا کرتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری و مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: [أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عليه السلام، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ

---

① تفسیر الطبری: 160/23 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3237,3236/10. ② تفسیر الطبری: 160/23. ③ تفسیر الطبری: 161/23. ④ تفسیر الطبری: 161/23. ⑤ تفسیر الطبری: 162/23. ⑥ تفسیر الطبری: 162/23.
⑦ تفسیر الطبری: 162/23.

سُدُسَهٗ، [وَکَانَ یَصُومُ یَوْمًا وَّیُفْطِرُ یَوْمًا وَّلَا یَفِرُّ إِذَا لَاقٰی (وَإِنَّهٗ کَانَ أَوَّابًا)] ”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داود علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ روزے بھی داود علیہ السلام کے روزے ہیں، وہ نصف رات سوتے اور تیسرا حصہ قیام کرتے تھے اور پھر چھٹا حصہ سو جاتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور دشمن کے مقابلے سے بھاگتے نہیں تھے اور یقیناً (اللہ تعالیٰ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔“ ① یہاں جو [أَوَّابًا] کا لفظ آیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل کی طرف اپنے تمام امور و معاملات میں بہت زیادہ رجوع کرنے والا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴾ ”بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا (کہ) صبح و شام ان کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کرتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو طلوعِ آفتاب کے وقت اور دن کے آخری حصے میں ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ ﴾ (سبا 34:10) ”اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح دہراؤ اور پرندو! (تم بھی۔)“ اسی طرح جب آپ تسبیح پڑھتے تو پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور جب آپ دہراتے تو وہ بھی دہراتے اور ہوا میں اڑتا ہوا کوئی پرندہ جب آپ کو ترنم سے زبور پڑھتے ہوئے سنتا تو وہ وہاں سے جا نہیں سکتا تھا بلکہ ہوا ہی میں کھڑے ہو کر آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتا۔ اسی طرح بلند و بالا پہاڑ بھی آپ کی تسبیح کا جواب دیتے، آپ کے ساتھ دہراتے اور آپ کی پیروی میں تسبیح کرتے۔

ابن جریر نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز ضحیٰ نہیں پڑھا کرتے تھے، میں انھیں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس لے گیا اور میں نے ان سے عرض کی کہ جو بات آپ نے مجھے بتائی ہے وہ اسے بھی بتا دیں، انھوں نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے، پھر آپ نے حکم دیا اور آپ کے لیے ایک ٹب میں پانی ڈالا گیا، پھر آپ نے حکم دیا اور ایک کپڑے کے ساتھ پردہ کر دیا گیا، آپ نے غسل فرمایا اور پھر گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑکا گیا، جہاں آپ نے آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی۔ یہ ضحیٰ کی نماز تھی، ان تمام رکعات میں قیام، رکوع، سجود اور جلوس قریباً برابر تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نکلے اور وہ کہہ رہے تھے کہ دونوں لوحوں کے مابین جو کچھ ہے، میں نے اسے پڑھا ہے مگر نماز ضحیٰ کا مجھے ﴿ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴾ ”صبح و شام ان کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) ذکر کرتے تھے۔“ سے ابھی علم ہوا ہے، میں کہتا تھا کہ نماز اشراق کہاں ہے اور بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ یہاں اشراق سے مراد نماز چاشت

① پہلا حصہ صحیح البخاری، التہجد، باب من نام عند السحر، حدیث: 1131 و صحیح مسلم، الصیام، باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به......، حدیث: (189)-1159 اور دوسرا حصہ صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ (النسآء 4:163)، حدیث: 3419 و صحیح مسلم، الصیام، باب النهی عن صوم الدهر ......، حدیث: (187)-1159 عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں ہے جبکہ قوسین والے الفاظ ہمیں نہیں ملے۔

وقف لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿21﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ

اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار پھاند کر کمرے میں آ گئے ﴿21﴾ جب وہ داود کے پاس پہنچے تو وہ ان سے ڈر گئے، انھوں نے

مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ

کہا: آپ مت ڈریں! (ہم) دو جھگڑنے والے ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، لہٰذا آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ

وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿22﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ

فرمائیں، اور بے انصافی نہ کریں، اور سیدھی راہ کی طرف ہماری رہنمائی کریں ﴿22﴾ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور

نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿23﴾ قَالَ

میرے پاس ایک ہی دنبی ہے، تو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے سپرد کر دے، اور اس نے بات چیت میں مجھے دبا لیا ہے ﴿23﴾ آپ نے فرمایا: تیری دنبی اپنی

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ

دنبیوں میں ملانے کا کہہ کر اس نے یقیناً تجھ پر ظلم کیا ہے، اور بلاشبہ مل جل کر کام کرنے والوں میں سے بہت سے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں، اور داود نے جان لیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے، لہٰذا

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿24﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ — السجدة 11

اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی، اور وہ گر پڑا رکوع کرتے ہوئے اور (اللہ کی طرف) رجوع کیا ﴿24﴾ پھر ہم نے اس کی یہ (غلطی) بخش دی، اور بے شک اس

ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿25﴾

کے لیے ہمارے پاس بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے ﴿25﴾

ہے۔ (1) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ﴾ ”اور پرندوں کو بھی کہ جمع رہتے تھے۔“ یعنی ہوا میں رکے رہتے تھے، ﴿كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿19﴾﴾ ”سب ان کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔“ یعنی مطیع و فرماں بردار تھے اور ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے تھے، سعید بن جبیر، قتادہ، مالک، زید بن اسلم اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ﴿اَوَّابٌ ﴿19﴾﴾ کے معنی مطیع و فرماں بردار کے ہیں۔ (2) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ﴾ ”اور ہم نے اس کی بادشاہی کو مستحکم کیا۔“ یعنی ان کی بادشاہت کامل تھی اور وہ تمام ساز و سامان انھیں میسر تھا جس کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے، ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اہل دنیا میں سے سب سے زیادہ مضبوط بادشاہت آپ کی تھی۔ (3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ﴾ ”اور ہم نے اس کو حکمت عطا فرمائی۔“ مجاہد کہتے ہیں: یعنی فہم، عقل اور ذکاوت۔ (4) قتادہ کہتے ہیں: یعنی انھیں کتاب اللہ عطا فرمائی اور اس میں جو کچھ ہے، اس کی اتباع۔ (5) سُدی کا قول ہے کہ

(1) تفسیر الطبری: 164,163/23. (2) تفسیر الطبری: 164/23. (3) الدر المنثور: 563/5. (4) تفسیر الماوردی: 84/5 عن شریح. (5) دیکھیے تفسیر الطبری: 166/23.

یہاں حکمت سے مراد نبوت ہے۔[1] ﴿ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ ﴾ ''اور (خصومت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا۔)'' قاضی شُریح اور شعبی کہتے ہیں کہ ﴿ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ ﴾ سے مراد ہے کہ فیصلے کے لیے گواہوں اور قسموں کا طریقہ سکھایا۔[2] قتادہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سکھایا کہ مدعی دو گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ قسم پیش کرے۔ فرمایا کہ یہی ﴿ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ ﴾ ہے جس کے مطابق انبیاء و مرسلین عظام علیہم السلام نے فیصلے فرمائے تھے۔ راوی کو شک ہے کہ یہاں انھوں نے انبیاء و مرسلین کے الفاظ استعمال کیے یا مومن اور صالح لوگوں کے الفاظ۔ اس امت میں بھی روزِ قیامت تک قضا کے سلسلے میں یہی احوال سامنے رہیں گے، ابوعبدالرحمٰن سلمی کا بھی یہی قول ہے۔[3] مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاملے کو سمجھنا اور صحیح فیصلہ کرنا ہے۔[4] صحیح بات یہ ہے کہ یہ الفاظ ان تمام معانی پر مشتمل ہیں اور مراد بھی یہی ہے اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔[5]

تفسیر آیات:21-25

دو جھگڑا کرنے والوں کا قصہ: مفسرین نے یہاں ایک قصہ ذکر کیا ہے جو زیادہ تر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور اس کے بارے میں نبی معصوم ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے کہ جس کی اتباع کرنا واجب ہو، البتہ ابن ابوحاتم نے ایک حدیث ذکر کی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وہ بروایت یزید رقاشی از حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے اور یہ یزید گو نیک لوگوں میں سے تھا لیکن ائمۂ حدیث کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس قصے کے صرف پڑھنے پر اکتفا کیا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کا صحیح صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کیونکہ قرآن مجید حق ہے اور جو اس میں مذکور ہے، وہ بھی سب حق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَفَزِعَ مِنْهُمْ ﴾ ''تو وہ ان سے گھبرا گئے۔'' کیونکہ اس وقت وہ محراب (عبادت گاہ) میں تھے اور وہ ان کے گھر کی سب سے بہتر جگہ تھی اور انھوں نے حکم دے رکھا تھا کہ آج ان کے پاس کوئی نہ آئے مگر انھوں نے دیکھا کہ دو شخص دیوار پھاند کر ان کے پاس آ گئے ہیں اور ان سے اپنے معاملے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝ ﴾ ''اور گفتگو میں مجھے اس نے دبا لیا ہے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ گفتگو میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ کیونکہ عَزَّ یَعُزُّ کے معنی غالب آ جانے کے ہیں۔ ﴿ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ ﴾ ''اور داود نے خیال کیا کہ (اس واقعے سے) ہم نے اس کو آزمایا ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ فَتَنَّاهُ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے۔[6] ﴿ وَخَرَّ رَاكِعًا ﴾ میں ﴿ رَاكِعًا ﴾ کے معنی ہیں: سَاجِدًا، یعنی سجدے میں گر پڑے ﴿ وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ﴾ ''اور اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا تو ہم نے ان کو وہ بخش دیا۔'' یعنی وہ کام جو داود علیہ السلام سے سرزد ہوئے انھیں معاف کر دیا جو اس قبیل سے تھے جس کے متعلق کہا جاتا ہے: إِنَّ حَسَنَاتِ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ ''ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں۔''

---

① تفسير الطبرى: 166/23. ② تفسير الطبرى: 167,166/23. ③ تفسير الطبرى: 166/23. ④ تفسير الطبرى: 166/23. ⑤ تفسير الطبرى: 167/23. ⑥ تفسير الطبرى: 173/23.

سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کا سجدہ: سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کا یہ سجدہ ضروری سجود میں سے نہیں ہے بلکہ یہ سجدۂ شکر ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کے سجدے کے بارے میں فرمایا کہ یہ ضروری سجود میں سے نہیں ہے، البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[1] اسے امام بخاری، ابوداود، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2] امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ بے شک نبی ﷺ نے سورۂ ﴿ صٓ ﴾ میں سجدہ کیا اور فرمایا: [سَجَدَهَا دَاوُدُ تَوْبَةً وَّنَسْجُدُهَا شُكْرًا] ''داود (علیہ السلام) نے یہ سجدہ توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم یہ سجدہ شکر کے طور پر کرتے ہیں۔''[3] اس حدیث کو (کتب ستہ میں سے) امام نسائی ہی نے روایت کیا ہے، البتہ اس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں عوام رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام مجاہد سے سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کے سجدے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ ان آیات کو نہیں پڑھتے؟ ﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ ﴾ (الأنعام 84:6) ''اور اس کی اولاد میں سے ہیں داود اور سلیمان۔'' ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ (الأنعام 90:6) ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی تو تم انھیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔'' یعنی داود علیہ السلام بھی ان انبیاء میں سے ہیں جن کے بارے میں تمھارے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی پیروی کریں، داود علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی سجدہ کیا۔[4]

امام ابوداود نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر سورۂ ﴿ صٓ ﴾ کی تلاوت فرمائی اور جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے منبر سے نیچے اتر کر سجدہ فرمایا، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، جب آپ نے دوسرے دن اس کی تلاوت فرمائی اور آیت سجدہ پر پہنچے، لوگ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے مگر آپ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا هِيَ تَوْبَةُ نَبِيٍّ، وَّلٰكِنِّي رَأَيْتُكُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُودِ] ''یہ تو ایک نبی کی توبہ ہے لیکن میں نے دیکھا کہ تم سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہو۔'' تو آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور آپ نے سجدہ فرمایا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔[5] اس حدیث کو (کتب ستہ میں سے) صرف امام ابوداود ہی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیحین کی شرط کے مطابق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴾ ''اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور

---

① مسند أحمد: 360/1 . ② صحيح البخاري، سجود القرآن و سنتها، باب سجدة ﴿ صٓ ﴾، حديث: 1069 و سنن أبي داود، سجود القرآن، باب السجود في ﴿ صٓ ﴾، حديث: 1409 و جامع الترمذي، الجمعة، باب ما جاء في السجدة في ﴿ صٓ ﴾، حديث: 577 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير: 342/6، حديث: 11170 . ③ سنن النسائي، الافتتاح، باب سجود القرآن، السجود في ﴿ صٓ ﴾، حديث: 958 . ④ صحيح البخاري، التفسير، سورة ﴿ صٓ ﴾، حديث: 4807 . ⑤ سنن أبي داود، سجود القرآن، باب السجود في ﴿ صٓ ﴾، حديث: 1410 .

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

(ہم نے کہا:) اے داود! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا، اور نفسانی خواہش کی پیروی

فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ

نہ کرنا کہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی، بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے، اس لیے کہ وہ

2 ع 12 11 بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿26﴾

یوم حساب کو بھول گئے ﴿26﴾

عمدہ مقام ہے۔'' یعنی روزِ قیامت انھیں قرب حاصل ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انھیں اپنے تقرب سے سرفراز فرمائے گا، نیز انھیں عمدہ مقام، یعنی ان کی توبہ اور اپنی مملکت میں مکمل عدل کی وجہ سے انھیں جنت میں بلند و بالا درجات نصیب ہوں گے جیسا کہ صحیح (مسلم) میں ہے: [إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّورٍ عَنْ يَّمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا] ''یقیناً عدل و انصاف کرنے والے رحمان کے دائیں ہاتھ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ (یعنی) وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اہل و عیال اور سپرد شدہ (دیگر معاملات) میں عدل و انصاف کیا کرتے ہیں۔''[1]

تفسیر آیت: 26

حکام اور سلاطین کو وصیت: یہ اللہ عزوجل کی طرف سے حکمرانوں کے لیے وصیت ہے کہ وہ لوگوں میں اس حق کے ساتھ فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس سے روگردانی نہ کریں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے رستے سے بھٹک جائیں گے اور جو شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کے رستے سے بھٹک جائے اور یوم حساب کو بھول جائے تو اللہ تعالیٰ نے اسے شدید وعید اور عذاب کی دھمکی دی ہے۔ ابن ابو حاتم نے ابراہیم ابو زرعہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس نے گذشتہ کتابیں پڑھی تھیں۔ کہ ولید بن عبدالملک نے اس سے کہا: کیا خلیفہ سے بھی حساب لیا جائے گا؟ تو نے پہلی کتاب کو بھی پڑھا ہے اور قرآن مجید کو بھی پڑھا اور سمجھا ہے۔ میں نے کہا: امیر المومنین! کیا میں بات کر سکتا ہوں؟ انھوں نے کہا: ہاں، کہو: تم اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو۔ میں نے کہا: امیر المومنین! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں داود علیہ السلام سے بھی زیادہ معزز ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت اور خلافت عطا فرمائی تھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو اس انداز سے تنبیہ فرمائی: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ ''اے داود! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے، تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمھیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔''[2] عکرمہ نے کہا ہے: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿26﴾﴾ ''ان کے لیے سخت عذاب

[1] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل......، حديث : 1827عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه. [2] تاريخ الخلفاء، باب الوليد بن عبدالملك : 91/1، (C.D).

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بیکار پیدا نہیں کیا، یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنھوں نے کفر کیا، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿27﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ

آگ کی ہلاکت ہے﴿27﴾ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان لوگوں کے مانند کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے والے

فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿28﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ

ہیں؟ یا ہم متقین کو بدکاروں کے مانند کر دیں گے؟﴿28﴾ (یہ قرآن) ایک کتاب ہے، ہم نے اسے آپ کی طرف نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، تاکہ وہ اس کی

وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿29﴾

آیتوں پر غور کریں اور عقل مند (اس سے) نصیحت حاصل کریں﴿29﴾

(تیار) ہے کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔'' اس میں تقدیم وتاخیر ہے گویا عبارت اس طرح ہے: لَهُمْ يَوْمَ الْحِسَابِ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا ''ان کے لیے حساب کے دن شدید عذاب ہے اس وجہ سے جو انھوں نے بھلایا۔''① سدی کہتے ہیں کہ ان کے لیے عذاب شدید ہوگا، اس لیے کہ انھوں نے یوم حساب کے لیے عمل کو ترک کر دیا تھا۔② آیت کے ظاہر الفاظ کے ساتھ یہ قول زیادہ مطابق ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات:27-29

دنیا کے پیدا کرنے میں حکمت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مخلوق کو عبث پیدا نہیں فرمایا بلکہ انھیں اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اسے وحدہٗ لاشریک مانیں، پھر وہ روزِ قیامت ان سب کو جمع کر کے اپنے مطیع و فرماں بردار کو ثواب عطا فرمائے گا اور کافر و نافرمان کو مبتلائے عذاب کرے گا۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ﴾ ''اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو (کائنات) ان میں ہے، اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا، یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں۔'' یعنی جو بعثت اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ان کا دین و ایمان صرف یہ دنیا ہی ہے ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿27﴾﴾ ''پس کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔'' قیامت کے دن اور بعثت کے دن ان کے لیے اس آگ کا عذاب ہوگا جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کے عدل وحکمت کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ مومنوں اور کافروں سے ایک جیسا سلوک نہیں فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿28﴾﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں

① تفسیر الطبری: 181/23، البتہ تفسیر ابن کثیر میں لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ يَوْمَ الْحِسَابِ...... ہے۔ ② تفسیر الطبری: 181/23 مختصرًا.

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ﴿30﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ

اور ہم نے داود کو سلیمان عطا کیا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا﴿30﴾ جب شام کے وقت اس کے سامنے اصیل تیز رو

الْجِيَادُ ﴿31﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿32﴾ وقفة

گھوڑے پیش کیے گئے﴿31﴾ تب اس نے کہا: بلاشبہ میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے محبوب جانا (ترجیح دی) ہے، حتی کہ وہ (سورج) پردے میں

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿33﴾

چھپ گیا﴿32﴾ (کہا:) انھیں میرے پاس واپس لاؤ، پھر وہ (ان کی) پنڈلیوں اور گردنوں پر (ہاتھ) پھیرنے لگے﴿33﴾

کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟'' یعنی ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور جب یہ برابر نہیں ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ایک دوسرا جہان ہو جس میں فرماں بردار کو جزا اور نافرمان کو سزا دی جائے۔ عقل سلیم اور فطرت مستقیم اس سے راہنمائی حاصل کر سکتی ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن ضرور ہونا چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ظالم و باغی انسان کے مال و اولاد و اسبابِ تعیش ہیں ان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور پھر وہ مر جاتا ہے اور مطیع و مظلوم انسان بھی اپنے دکھوں سمیت ایک دن فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ جو حکیم و علیم و عادل ہے اور جو کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، ایک ایسا دن بھی مقرر فرمائے جس میں وہ اپنے فرماں بردار اور نافرمان سے انصاف کرے اور جب اس دنیا میں ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ جزا و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جہان مقرر فرما رکھا ہے۔ قرآن مجید اسی طرح کے صحیح مقاصد اور عقلی و صریح مآخذ کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴿29﴾ ﴾ ''(یہ) کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔'' ﴿ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴿29﴾ ﴾ کے معنی اہل عقل ہیں، اَلْبَاب، لُبّ کی جمع ہے اور لُبّ عقل کو کہتے ہیں۔

تفسیر آیات:30-33

سلیمان بن داود علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے داود کو سلیمان عطا کیا، یعنی سلیمان علیہ السلام کو نبی بنایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ ﴾ (النمل 16:27) ''اور سلیمان داود کے قائم مقام ہوئے۔'' یعنی نبوت میں ورنہ ان کے تو اور بیٹے بھی تھے،[1] اس لیے کہ حضرت داود علیہ الصلاۃ والسلام کے حبالۂ عقد میں ایک سو آزاد عورتیں تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴿30﴾ ﴾ ''بہت خوب بندے تھے (اور) بے شک وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔'' یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے والے اور

[1] نیز انبیاء علیہم السلام کا ترکہ بطور ورثہ تقسیم نہیں ہوتا وہ امت کے لیے صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: [لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ] ''ہم سے کوئی وارث نہیں بنتا، ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔'' صحيح البخاري، فرض الخمس، باب فرض الخمس، حديث: 3094 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴾ یعنی جب سلیمان علیہ السلام کی مملکت وسلطنت میں ان کے سامنے اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ وہ گھوڑے ہوتے ہیں جو اپنے تین پاؤں اور چوتھے پاؤں کے کھر کے کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں[1] اور جیاد کے معنی تیز رفتار کے ہیں۔[2] دیگر کئی ایک ائمۂ سلف نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3]

امام ابو داود رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک۔ یا خیبر۔ سے واپس تشریف لائے تو ان کے (گھر) طاقچے پر پردہ تھا، ہوا چلی تو ایک طرف سے پردہ ہٹ گیا، وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں نظر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ؟] ''عائشہ! یہ کیا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا کہ یہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے کپڑے سے بنے ہوئے دو پر بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا هٰذَا الَّذِي أَرٰى وَسْطَهُنَّ؟] ''یہ میں ان کے درمیان کیا دیکھ رہا ہوں؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ گھوڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَاهٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ؟] ''یہ اس کے اوپر کیا ہے؟'' انھوں نے عرض کی: یہ دو پر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فَرَسٌ لَهٗ جَنَاحَانِ؟] ''گھوڑے کے دو پر؟'' انھوں نے جواب دیا: آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایسے گھوڑے تھے جن کے پر تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسنے لگے کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھ لیں۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَقَالَ إِنِّيْٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴾ ''تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت کو اختیار کیا ہے، حتی کہ وہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔'' کئی ایک ائمۂ سلف اور مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ آپ گھوڑوں کے مشاہدے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر کا وقت ختم ہو گیا۔ اور اس سلسلے میں قطعی بات یہ ہے کہ عمدًا نہیں بلکہ بھول جانے کی وجہ سے آپ کی نماز رہ گئی تھی جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مشغول ہو گئے تھے کہ آپ نمازِ عصر نہ پڑھ سکے حتی کہ آپ نے اسے غروبِ آفتاب کے بعد ادا فرمایا تھا اور یہ بات صحیحین میں کئی ایک سندوں سے ثابت ہے، مثلاً: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خندق کے دن غروبِ آفتاب کے بعد آئے اور کفارِ قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں نمازِ عصر نہیں پڑھ سکا حتی کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! مَا صَلَّيْتُهَا] ''اللہ کی قسم! میں بھی تو اسے نہیں پڑھ سکا۔'' راوی کا بیان ہے کہ ہم وادیٔ بُطحان کی طرف چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے وضو فرمایا، ہم نے بھی وضو کیا اور آپ نے نمازِ عصر غروب آفتاب کے بعد پڑھی اور پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا

① تفسير الطبرى: 183/23. ② تفسير الطبرى: 184,183/23. ③ تفسير الطبرى: 183/23 وتفسير البغوى: 68/4.

④ سنن أبى داود، الأدب، باب اللعب بالبنات، حديث: 4932.

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿34﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

اور بلاشبہ ہم نے سلیمان کو آزمایا، اور ہم نے اس کی کرسی پر ایک دھڑ ڈال دیا، پھر اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا﴿34﴾ اس نے کہا: اے میرے رب!

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿35﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

مجھے بخش دے، اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ وہ میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، بلاشبہ تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے﴿35﴾ چنانچہ ہم نے ہوا اس کے تابع

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿36﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿37﴾ وَّاٰخَرِيْنَ

کر دی تھی، وہ اس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا﴿36﴾ اور شیاطین (جنات) کو (بھی تابع کر دیا) ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿38﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿39﴾ وَاِنَّ

والے کو﴿37﴾ اور دوسروں کو (جو) زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے﴿38﴾ یہ ہماری بخشش ہے، لہٰذا (لوگوں پر) احسان کر یا روک رکھ، کوئی حساب نہیں

3 ع 14 12 لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿40﴾ ع

ہوگا﴿39﴾ اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے﴿40﴾

فرمائی۔[1] ﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿33﴾﴾ ”(بولے کہ) ان کو میرے پاس واپس لاؤ، پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! تم مجھے میرے رب کی عبادت سے غافل نہیں کرو گے، یہ تمھاری زندگی کے آخری لمحات ہیں، پھر انھوں نے حکم دیا اور ان گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دی گئیں۔[2] امام قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3] اور سدی نے کہا ہے کہ آپ نے تلواروں کے ساتھ ان کی گردنوں اور ٹانگوں کو کاٹ دیا۔[4] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ازراہِ محبت گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا تھا۔[5] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ کسی حیوان کو عذاب دیں اور بلاوجہ اپنے مال کو ہلاک کر دیں، آپ انھیں دیکھنے میں مشغول ہو کر نماز عصر جوادا نہ فرما سکے تو اس میں ان گھوڑوں کا تو کوئی گناہ نہ تھا۔[6]

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو جو ترجیح دی ہے تو یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ بات جائز ہو، بالخصوص جب اس طرح کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو کہ آپ ان گھوڑوں کے دیکھنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ نمازِ عصر ادا نہ فرما سکے حتی کہ اس کا وقت ختم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر گھوڑوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھوڑوں سے بہتر چیز عطا فرما دی اور وہ ہوا تھی کہ آپ جہاں پہنچنا چاہتے، وہ آپ کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی اور اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی

---

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث: 4112 وصحيح مسلم، المساجد......، باب الدليل لمن قال: الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، حديث: 631. ② تفسير الطبري: 185/23. ③ تفسير الطبري: 185/23. ④ تفسير الطبري: 186/23. ⑤ تفسير الطبري: 186/23. ⑥ تفسير الطبري: 186/23.

تھی۔① تو یہ ہوا گھوڑوں کی نسبت زیادہ تیز بھی تھی اور بہتر بھی۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابوقتادہ اور ابودہماء رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے جو بیت اللہ کی طرف بکثرت سفر کرتے رہتے تھے، انھوں نے بیان کیا کہ ہم اہل بادیہ میں سے ایک شخص کے پاس آئے تو اس بدوی نے ہم سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک بار) میرے ہاتھ کو تھام لیا اور مجھے وہ باتیں سکھانا شروع کیں جو اللہ عزوجل نے آپ کو سکھائی تھیں، آپ نے یہ بھی فرمایا: [إِنَّكَ لَنْ تَدَعَ شَيْئًا اتِّقَاءَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ إِلَّا أَعْطَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهُ] ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے تم جس چیز کو چھوڑ دو گے تو اللہ عزوجل تمھیں اس سے بہتر عطا فرما دے گا۔''②

تفسیر آیات: 34-40

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے اس دھڑ کی حقیقت کو بیان نہیں فرمایا جسے اس نے سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ڈال دیا تھا، لہٰذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال کر ان کی آزمائش فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ دھڑ کیا تھا۔ اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، ہم نہیں جانتے کہ اس میں سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ثُمَّ أَنَابَ﴾ ''پھر اس نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔'' یعنی اس آزمائش کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، دعا کی، اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور ایسی حکومت طلب کی جو آپ کے بعد کسی کو شایاں نہ ہو ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''(اور) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو، بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔'' بعض نے کہا ہے کہ میرے بعد کسی کو شایان نہ ہو، کے معنی یہ ہیں کہ ان کے بعد کسی بھی بشر کو اس طرح کی حکومت حاصل نہ ہو اور اس آیت کریمہ سے بظاہر یہی معنی معلوم ہوتے ہیں اور اس کی تائید میں رسول اللہ ﷺ سے کئی صحیح احادیث بھی وارد ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ عِفْرِيتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ- أَوْقَالَ كَلِمَةً نَّحْوَهَا- لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتّٰى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ﴾] ''گزشتہ شب ایک سرکش جن نے مجھ پر حملہ کیا، تاکہ مجھ پر (میری) نماز قطع کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر دسترس عطا فرما دی (اور میں نے اسے پکڑ لیا) اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں حتی کہ صبح ہو جائے اور پھر تم سب اسے دیکھو لیکن اس

① دیکھیے سباء، آیت: 12 کے ذیل میں۔ ② مسند أحمد: 78/5.

وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی: ''اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔'' روح رحمہ اللہ ۔ راوی۔ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے اسے ذلیل لوٹا دیا۔[1] اور اس کو امام مسلم اور امام نسائی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا شروع فرمائی تو ہم نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ] ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر آپ نے تین بار فرمایا: [أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ] ''میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجتا ہوں۔'' پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک کو اس طرح آگے بڑھایا، گویا کسی چیز کو پکڑ رہے ہوں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے نماز پڑھتے ہوئے ایسے الفاظ سنے جو پہلے کبھی نہیں سنے تھے اور ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دستِ مبارک کو آگے کی طرف بڑھایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ إِبْلِيسَ، جَاءَ بِشِهَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِّيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي، فَقُلْتُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَرَدْتُ أَخْذَهُ، وَاللّٰهِ! لَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ عليه السلام لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَّلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس آگ کا ایک انگارا لے کر آیا تاکہ اسے میرے چہرے پر ڈال دے تو میں نے تین بار یہ کلمہ پڑھا: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ] ''میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر میں نے کہا: [أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ] ''میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت بھیجتا ہوں۔'' مگر وہ تینوں بار پیچھے نہ ہٹا تو میں نے ارادہ کر لیا کہ اسے پکڑ لوں، اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ یہاں بندھا ہوتا اور اہلِ مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیل رہے ہوتے۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ﴾ ''پھر ہم نے ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے، ان کے حکم سے نرم نرم چلنے لگتی۔'' امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے لیے ناراضی کی خاطر گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹ دیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان سے بہتر اور تیز رفتار ہوا عطا فرما دی جس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی تھی۔[4] ﴿حَيْثُ أَصَابَ﴾ کے معنی ہیں کہ جن علاقوں میں وہ پہنچنے کا ارادہ کرتے۔

---

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب الأسير أوالغريم يربط في المسجد، حديث: 461 اور دیکھیے صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَهَبْ لِي مُلْكًا ......﴾ (ص 35:38) حديث: 4808. [2] صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب جواز لعن الشيطان في أثناء الصلاة......، حديث: 541 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي﴾: 443/6، حديث: 11440 البتہ صحیح مسلم میں ''آپ نے اسے ذلیل لوٹا دیا'' کے بجائے ''اللہ نے اسے ذلیل لوٹا دیا'' کے الفاظ ہیں۔ [3] صحيح مسلم، المساجد......، باب جواز لعن الشيطان في أثناء الصلاة......، حديث: 542. [4] تفسير الطبري: 190/23.

وقف لازم

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿41﴾ اُرْكُضْ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجیے، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بلاشبہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے ﴿41﴾ (ہم نے کہا:) اپنا پیر (زمین پر)

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿42﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً

مار، یہ غسل کرنے اور پینے کو ٹھنڈا (پانی) ہے ﴿42﴾ اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کیے، اپنی طرف سے بطور رحمت اور (یہ)

مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿43﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا

عقل مندوں کے لیے ایک نصیحت ہے ﴿43﴾ اور (ہم نے کہا:) اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) پکڑ، پھر اس کے ساتھ (قسم پوری کرنے کے لیے اپنی بیوی

وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿44﴾

کو) مار، اور قسم نہ توڑ، بے شک ہم نے اسے صابر پایا، (وہ) اچھا بندہ تھا، بلاشبہ وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا ﴿44﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿37﴾ ﴾ ''اور شیطانوں کو بھی (ان کے زیر فرمان کیا) یہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے۔'' یعنی ان میں سے کچھ ایسے تھے جو ان کے لیے زبردست عمارتیں، قلعے، مجسمے اور بڑے بڑے لگن (ٹب) جیسے تالاب اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں، بناتے تھے اور مشقت کے دیگر ایسے بڑے بڑے کام کرتے تھے جو انسانوں کے بس سے باہر تھے اور ان میں سے کچھ دیو ایسے تھے جو دریاؤں اور سمندروں میں غوطے مار کر موتی، جواہر اور ایسی نفیس اشیاء نکالتے تھے جو دریاؤں اور سمندروں ہی سے مل سکتی ہیں۔

﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿38﴾ ﴾ ''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔'' اور ان میں سے جو سرکشی، نافرمانی اور بغاوت اختیار کرتے اور کام کرنے سے انکار کر دیتے یا ان کے ملک میں خرابی اور سرکشی کرتے تو انھیں زنجیروں اور بیڑیوں کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿39﴾ ﴾ ''(ہم نے کہا:) یہ ہماری بخشش ہے، پس (چاہو تو) احسان کرو یا (چاہو تو) رکھ چھوڑو بغیر حساب کے۔'' یعنی ہم نے تمھیں تمھارے سوال کے مطابق یہ جو مکمل ملکیت اور کامل سلطنت بخشی ہے تو اس میں سے جسے چاہو دو اور جسے چاہو نہ دو، تم سے کچھ حساب نہیں لیا جائے گا، تم جو بھی کرو گے وہ جائز ہوگا اور جو بھی فیصلہ کرو گے وہ صحیح ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو عبد اور رسول بن جائیں۔ اور یہ وہ ہوتا ہے کہ اسے جو حکم دیا جائے اس کے مطابق عمل کرے۔ اور آپ تو قاسم تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ یا نبی اور بادشاہ بن جائیں جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم رکھیں، کوئی حساب یا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے مشورے کے بعد پہلا مرتبہ اختیار فرمالیا۔[1]

[1] مسند أحمد: 231/2 و صحیح ابن حبان، التاریخ، ذکر وصف مفاتیح خزائن الأرض...... : 280/14، حدیث: 6365 و مسند أبي يعلى: 491/10، حدیث: 6105 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں وقد ثبت فی الصحیحین کے الفاظ ہیں جبکہ بعض میں وقد ثبت فی الصحیح کے الفاظ ہیں اور ہم نے معنی دوسرے الفاظ کے مطابق کیے ہیں کیونکہ صحیحین میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

جبریل علیہ السلام نے مشورہ دیا تھا کہ آپ تواضع اختیار فرمائیں تو آپ نے پہلے مرتبے کو اختیار فرما لیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قدر ومنزلت زیادہ تھی اور آخرت میں اس کا درجہ زیادہ اونچا تھا، گو دوسرا مرتبہ، یعنی نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی دنیا وآخرت کے اعتبار سے عظیم مرتبہ تھا، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جن سے اس نے سلیمان علیہ السلام کو دنیا میں نوازا تھا تو اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا اونچا مقام ہوگا ﴿ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴾ ''اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔'' یعنی دنیا وآخرت میں۔

تفسیر آیات: 41-44

حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ: ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عبد ورسول ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کا ذکر فرمایا ہے اور اس آزمائش کا جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم، مال اور اولاد کو مبتلا کر دیا تھا حتی کہ دل کے سوا ان کے باقی سارے جسم میں سوئی چبھنے کی جگہ کے برابر بھی جگہ سلامت نہ رہی تھی اور نہ دنیا کے مال واسباب میں سے کچھ باقی بچا تھا کہ مرض کے ایام میں اسے کام میں لاتے، البتہ ان کی بیوی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے باعث ان کی محبت کی حفاظت کی۔ انھوں نے اٹھارہ برس تک لوگوں کا کام کاج کیا اور جو اجرت ملتی اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے کھانے پینے اور خدمت میں صرف کر دیتی تھیں۔ اس آزمائش سے قبل حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس بے پناہ مال، اولاد اور دنیا کی نعمتیں موجود تھیں مگر وہ سب چھن گئیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ آپ کو شہر کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا گیا اور آپ نے یہ طویل مدت اسی پر گزاری اور آپ کی زوجہ محترمہ کے سوا قریب وبعید کے ہر شخص نے آپ کو چھوڑ دیا تھا، وہ لوگوں کے کام کاج کے سوا صبح وشام کے سارے اوقات آپ کے پاس گزارتی تھیں۔ جب طویل عرصہ گزر گیا، آزمائش شدت اختیار کر گئی، تقدیر ختم ہوگئی اور اجل مقدر مکمل ہوگئی تو ایوب علیہ السلام نے رب العالمین اور الٰہ المرسلین کے حضور تضرع اور زاری کی: ﴿ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ (الأنبیآء 21:83) ''بلاشبہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴾ ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (بارِالٰہا) شیطان نے مجھ کو دکھ درد اور تکلیف دے رکھی ہے۔'' کہا گیا ہے کہ نصب بدن کی تکلیف کو اور عذاب مال واولاد کی تکلیف کو کہتے ہیں، بہر حال آپ نے دعا کی اور ارحم الراحمین نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور اپنی لات زمین پر ماریں، آپ نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرما دیا اور حکم دیا کہ اس سے غسل کریں، آپ نے غسل کیا تو اس سے ساری جسمانی تکلیف ختم ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے زمین پر ایک دوسری جگہ پاؤں مارا تو اس سے ایک دوسرا چشمہ جاری ہوگیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے پانی نوش فرمایا تو اس سے باطنی طور پر ساری تکلیف دور ہوگئی اور ظاہری و باطنی طور پر ہر طرح سے عافیت نصیب ہوگئی، اسی لیے فرمایا: ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾ ''(ہم نے کہا کہ زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں۔)''

امام ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ أَيُّوبَ علیہ الصلوٰۃ والسلام لَبِثَ بِهِ بَلَاؤُهُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَرَفَضَهُ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ، إِلَّا رَجُلَيْنِ مِنْ إِخْوَانِهِ كَانَا مِنْ أَخَصِّ إِخْوَانِهِ بِهِ، كَانَا يَغْدُوَانِ إِلَيْهِ وَيَرُوحَانِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ : تَعْلَمُ وَاللّٰهِ ! لَقَدْ أَذْنَبَ أَيُّوبُ ذَنْبًا مَّا أَذْنَبَهُ أَحَدٌ مِّنَ الْعَالَمِينَ، قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ : وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ : مِنْ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً لَّمْ يَرْحَمْهُ اللّٰهُ فَيَكْشِفَ مَا بِهِ، فَلَمَّا رَاحَا إِلَيْهِ لَمْ يَصْبِرِ الرَّجُلُ حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ أَيُّوبُ : لَا أَدْرِي مَا تَقُولُ، غَيْرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَمُرُّ عَلَى الرَّجُلَيْنِ يَتَنَازَعَانِ فَيَذْكُرَانِ اللّٰهَ، فَأَرْجِعُ إِلٰى بَيْتِي فَأُكَفِّرُ عَنْهُمَا كَرَاهِيَةَ أَنْ يُّذْكَرَ اللّٰهُ إِلَّا فِي حَقٍّ، قَالَ : وَكَانَ يَخْرُجُ إِلٰى حَاجَتِهِ، فَإِذَا قَضَاهَا أَمْسَكَتِ امْرَأَتُهُ بِيَدِهِ حَتّٰى يَبْلُغَ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَبْطَأَ عَلَيْهَا، وَأُوحِيَ إِلٰى أَيُّوبَ فِي مَكَانِهِ أَنْ ﴿ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾ فَاسْتَبْطَأَتْهُ [فَتَلَقَّتْهُ] تَنْظُرُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهَا قَدْ أَذْهَبَ اللّٰهُ مَا بِهِ مِنَ الْبَلَاءِ، وَهُوَ عَلٰى أَحْسَنِ مَا كَانَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ : أَيْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ! هَلْ رَّأَيْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا الْمُبْتَلٰى؟ فَوَاللّٰهِ! عَلٰى ذٰلِكَ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشْبَهَ بِهِ مِنْكَ إِذْ كَانَ صَحِيحًا، قَالَ : فَإِنِّي أَنَا هُوَ، قَالَ : وَكَانَ لَهُ أَنْدَرَانِ : أَنْدَرٌ لِّلْقَمْحِ وَأَنْدَرٌ لِّلشَّعِيرِ، فَبَعَثَ اللّٰهُ سَحَابَتَيْنِ، فَلَمَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا عَلٰى أَنْدَرِ الْقَمْحِ، أَفْرَغَتْ فِيهِ الذَّهَبَ حَتّٰى فَاضَ، وَأَفْرَغَتِ الْأُخْرٰى فِي أَنْدَرِ الشَّعِيرِ الْوَرِقَ حَتّٰى فَاضَ]

”بے شک اللہ کے نبی ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آزمائش اٹھارہ برس تک جاری رہی، نزدیک اور دور کے ہر شخص نے آپ کو چھوڑ دیا، البتہ دو شخص جو آپ کے خاص دوست تھے، وہ صبح وشام آپ کے پاس آیا کرتے تھے، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی قسم! ایوب نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو تمام جہانوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اس نے پوچھا: وہ کیا؟ اس نے کہا کہ اٹھارہ سال سے اللہ تعالیٰ نے ان پر نہ رحم کیا اور نہ ان کی تکلیف کو دور کیا۔ جب دونوں حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس گئے تو یہ شخص صبر نہ کرسکا اور اس نے اپنے ساتھی کی بات آپ کے سامنے بیان کردی۔ سن کر ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ تو کیا کہہ رہا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں جب جھگڑتے ہوئے دو ایسے آدمیوں کے پاس سے گزرتا جو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو میں اپنے گھر جا کر ان کی طرف سے کفارہ ادا کردیتا کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ حق کے سوا کسی اور بات میں اللہ تعالیٰ کا (پاک) نام لیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ آپ جب حاجت کے لیے نکلتے اور حاجت سے فارغ ہو جاتے تو آپ کی زوجہ محترمہ ہاتھ تھام کر آپ کو اپنی جگہ پہنچا دیتی تھیں۔ ایک دن جب آپ کو واپسی میں دیر ہوگئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرما دی: ﴿ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾ ”(زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں۔)“ تاخیر کی وجہ سے آپ کی اہلیہ نے دیکھنا شروع کیا تو کیا دیکھتی ہیں کہ آپ ان کی

طرف اس حال میں آ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام تکلیف کو دور فرما دیا ہے اور پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت شکل میں ہیں۔ انھوں نے دیکھا تو کہا: اے شخص اللہ تعالیٰ تمھیں برکت دے! کیا تم نے آزمائش میں مبتلا اللہ تعالیٰ کے نبی کو دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! جب وہ صحیح سلامت تھے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی شخص تمھاری نسبت ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔ آپ نے فرمایا: میں ایوب ہوں۔ آپ کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا کھلیان اور دوسرا جَو کا۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیج دیے، ان میں سے ایک جب گندم کے کھلیان پر آیا تو اس نے اس میں سونا برسایا حتی کہ وہ بھر گیا اور دوسرے نے جو کے کھلیان پر چاندی ڈال دی حتی کہ وہ بھی بھر گیا۔'' [1] یہ الفاظ امام ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت کے ہیں۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بَيْنَمَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا، خَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى؟ قَالَ: بَلٰى، يَارَبِّ! وَلٰكِنْ لَّا غِنٰى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ] ''ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں تو ایوب علیہ السلام نے انھیں اپنے کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا، ان کے رب عزوجل نے انھیں مخاطب ہو کر فرمایا: اے ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے بے نیاز نہیں کر دیا جو تو دیکھ رہا ہے؟ ایوب علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کی: کیوں نہیں، اے میرے رب! لیکن تیری برکت سے میں بے نیاز نہیں ہو سکتا۔'' [2] اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے بیان کیا ہے (امام مسلم نے نہیں۔) [3]

اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اور ہم نے ان کو اہل وعیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے، (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی۔'' حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل وعیال ہی کو ان کے لیے زندہ فرما دیا اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی عطا فرما دیے۔ [4] ﴿رَحْمَةً مِّنَّا﴾ ''ہماری طرف سے رحمت'' تھی ان کے صبر وثبات، انابت، تواضع اور اظہار مسکنت کی وجہ سے ﴿وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی'' تاکہ وہ یہ جان لیں کہ صبر کا انجام کشادگی، کامیابی اور راحت ہے۔

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ﴾ ''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا مُٹھا لو، پھر

---

[1] تفسير الطبري: 199/23 و تفسير ابن أبي حاتم: 2460/8. مزید دیکھیے صحيح ابن حبان، الجنائز......، باب ذكر الخبر الدال......: 157/7-159، حديث: 2898 و المستدرك للحاكم، تواريخ المتقدمين......، ذكر أيوب بن أموص......: 582,581/2، حديث: 4115 و مختصر زوائد مسند البزار: 268/2، 269، حديث: 1849 و مسند أبي يعلى: 299/6، 300، حديث: 3617 و الأحاديث الطوال، حديث أيوب النبي ﷺ، ص: 86، حديث: 37. اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 53/1، حديث: 17. [2] مسند أحمد: 314/2 و السنن الكبرى للبيهقي، الطهارة، باب التعري إذا كان وحده: 198/1. [3] صحيح البخاري، الغسل، باب من اغتسل عريانا وحده......، حديث: 279. [4] تفسير الطبري: 199/23.

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿45﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کو یاد کیجیے جو قوت و بصیرت والے تھے ﴿45﴾ بے شک ہم نے انھیں ایک خاص وصف، آخرت کی یاد کے

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿46﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿47﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

ساتھ چن لیا تھا ﴿46﴾ اور وہ ہمارے نزدیک یقیناً برگزیدہ، نیکوکاروں میں سے تھے ﴿47﴾ اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجیے، اور (ان میں سے) ہر ایک

وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿48﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿49﴾

نیکوکاروں میں سے تھا ﴿48﴾ یہ ایک نصیحت ہے، اور بے شک متقین کے لیے بہت اچھا ٹھکانا ہے ﴿49﴾

اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔'' حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی سے اس کے ایک کام کی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے اور انھوں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا بخشی تو وہ اسے سو کوڑے ماریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں شفا عطا فرما دی تو وہ بیوی جس نے خدمت کا حق ادا کر دیا اور رحمت، شفقت اور احسان کا عظیم الشان مظاہرہ کیا تھا، وہ قطعاً اس بات کی سزاوار نہ تھی کہ اسے مارا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فتویٰ دیا کہ وہ ایک ایسا مٹھا لیں جس میں سو تنکے ہوں اور وہ ایک دفعہ مار دیں، اس سے ان کی قسم پوری ہو جائے گی، قسم توڑنے سے بچ جائیں گے اور اپنی نذر کو بھی پورا کر لیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی طرف رجوع کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی طرح مشکلات سے نکلنے کا رستہ پیدا فرما دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿44﴾ ﴾ ''بے شک ہم نے ان کو صابر (و ثابت قدم) پایا۔ بہت خوب بندے تھے، بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی ثنا اور مدح بیان فرمائی ہے کہ وہ خوب بندے تھے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ ﴾ (الطلاق 3,2:65) ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے (رنج و محن سے) مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

تفسیر آیات: 45-49

چند منتخب انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ مرسلین اور انبیائے عابدین کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿45﴾ ﴾ ''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور صاحب نظر تھے۔'' اس سے عمل صالح، علم نافع، قوتِ عبادت اور بصیرت و دانش مراد ہے، علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اُولِي الْاَيْدِيْ ﴾ کے معنی ہیں قوت و عبادت والے اور

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ﴿50﴾ مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ

ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے ﴿50﴾ جبکہ وہ ان میں تکیے لگائے (بیٹھے) ہوں گے، (اور) وہاں طرح طرح کے پھلوں اور

كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿51﴾ وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ﴿52﴾ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ

مشروبات کی فرمائشیں کریں گے ﴿51﴾ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی، ہم عمر (بیویاں) ہوں گی ﴿52﴾ (کہا جائے گا:) یہ ہے (وہ جزا) جس کا یوم حساب کے لیے تم

الۡحِسَابِ ﴿53﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ ﴿54﴾

سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿53﴾ بے شک یہ ہمارا رزق (عطیہ) ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوگا ﴿54﴾

﴿وَالۡاَبۡصَارِ﴾ سے مراد دین میں فقاہت ہے۔[1] قتادہ اور سدی نے کہا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو عبادت کرنے کی قوت اور دین کی بصیرت عطا فرمائی گئی تھی۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ ذِكۡرَى الدَّارِ﴾ ''بے شک ہم نے ان کو ایک (صفتِ) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔'' مجاہد نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ایسا ممتاز کیا کہ وہ آخرت ہی کے لیے عمل کرتے تھے، اس کے سوا ان کا کوئی اور مقصود نہ تھا۔[3] سدی نے بھی کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت کو یاد رکھنے اور اسی کی بہتری کے لیے عمل کرنے کی وجہ سے ہم نے انھیں ممتاز کر دیا تھا۔[4] مالک بن دینار کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور دنیا کا ذکر نکال دیا تھا اور آخرت کی محبت اور اس کے ذکر کا شوق عطا کر دیا تھا۔[5] امام قتادہ نے کہا ہے کہ وہ لوگوں کو آخرت اور اس کے لیے عمل کی یاد دہانی کراتے رہتے تھے۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ الۡاَخۡيَارِ﴾ ''اور یقیناً وہ ہمارے نزدیک منتخب (اور) نیک لوگوں میں سے تھے۔'' یعنی وہ منتخب، چنیدہ اور پسندیدہ لوگوں میں سے تھے، پس وہ اخیار و مختار تھے۔ ﴿وَاذۡكُرۡ اِسۡمٰعِيۡلَ وَالۡيَسَعَ وَذَا الۡكِفۡلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الۡاَخۡيَارِ﴾ ''اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو، اور وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔'' ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے قصص و واقعات سورۂ انبیاء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا چکے ہیں۔[7] لہٰذا اب ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ ﴿هٰذَا ذِكۡرٌ ؕ﴾ ''یہ نصیحت ہے۔'' سدی کہتے ہیں یہ قرآن عظیم اس کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے۔

تفسیر آیات:50-54

سعادت مندوں کا عمدہ مقام: اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند مومن بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے لیے آخرت میں عمدہ مقام ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنّٰتِ عَدۡنٍ﴾ ''ہمیشہ رہنے کے باغ۔'' یعنی ایسے باغات جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ﴿مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ﴿50﴾﴾ ''جن کے

[1] تفسیر الطبری: 202/23. [2] تفسیر الطبری: 203/23. [3] تفسیر الطبری: 204/23. [4] تفسیر الطبری: 204/23.
[5] تفسیر البغوی: 74/4. [6] تفسیر الطبری: 204/23. [7] دیکھیے الأنبیاء، آیات: 85-90 کے ذیل میں۔

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿55﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿56﴾

یہ (معاملہ اہل خیر کا) ہے، اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے (55) (یعنی) جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، چنانچہ وہ آرام کرنے کی بری جگہ

هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿57﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿58﴾ ؕ هٰذَا فَوْجٌ

ہے (56) یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ، اب وہ اس کو چکھیں (57) اور ان کے مانند کئی قسم کے دوسرے (عذاب) ہوں گے (58) یہ (تمھارے پیروکاروں کا) ایک

مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿59﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًۢا

گروہ ہے جو تمھارے ساتھ گھسا چلا آتا ہے، ان کے لیے خوش آمدید نہیں، بے شک یہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں (59) وہ کہیں گے: بلکہ تم ہی (اس

بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿60﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا

لائق) ہو کہ تمھارے لیے خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے سامنے لائے ہو، تو (یہ) بہت بری قرار گاہ ہے (60) وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جو شخص

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿61﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ

ہمارے سامنے یہ (انجام) لایا ہے اس کے لیے جہنم میں عذاب دوگنا زیادہ کر دے (61) اور وہ کہیں گے: ہمیں کیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو (جہنم میں) نہیں

مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿62﴾ ؕ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿63﴾ اِنَّ ذٰلِكَ

دیکھتے جنھیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے (62) کیا ہم نے انھیں (دنیا میں یونہی) مذاق (کا نشانہ) بنائے رکھا یا ہماری نگاہیں ان سے ہٹ گئی

لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿64﴾ ع — 4 ع 24 13

ہیں؟ (63) بلاشبہ یہ اہل دوزخ کا باہم جھگڑنا حق ہے (64)

دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔'' ﴿ الْاَبْوَابُ ﴿50﴾ ﴾ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے مُفَتَّحَةً لَّهُمْ أَبْوَابُهَا یعنی وہ جب آئیں گے تو ان کے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مُتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا ﴾ ''ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔'' یعنی وہ سجائے ہوئے کمروں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے جلوہ افروز ہوں گے ﴿ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ ﴾ ''(اور کھانے کے لیے) بہت سے میوے منگاتے رہیں گے۔'' یعنی جب بھی وہ طلب کریں گے اسے پالیں گے جس چیز کا ارادہ کریں گے اسے اپنے سامنے حاضر پائیں گے ﴿ وَّشَرَابٍ ﴿51﴾ ﴾ ''اور (پینے کے لیے) شراب۔'' یعنی جس قسم کی شراب وہ چاہیں گے، خدام ان کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ ﴿ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ ۙ۬ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۙ ﴾ (الواقعة 18:56) ''(یعنی) آبخورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔'' ﴿ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ﴾ ''اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والیاں ہیں۔'' یعنی انھوں نے اپنے شوہروں کے سوا دیگر لوگوں سے نگاہیں نیچی رکھی ہوں گی اور ان کے سوا دوسروں کی طرف وہ التفات ہی نہیں کریں گی ﴿ اَتْرَابٌ ﴿52﴾ ﴾ ''ہم عمر ہوں گی۔'' یعنی ہم سن و ہم عمر ہوں گی، ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، محمد بن کعب اور سدی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔[1]

[1] تفسیر الطبری: 208/23 و الدر المنثور: 594/5.

﴿ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِیَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿53﴾ ﴾ ”یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“ یعنی جنت کی جن صفات کا ہم نے ذکر کیا ہے، یہ وہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پرہیزگار بندوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ قبروں سے اٹھنے کے بعد وہ ان نعمتوں سے شادکام ہوں گے اور جہنم کی آگ سے محفوظ ہوں گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کبھی خالی ہوگی نہ زوال پذیر، اس کی کوئی انتہا ہوگی نہ وہ کبھی ختم ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ ﴿54﴾ ﴾ ”یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ (النحل 96:16) ”جو کچھ تمھارے پاس ہے، وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ ﴾ (ھود 108:11) ”(یہ اللہ کی) بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴾ (الانشقاق 25:84) ”ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلۡكَ عُقۡبَى الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا ۖ وَّعُقۡبَى الۡكٰفِرِيۡنَ النَّارُ ﴾ (الرعد 35:13) ”اس کے پھل ہمیشہ (قائم) رہنے والے ہیں اور اس کے سائے بھی، یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی ہیں اور کافروں کا انجام آگ ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

تفسیر آیات:55-64

بدبختوں کے انجام کا بیان: اللہ تبارک وتعالیٰ نے سعادت مندوں کے انجام کو بیان فرمانے کے بعد اب بدبختوں کے حال، انجام اور آخرت میں ان کے حساب کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ ﴾ ”یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لیے ہیں) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے۔“ یعنی ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کا انکار اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرنے والے ہیں ﴿ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿55﴾ ﴾ ”یقیناً برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی ان کے لیے وہ بہت ہی بری جگہ ہے، جہاں وہ لوٹ کر جائیں گے، پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ ﴾ ”(یعنی) دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے۔“ اور جب وہ اس میں داخل ہوں گے تو وہ ان کو تمام اطراف سے گھیر لے گی ﴿ فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿56﴾ هٰذَا ۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿57﴾ ﴾ ”پس وہ برا ٹھکانا ہے۔ یہ (ہے سزا)، تو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ (ہے۔)“ ﴿ حَمِيۡمٌ ﴾ اس کھولتے ہوئے گرم پانی کو کہتے ہیں جس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی ہو اور اس کے برعکس ﴿ وَّغَسَّاقٌ ﴿57﴾ ﴾ اس شدید ترین ٹھنڈی چیز کو کہتے ہیں کہ المناک شدید ٹھنڈک کے باعث ناقابل برداشت ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ ﴿58﴾ ﴾ ”اور اسی طرح کے اور بہت سے (عذاب ہوں گے۔)“ یعنی اس طرح کی اور بھی بہت سی اشیاء اور ان کی اضداد ہوں گی جن کے ساتھ انھیں عذاب دیا جائے گا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انھیں مختلف اقسام کے عذاب دیے جائیں گے۔[1] اور دیگر ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد شدید سردی، زہر، کھولتے ہوئے گرم پانی

[1] تفسیر الطبری: 213/23.

کا پینا، تھوہر کا کھانا، صعود پر چڑھایا جانا اور جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں گرایا جانا وغیرہ مختلف اور متضاد اشیاء مراد ہیں جن سے انھیں عذاب دیا اور ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

اہلِ دوزخ کا جھگڑنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴾ ''یہ ایک فوج ہے جو تمھارے ساتھ داخل ہوگی، ان کو خوشی نہ ہو، یقیناً یہ آگ میں جانے والے ہیں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا ذکر ہے جو جہنمی ایک دوسرے سے کہیں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۚ ﴾ (الأعراف 38:7) ''جب ایک جماعت (وہاں) جا داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن (اپنے جیسی دوسری جماعت) پر لعنت کرے گی۔'' یعنی سلام کہنے کے بجائے، وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے، ایک دوسرے کی تکذیب کریں گے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیں گے اور پہلے داخل ہونے والی جماعت کے بعد جہنم کے فرشتے جب دوسری جماعت کو لے کر آئیں گے تو پہلی جماعت والے ان سے کہیں گے: ﴿ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴾ ''یہ ایک فوج ہے جو تمھارے ساتھ داخل ہوگی، ان کو خوشی نہ ہو، یقیناً یہ آگ میں جانے والے ہیں۔'' کیونکہ یہ اہل دوزخ ہیں۔ ﴿ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۚ ﴾ ''کہیں گے: بلکہ تم ہو، تمھارے لیے کوئی خوشی نہ ہو۔'' یعنی جہنم میں یہ داخل ہونے والے ان سے کہیں گے کہ تمھیں ہی خوشی نہ ہو کیونکہ ﴿ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ ﴾ ''تم ہی تو یہ (بلا) ہمارے سامنے لائے ہو۔'' یعنی تم ہی نے تو ہمیں اس بات کی دعوت دی تھی جس نے ہمیں اس انجام تک پہنچا دیا ہے ﴿ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ ''پس (یہ) برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی یہ منزل رہنے اور پلٹنے کی بری جگہ ہے ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴾ ''وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! جو اس کو ہمارے سامنے لایا ہے، اس کو آگ میں دوگنا عذاب دے۔'' جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الأعراف 38:7) ''پچھلی جماعت پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار! ان ہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا تو ان کو آتش (جہنم) کا دگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا کہ (تم) سب کو دگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے۔'' یعنی تم میں سے ہر ایک کو اس کے حسب حال عذاب دیا جائے گا۔

﴿ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴾ ''اور کہیں گے: کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بُروں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا تھا یا (ہماری) آنکھیں ان (کی طرف) سے پھر گئی ہیں۔'' یہ کفار کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ جہنم میں کچھ ایسے لوگوں کو نہیں پائیں گے جنھیں وہ گمراہی پر سمجھتے تھے جبکہ خود یہ کافر اپنے آپ کو بزعم خویش مومن سمجھتے تھے، ان کے بارے میں وہ کہیں گے کہ وہ ہمیں جہنم میں کیوں نظر نہیں آرہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ جہنم میں ابوجہل یہ کہے گا: کیا بات ہے مجھے یہاں بلال، عمار، صہیب اور فلاں فلاں نظر نہیں آرہے؟[1] یہ ایک مثال ہے ورنہ تمام کفار کا یہی حال ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ

---

[1] تفسير الطبري: 215/23.

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنۡذِرٌ ۖ وَّمَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ﴿65﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

آپ کہہ دیجیے: بس میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ایک ہے، بڑا زبردست ﴿65﴾ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ

وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿66﴾ قُلۡ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيۡمٌ ﴿67﴾ اَنۡتُمۡ عَنۡهُ

ان دونوں کے درمیان ہے اس کا رب ہے، نہایت غالب، بہت معاف کرنے والا ﴿66﴾ کہہ دیجیے: وہ ایک بہت بڑی خبر ہے ﴿67﴾ تم اس سے اعراض

مُعۡرِضُوۡنَ ﴿68﴾ مَا كَانَ لِىَ مِنۡ عِلۡمٍۢ بِالۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰٓى اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿69﴾ اِنۡ يُّوۡحٰٓى

کرنے والے ہو ﴿68﴾ مجھے (فرشتوں کی) بلند پایہ جماعت کا کوئی علم نہیں تھا جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے ﴿69﴾ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ بس میں تو

اِلَىَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿70﴾

صرف ایک واضح (طور پر) ڈرانے والا ہوں ﴿70﴾

مومن جہنم میں جائیں گے مگر جب کفار جہنم رسید ہوں گے اور وہاں ان مومنوں کو نہیں پائیں گے تو کہیں گے: ﴿ مَالَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ ﴿62﴾ اَتَّخَذۡنٰهُمۡ سِخۡرِيًّا ﴾ ''کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم بروں میں شمار کرتے تھے، کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا تھا۔'' یعنی دنیا میں ﴿ اَمۡ زَاغَتۡ عَنۡهُمُ الۡاَبۡصَارُ ﴿63﴾ ﴾ ''یا (ہماری) آنکھیں ان (کی طرف) سے پھر گئی ہیں۔'' وہ اپنے آپ کو ایک محال چیز کے ساتھ تسلی دیں گے اور کہیں گے کہ شاید وہ ہمارے ساتھ جہنم ہی میں ہوں لیکن ان پر ہماری نظر نہ پڑی ہو۔ تو اس وقت انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات میں جلوہ افروز ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۙ ﴾ (الأعراف 7:44) ''اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے: جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا، ہم نے تو اسے سچا پا لیا، بھلا جو وعدہ تمھارے پروردگار نے (تم سے) کیا تھا، کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ کہیں گے: ہاں، تو (اس وقت) ان میں ایک پکارنے والا پکارے گا کہ بے انصافوں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک: ﴿ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴾ (الأعراف 7:49) ''(اے مومنو!) تم بہشت میں داخل ہو جاؤ، تمھیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ غم و اندوہ ہوگا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهۡلِ النَّارِ ﴿64﴾ ﴾ ''بے شک یہ اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) ہم نے تمھیں اہل دوزخ کے بارے میں جو یہ خبر دی ہے کہ وہ آپس میں جھگڑیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے تو یہ برحق اور سچی خبر ہے، اس میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 65-70

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عظیم الشان خبر ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر، شرک اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں سے کہہ دیں: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنۡذِرٌ ۖ ﴾ ''یقیناً میں تو صرف ڈرانے

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (71) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ

(یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں (71) چنانچہ جب میں اسے ٹھیک ٹھیک بنادوں

رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (72) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (73) اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ

اور اس میں اپنی روح پھونک دوں، تو تم اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا (72) تب تمام فرشتوں نے (بیک وقت) اکٹھے سجدہ کیا (73) سوائے ابلیس

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (74) قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ

کے، اس نے تکبر کیا، اور وہ کافروں میں سے ہو گیا (74) اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اس (آدم) کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے

اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ (75) قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ

اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا؟ کیا تو نے تکبر کیا یا تو اونچے درجے والوں میں سے ہے؟ (75) اس نے کہا: میں اس سے بہتر ہوں، مجھے تو نے آگ سے

مِنْ طِيْنٍ (76) قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۚۖ (77) وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ

پیدا کیا، اور اسے تو نے مٹی سے پیدا کیا (76) اللہ نے فرمایا: اب تو یہاں سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے (77) اور بلاشبہ تجھ پر روز جزا تک میری لعنت

الدِّيْنِ (78) قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (79) قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۙ (80)

ہے (78) ابلیس نے کہا: اے میرے رب! اب تو مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے (79) اللہ نے فرمایا: پس بلاشبہ تو

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (81) قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ (82) اِلَّا عِبَادَكَ

مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے (80) اس دن تک جس کا وقت (میرے ہاں) مقرر ہے (81) اس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (83) قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۚ (84) لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ

کروں گا (82) سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص و برگزیدہ ہوں (83) فرمایا: تو حق یہی ہے اور میں حق بات ہی کہتا ہوں (84) میں تجھ سے اور

وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (85)

ان سب سے جنھوں نے تیری پیروی کی جہنم کو ضرور بھر دوں گا (85)

والا ہوں۔" اور میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتے ہو ﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (65)﴾ "اور اللہ یکتا، بڑے زبردست کے سوا کوئی معبود نہیں۔" وہ وحدہٗ لاشریک ہی ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ "جو آسمانوں اور زمین اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے۔" یعنی سب کا مالک بھی وہی ہے اور سب میں تصرف بھی اسی کا کارفرما ہے، ﴿الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ (66)﴾ "نہایت غالب، بڑا بخشنے والا ہے۔" یعنی عظمت و عزت کے ساتھ ساتھ وہ بخشنے والا بھی ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ (67)﴾ "کہہ دیں کہ یہ ایک بڑی عظیم (الشان چیز کی) خبر ہے۔" یعنی یہ ایک بہت زبردست اور عظیم الشان خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ (68)﴾ "تم اس سے اعراض کرنے والے ہو۔" یعنی بے پروا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (69)﴾ "مجھے اوپر کی مجلس (والوں) کا جب وہ

جھگڑتے تھے کچھ بھی علم نہ تھا۔'' یعنی اگر میری طرف وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو مجھے ملاءِ اعلیٰ کے اختلاف کے بارے میں کیسے علم ہوتا؟ یعنی حضرت آدم علیہ السلام، ابلیس کے انھیں سجدہ کرنے سے انکار اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اس جھگڑنے کہ وہ آدم سے افضل ہے، کے بارے میں مجھے کیسے معلوم ہوتا! اور اس بارے میں وحی الٰہی یہ ہے: (دیکھیے آیات:71-85)

تفسیر آیات:71-85

قصۂ آدم وابلیس: اس قصے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف کے آغاز، سورۂ حجر، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف [1] اور یہاں سورۂ صٓ میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ حکم بھی دے دیا کہ جب وہ اس کی تخلیق وتسویہ سے فارغ ہو جائے تو وہ سب اکرام، اعظام، احترام کے طور پر اور اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی اطاعت بجا لاتے ہوئے اسے سجدہ کریں، پس ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہیں بلکہ وہ جنوں کی جنس سے تھا۔ ضرورت کے وقت اس کی طبیعت و جبلت نے اس سے خیانت کی، اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اس بارے میں رب تعالیٰ سے جھگڑنے لگا اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے کیونکہ اسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے گمان میں آگ مٹی سے بہتر ہے، پس اس نے اس معاملے میں غلطی کی، اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی اور اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا، اس کی ناک کو خاک آلود کر دیا، اپنے بابِ رحمت، مقامِ انس اور حضرت اقدس سے دھتکار دیا اور اس کا نام ابلیس رکھ دیا جو اس بات کا اعلان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور پھر ذلیل و رسوا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر اتار دیا، اس نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اسے روزِ قیامت تک مہلت دے دی جائے تو اس حلیم و بردبار ذات پاک نے جو اپنے نافرمانوں کو فوراً سزا نہیں دیتا، اسے مہلت دے دی۔ جب اسے قیامت تک مہلت مل گئی تو اس نے بغاوت وسرکشی کی روش کو اختیار کر لیا اور کہنے لگا: ﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ﴾ ''سو (مجھے) تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا، سوائے ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔'' جیسا کہ اس نے کہا تھا ﴿ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 62:17) ''دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے، اگر تو مجھ کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے تو میں تھوڑے سے شخصوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔'' ان مستثنیٰ لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں اس طرح ذکر فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 65:17) ''بے شک جو میرے (مخلص) بندے ہیں، ان پر تیرا کچھ زور نہیں اور (اے پیغمبر!) آپ کا پروردگار کارساز کافی ہے۔''

---

[1] دیکھیے البقرۃ، آیت: 34 والأعراف، آیت:11 والحجر، آیات: 28-38 و بنی إسرآء یل، آیات: 61، 62 و الکہف، آیت: 50 کے ذیل میں۔

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿86﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿87﴾

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، اور میں تکلف (بناوٹی کام) کرنے والوں میں سے نہیں ﴿86﴾ یہ (قرآن) جہانوں کے

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿88﴾ ع 5/24/14

لیے نصیحت ہی تو ہے ﴿87﴾ اور تم اس کی حقیقت کچھ مدت کے بعد ضرور جان لوگے ﴿88﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿84﴾ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿85﴾ ﴾ ''کہا: سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے، سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، پہلے حق کو مرفوع پڑھا ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں حق ہوں اور حق ہی کہتا ہوں اور آپ سے دوسری روایت میں ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔[1] اور دیگر مفسرین نے دونوں حق کو منصوب پڑھا ہے۔ سدی نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔[2] میں کہتا ہوں کہ یہ آیت، اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ (السجدة 13:32) ''اور لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔'' نیز اس آیت کی طرح ہے: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ ﴾ (بني إسرآءيل 63:17) ''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: (یہاں سے) چلا جا، پھر جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے اور (وہ) پوری سزا (ہے۔)''

تفسیر آیات:86-88

''کیوں نہ الگ تھلگ رہوں بزم تکلفات سے'': اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) ان مشرکین سے کہہ دیں کہ میں اس دین کے پہنچا دینے اور تمھاری خیر خواہی کرنے کے عوض تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا جو تم دنیوی ساز و سامان میں سے مجھے دو۔ ﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ ﴾ ''اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے جس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں چاہتا بلکہ مجھے جس دین کے پہنچا دینے کا حکم دیا گیا تھا، میں نے اسے بلا کم و کاست پہنچا دیا ہے اور میں اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کا طلب گار ہوں۔ سفیان ثوری نے اعمش اور منصور سے، انھوں نے ابوضحیٰ سے اور انھوں نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: لوگو! جو کوئی کسی چیز کو جانتا ہو تو وہ اسے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو تو وہ کہہ دے: اَللّٰهُ أَعْلَمُ ''اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔'' کیونکہ یہ بھی علم کی بات ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو تو اس کے بارے میں یہ کہہ دے کہ اَللّٰهُ أَعْلَمُ، پس اللہ عزوجل نے تمھارے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

[1] تفسير الطبري: 223/23. [2] تفسير الطبري: 223/23.

مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴿86﴾ ''(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' اس روایت کو امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔ ①

کچھ وقت کے بعد تم خود ہی جان لو گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿87﴾ ﴾ ''یہ (قرآن) تو تمام (اہل) عالم کے لیے نصیحت ہے۔'' یعنی قرآن مجید انسانوں اور جنوں تمام مُکَلَّفین کے لیے نصیحت ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور یہ آیت کریمہ ایسے ہے جیسا کہ یہ آیت ہے: ﴿ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ﴾ (الأنعام 19:6) ''تاکہ میں اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے، آگاہ کر دوں۔'' اور یہ آیت ہے: ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ﴾ (ھود 17:11) ''اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔''

﴿ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴿88﴾ ﴾ ''اور یقیناً تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔'' یعنی اس کی خبر اور اس کی صداقت تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گی، قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ موت کے بعد۔ ② اور عکرمہ نے کہا ہے کہ تمھیں اس کا حال قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا۔ ③ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ جو شخص فوت ہو جائے، وہ قیامت کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے۔

سورۂ صٓ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

① صحيح البخاری، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ (صٓ 86:38)، حديث : 4809 وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب الدخان، حديث : 2798 . ② تفسير الطبری : 224/23 وتفسير القرطبی : 231/15 . ③ تفسير القرطبی : 231/15 .

تفسیر سُورۂ زُمَر

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ① اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ

(یہ) اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جو نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے① بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی

مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ② اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۘ

ہے، لہٰذا آپ اللہ کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کیجیے② سنو! خالص اطاعت و بندگی اللہ ہی کے لیے ہے، اور جن لوگوں نے

مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ

اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں، (وہ کہتے ہیں:) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں، یقیناً اللہ ان کے

یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ③ لَوۡ اَرَادَ اللّٰہُ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا

درمیان ان باتوں کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، ناشکرا ہو③ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو بیٹا

لَّاصۡطَفٰی مِمَّا یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ ہُوَ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ④

بنائے تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا چن لیتا، (لیکن) وہ تو (ان باتوں سے) پاک ہے، وہ اللہ واحد ہے، بڑا زبردست④

وقف لازم

سورۂ زمر کی فضیلت: امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ (نفلی) روزے رکھتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ کا روزہ چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اور آپ (نفلی) روزے چھوڑ دیتے حتی کہ ہم کہتے کہ اب آپ کا روزے رکھنے کا ارادہ نہیں ہے اور آپ ﷺ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ①

تفسیر آیات: 1-4

توحید کا حکم اور شرک کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کتاب قرآن عظیم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل

① السنن الكبرى للنسائي، التفسير، سورة الزمر: 444/6، حدیث: 11444 اور دیکھیے مسند أحمد: 68/6 وصحيح ابن خزيمة، جماع أبواب صلاة التطوع بالليل، باب استحباب قراءة بني إسرآء يل والزمر......: 191/2، حدیث: 1163.

ملحوظہ: امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، البتہ بعض محققین نے کہا ہے: ''اور آپ ﷺ ہر رات سورۂ بنی اسراءیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے'' کے علاوہ روایت صحیح ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 453,452/40، حدیث: 24388.

کیا گیا ہے اور یہ کتاب بالکل سچی کتاب ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (الشعرآء 192:26-195) ''اور بلاشبہ یہ (قرآن اللہ) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، (اس نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تا کہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، فصیح عربی زبان میں (اتارا ہے۔)'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدة 42,41:41) ''اور بے شک وہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہی ہے، اس کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔''

اور یہاں اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ ﴾ ''(اس) کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب کی طرف سے ہے۔'' ﴿ الْعَزِيْزِ ﴾ کے معنی عالی جناب اور ﴿ الْحَكِيْمِ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ اپنے اقوال وافعال اور شرع وقدر میں حکمت والا ہے۔ ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝﴾ ''(اے پیغمبر!) بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے، لہٰذا آپ اللہ کی عبادت اس کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے کریں۔'' یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں اور مخلوق کو بھی اس کی دعوت دیں اور انھیں یہ بات بتائیں کہ عبادت صرف اسی ذات پاک کی ہونی چاہیے جس کا کوئی شریک، کوئی برابری کرنے والا اور کوئی ساجھی نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ ﴾ ''خبردار! اللہ ہی کے لیے خالص عبادت (زیبا) ہے۔'' یعنی وہ صرف اسی عمل کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے جسے عمل کرنے والے نے صرف اسی وحدہٗ لاشریک ہی کے لیے سرانجام دیا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاریوں اور مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ ﴾ ''ہم انھیں اس لیے پوجتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔'' بتوں کی عبادت پر انھیں اس بات نے آمادہ کیا کہ انھوں نے پہلے تو اپنے زعم کے مطابق بتوں کو ملائکہ مقربین کی صورتوں کے مطابق بنایا، پھر انھوں نے ان بتوں کی عبادت شروع کر دی اور اسے فرشتوں کی عبادت قرار دیا تا کہ نصرت، رزق اور دنیا میں درپیش امور میں وہ ان کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کریں، پھر البتہ آخرت میں وہ اس بات کا انکار کر دیں گے۔ قتادہ، سدی اور مالک رحمہ اللہ زید بن اسلم اور ابن زید سے اس آیت کریمہ: ﴿ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ ﴾ ''مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب کر دیں۔'' کے معنی بیان کرتے ہیں کہ یہ ہماری شفاعت کریں اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں۔[1] زمانۂ جاہلیت میں حج کے تلبیہ میں بھی یہ لوگ کہا کرتے تھے: [لَبَّيْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ...... إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ] ''میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں...... مگر ایک شریک ہے تیرا، اس کا اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو ہی مالک ہے۔''[2]

[1] تفسیر الطبری: 228/23. [2] صحیح مسلم، الحج، باب التلبیة وصفتها ووقتها، حدیث: 1185 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

زمانۂ قدیم وجدید کے تمام مشرکین اسی شبہے میں مبتلا تھے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام اسی کی تردید وممانعت کے لیے تشریف لائے تھے۔ انھوں نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی تھی اور انھوں نے فرمایا تھا کہ اس بات کو مشرکین نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے نہ اس کی اجازت دی اور نہ وہ اس سے خوش ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے اور اس نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ (النحل 36:16) ''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (بتوں کی پرستش) سے بچو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ ﴾ (الأنبیاء 25:21) ''اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی پیغمبر بھیجے، اُن کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری ہی عبادت کرو۔''

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ بھی مطلع فرمایا ہے کہ آسمانوں میں موجود تمام فرشتے، خواہ وہ مقربین ہوں یا دیگر سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے سامنے عجز و نیاز کرنے والے ہیں، اس کی اجازت کے بغیر وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے، سفارش بھی اس کے لیے کرتے ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے، وہ اس طرح نہیں جس طرح بادشاہوں کے دربار میں امراء ہوتے ہیں کہ وہ بادشاہوں کی اجازت کے بغیر سفارش کر دیتے ہیں، خواہ بادشاہ پسند کریں یا ناپسند، لہٰذا ﴿ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ﴾ (النحل 74:16) ''پس (لوگو!) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں مت بیان کرو۔'' اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان مثالوں سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ﴾ ''یقیناً اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔'' یعنی قیامت کے دن ﴿ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴾ ''ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوقات میں فیصلہ فرمادے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق صلہ دے گا۔ ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ۝ ﴾ (سبا 41،40:34) ''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہی لوگ صرف تمھاری پوجا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: تو پاک ہے، تو ہی ہمارا کارساز ہے نہ کہ یہ، بلکہ یہ تو جنوں کو پوجا کرتے تھے (اور) ان میں سے اکثر انھی پر ایمان رکھتے تھے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝ ﴾ ''بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا (اور) ناشکرا ہے۔'' یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھنے کا قصد کرے اور اس کا دل اس کی آیات اور دلائل و براہین کو قبول کرنے سے انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا نہیں فرماتا، پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں جیسا کہ جاہل مشرک فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں اور (اللہ کے) معاندین یہود و نصاریٰ عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے بیٹے سمجھتے ہیں، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَن يَتَّخِذَ

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے، اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے، اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے،

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ

ہر ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے، سنو! وہ نہایت غالب، بہت بخشنے والا ہے⑤ اس نے تمھیں ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اس نے اس سے اس کا

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ؕ

جوڑا بنایا، اور اس نے تمھارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے (نر اور مادہ) اتارے (پیدا کیے)، وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے،

یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ

ایک پیدائش (مرحلے) کے بعد دوسری پیدائش میں، تین قسم کے اندھیروں (پردوں) میں، یہ ہے اللہ تمھارا رب، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی

الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

معبود نہیں، پھر تم کہاں پھرے (بہکے) جاتے ہو؟⑥

﴿ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ ﴾ ''اگر اللہ (کسی کو اپنا) بیٹا بنانا چاہتا تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا۔'' یعنی معاملہ ان کے وہم و گمان کے خلاف ہوتا، یاد رہے کہ یہ شرط ہے، اس کا وقوع اور جواز لازم نہیں آتا، بلکہ وہ تو محال ہے، یہاں تو مقصود صرف ان کے وہم و گمان کا بطلان ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ○ ﴾ (الأنبیآء 17:21) ''اگر ہم چاہتے کہ کھیل تماشا بنائیں تو اپنے پاس ہی سے بنا لیتے، اگر ہم کرنے والے ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ○ ﴾ (الزخرف 81:43) ''کہہ دیجیے: اگر رحمٰن (اللہ) کی کوئی اولاد ہوتو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔'' یہ سب کچھ شرط کے قبیل سے ہے اور متکلم کے مقصد کے پیشِ نظر امر محال کے ساتھ مشروط قرار دینا بھی جائز ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ ﴾ ''وہ تو پاک ہے وہی تو اللہ یکتا (اور) بڑی قوتوں والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو کیونکہ وہ تو واحد، احد، تنہا اور صمد ہے، ہر چیز اس کی غلام اور محتاج ہے اور وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے، اس نے تمام اشیاء کو مغلوب کر رکھا ہے، تمام مخلوق اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں اور اللہ ان ظالموں اور منکروں کی باتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔

تفسیر آیات: 6,5

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور جو ان کے مابین چیزیں ہیں سب کا خالق ہے، وہی مالک الملک، تصرف فرمانے والا اور رات اور دن کو بدل بدل کر لانے والا ہے: ﴿ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ ﴾ ''(اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔'' یعنی اس نے ان دونوں کو مسخر کر رکھا ہے، دونوں ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں اور اکتاتے نہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑا چلا

آتا ہے، ﴿ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ﴾ (الأعراف 7:54) ”وہی رات سے دن کو ڈھانپتا ہے وہ (رات) جلدی جلدی اس (دن) کو طلب کرتی ہے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور دیگر ائمہ تفسیر سے یہی معنی مروی ہیں۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ﴾ ”اور اسی نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔“ یعنی اس مدت تک جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، پھر روز قیامت یہ مدت اختتام پذیر ہو جائے گی۔ ﴿ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ ﴾ ”خبردار! وہی غالب (اور) خوب بخشنے والا ہے۔“ یعنی اپنی عزت و عظمت اور کبریائی کے ساتھ ساتھ وہ اسے بخشنے والا بھی ہے جو اس کی نافرمانی کے بعد توبہ کر لے یا اس کی طرف رجوع کرے۔

اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ ”اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔“ یعنی اس نے تمھاری جنسوں، صنفوں، زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کے باوجود تم کو ایک شخص حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے، ﴿ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ ”پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا۔“ یعنی حوا علیہا السلام کو، جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ ﴾ (النسآء 4:1) ”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس نے اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور (پھر) ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ ﴾ ”اور اسی نے تمھارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے۔“ یعنی اس نے تمھارے لیے چوپایوں کی پشتوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے اور ان آٹھ جوڑوں کی سورۂ انعام میں اس طرح تفصیل مذکور ہے: آٹھ قسمیں (پیدا فرمائیں) دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے (ایک نر اور ایک مادہ) اور دو اونٹوں میں سے اور دو گایوں میں سے، ② پھر فرمایا: ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ ”وہی تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے۔“ یعنی اس نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں اس طرح پیدا فرمایا، ﴿ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ ﴾ ”ایک (طرح کی) پیدائش (دوسری) پیدائش کے بعد۔“ یعنی پہلے تم نطفہ ہوتے ہو، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی، پھر وہ گوشت، ہڈیوں، اعصاب اور رگوں کو پیدا فرماتا، پھر روح پھونک دیتا ہے تو یہ (گویا ایک تخلیق کے بعد) دوسری تخلیق ہو گئی، ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۭ ﴾ (المؤمنون 23:14) ”چنانچہ اللہ جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے بڑا بابرکت ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ﴾ ”تین اندھیروں میں۔“ یعنی رحم کے اندھیرے، جھلی کے اندھیرے۔ جو بچے کے لیے حفاظت کے طور پر اس کے اوپر ایک پردے کے طور پر ہوتی ہے۔ اور پیٹ کے اندھیرے میں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، ابو مالک، ضحاک، قتادہ، سدی اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ③

① تفسیر القرطبی: 235/15 و تفسیر الطبری: 230,229/23. ② دیکھیے الأنعام، آیات: 144,143. ③ تفسیر الطبری: 234,233/23 والدر المنثور: 604,603/5.